باسمہٖ تعالیٰ

70

شاہراہِ اسلام

علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ کی شہرہ آفاق کتاب "بلوغ المرام" کے ابواب "کتاب الصلوٰۃ" اور "کتاب الجامع" کا اردو ترجمہ اور تشریح

ترتیب و تہذیب
مختار حسین ناظر القاسمی

ناشر

مکتبہ عالیہ — ایبک روڈ (انارکلی) — لاہور

Marfat.com

DATA ENTERED

اشاعت اوّل: ۱۹۷۵ء

تعداد: ۵۰۰

شاہراہِ اسلام

مرتب: ـــــ ابن حجر عسقلانیؒ

مترجم ـــــ ناظر القاسمی

ناشر ـــــ الطاف حسین

مطبع ـــــ ندرت پریس۔ لاہور

قیمت

-/۱۹

یکے از مطبوعات

مکتبہ عالیہ ـــــ ایبک روڈ (انارکلی) ـــــ لاہور

انتساب

والدِ محترم عالی مرتبت حضرت صوفی مُراد حسین صاحب حسینی نقشبندی تقریباً ستر سال کی عمر درس و تدریس اور تبلیغ و ارشاد میں بسر کرنے کے بعد مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۲ء مطابق ۱۲ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ بروز منگل صبح ساڑھے پانچ بجے بعد ادائے نماز تہجد اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم کی یہ زبردست خواہش تھی کہ میں علوم دینیہ کے کسی دار العلوم سے سندِ فراغت حاصل کرکے ایک باقاعدہ مستند عالمِ دین بن جاؤں ۔ افسوس کہ یہ سعادت میری قسمت میں نہ تھی لیکن یہ مرحوم کی پُرخلوص دعاؤں ہی کا صدقہ ہے کہ علوم دینیہ کے ساتھ میرا لگاؤ ہر دم بڑھتا رہا اور مغربی علوم کی تحصیل کے وقت بھی میں اس سے غافل نہ ہوا ۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ زیرِ نظر کتاب کی ترتیب و اشاعت بھی والدِ محترم ہی کی دُعاؤں کا ثمرہ ہے ورنہ من آنم کہ من دانم ـــــ کہاں میں اور کہاں شرح فرمانِ رسول ؟ اس لیے میں اس کتاب کو انھی کے نام پر منسوب کر رہا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اُن کی لحد کو اپنے فضل و کرم کے نور سے بھر دے ۔ آمین ثم آمین ۔

احقر العباد

مختار حسین بابا القاسمی

گنگاپور، لاہور

۱۶ / مارچ ۱۹۷۳ء

M. 8

فہرست مضامین

سر آغاز

انسان کا مقام ۲۱

مقابلہ کا پہلا امتحان ۲۱

مقابلہ کا دوسرا امتحان ۲۲

انسان کا زمین پر نزول ۲۳

وحی اور نبوت کی ضرورت ۲۳

پہلا اور آخری دین ۲۴

سلسلہ انبیاء اور انکی دعوت ۲۵

خاتم النبیینﷺ ۲۷

قرآن ۲۸

سنت نبویﷺ ۲۸

حدیث ۳۰

بلوغ المرام ۳۱

شاہراہ اسلام ۳۱

کتاب الصلوٰۃ

باب المواقیت

پنجگانہ نماز کے اوقات ۳۳

نماز عصر کب پڑھی جائے ۳۵

نماز عصر سورج کھڑے پڑھ لی جائے ۳۶

عصر عشاء اور فجر کے اوقات کی وضاحت ۳۶

وقت ضرورت تقدیم و تاخیر کی اجازت ۳۷

نماز فجر منہ اندھیرے پڑھی جائے ۳۸

نماز مغرب سے قبل نوافل ہوں ۳۹

اوقات نماز کے تعین میں امت کی سہولت کا لحاظ ۳۹

گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھو ۴۰

نماز فجر صبح سویرے ادا کرنے کی فضیلت ۴۰

فجر اور عصر کی نماز کے فضائل

نماز کا حکم ۴۱

فجر اور عصر کی نماز کے متعلق
حضرت عائشہؓ کی روایت ۴۲
فجر اور عصر کی نماز کے بعد
نوافل پڑھنا درست نہیں ۴۲
طلوع و غروب آفتاب اور
نصف النہار کے وقت ادائے
نماز اور دفن اموات کی ممانعت ۴۳
استثنائے یوم جمعہ برائے نماز
بوقت نصف النہار ۴۳
مندرجہ بالا مسلک کی مزید تائید ۴۳
بیت اللہ میں ہر وقت نماز
پڑھنے اور طواف کرنے کی
اجازت ہے ۴۳
شفق سے کیا مراد ہے ۴۶
صبح کاذب اور صبح صادق ۴۶
صبح صادق اور صبح کاذب کی
پہچان ۴۷
اول وقت نماز ادا کرنے کی
فضیلت ۴۸
اول اوسط اور آخیر وقت میں
نماز ادا کرنا ۴۸

سابقہ حدیث کی تائید ۴۹
طلوع صبح صادق کے بعد صرف
دو رکعت نماز جائز ہے ۵۰
سابقہ حدیث کی تائید ۵۰
نبی کریمؐ کا ظہر کے بعد کی دو
رکعت سنت عصر کے بعد قضا
کرنا۔ ۵۱
سابقہ حدیث کی ۵۱
مصالح و مسائل (اوقات نماز) ۵۲

باب الاذان

اذان اور اقامت کی ابتدا ۵۶
نماز فجر کی اذان ۵۷
سابقہ حدیث کی تائید ۵۷
اذان میں ترجیع کا جواز ۵۷
کلمات کو اذان میں دو دو بار اور
اقامت سب ایک ایک بار کہنا ۵۸
موذن حضرت بلالؓ کو مقرر کیا گیا
تھا۔ ۵۹
اذان میں دائیں بائیں منہ پھیرنا
اور کانوں میں انگلیاں دینا ۵۹
سابقہ حدیث کی تائید ۶۰

سابقہ حدیث کی مزید تائید ۶۰
موذن خوش الحان ہونا چاہئے ۶۱
عیدین کی نماز کے لئے اذان اور اقامت کی ضرورت نہیں۔ ۶۱
سابقہ حدیث کی تائید ۶۲
قضا نماز کے لئے اذان اور اقامت کا جواز ۶۲
ایام حج میں جمع بین الصلوتین کی صورت میں ایک اذان اور دو اقامتیں ۶۳
سابقہ حدیث کی مزید وضاحت ۶۴
رمضان میں سحری کے وقت جگانے کے لیے اذان کہنا ۶۵
قبل از وقت اذان ہو جائے تو وقت ہو جانے پر دوبارہ کہی جائے۔ ۶۶
اذان کے کلمات سن کر انہیں دہرانا۔ ۶۷
سابقہ حدیث کی تائید ۶۸
حیعلتین کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا ۶۸
امام اور موذن کی خصوصیات ۶۹
اذان کوئی ایک شخص دے دیا کرے ۷۰
اذان اور اقامت کہنے کا طریقہ ۷۱
موذن کا باوضو ہونا ضروری ہے ۷۲
جو شخص اذان کہے وہی اقامت بھی کہے ۷۲
سابقہ حدیث کی تائید ۷۳
اذان اور اقامت کا اختیار ۷۳
سابقہ حدیث کی تائید ۷۴
اذان اور اقامت کے درمیان دعا مانگنا۔ ۷۴
اذان کے بعد کی دعا ۷۵
مصالح و مسائل (اذان) ۷۶
باب شروط الصلوٰۃ ۸۱
نماز میں ہوا خارج ہو جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ۸۱
عورت کی نماز دوپٹہ کے بغیر نہیں ہوتی۔ ۸۱
بڑی اور چھوٹی چادر کا حکم ۸۲
ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا ۸۳
عورت کا پاجامہ یا تہبند کے بغیر نماز پڑھنا ۸۳

نماز میں منہ قبلہ کی طرف کرنا ۸۴
قبلہ کہاں ہے ۸۵
سواری پر نماز ادا کرنا ۸۶
سواری پر نفل نماز پڑھنے کی مزید وضاحت ۸۶
قبرستان اور حمام میں نماز پڑھنا درست نہیں ۸۶
سات مقامات جہاں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ ۸۷
قبروں کی طرف نماز پڑھنا اور ان پر بیٹھنا منع ہے۔ ۸۸
جوتے پہنے پہنے نماز ادا کرنا ۸۹
موزہ کو لگی ہوئی نجاست مٹی پر رگڑنے سے دور ہو جاتی ہے ۸۹
نماز پڑھتے ہوئے باتیں کرنا منع ہے ۹۰
شروع شروع میں لوگ نماز پڑھتے ہوئے باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ۹۰
نماز میں بولنا ناگزیر ہو تو کیا کیا جائے۔ ۹۱
نماز پڑھتے ہوئے رونا جائز ہے ۹۲
نماز میں کھانسنا یا کھنکارنا جائز ہے ۹۳
نماز کی حالت میں سلام کا جواب کیسے دیا جائے۔ ۹۳
نماز پڑھتے ہوئے بچے کو گود میں اٹھائے رکھنا ۹۴
نماز پڑھتے وقت موذی جانور کو ہلاک کرنا۔ ۹۵
مصالح و مسائل ۹۵
باب سترة المصلی (شرائط نماز) ۹۷
نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ ۹۷
سترہ کیسا ہونا چاہیے؟ ۹۸
تیر بھی سترہ کا کام دے سکتا ہے ۹۸
نمازی کے آگے سے عورت، گدھے اور سیاہ کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ۹۹
سابقہ حدیث کی تائید ۱۰۰
سابقہ حدیث کی مزید تائید ۱۰۰
سترہ کے اندر سے گزرنے والے کے متعلق احکام ۱۰۱

سُترہ قائم کرنے کی مختلف صورتیں ۱۰۲
نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کا حکم ۱۰۳
مصالح و مسائل (نمازی کا سُترہ) ۱۰۴
بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْخُشُوعِ فِي الصَّلٰوةِ ۱۰۵
نماز میں کولہوں پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت ۱۰۵
کولہوں پر ہاتھ رکھنا یہودیوں کا طریقہ ہے۔ ۱۰۵
کھانا تیار ہو تو نماز سے پہلے کھا لینا چاہیے ۱۰۶
نماز پڑھتے ہوئے سجدہ گاہ سے کنکریاں نہ ہٹائی جائیں ۱۰۶
سابقہ حدیث کی تائید ۱۰۷
نماز پڑھتے ہوئے کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا ۱۰۸
نماز کی حالت میں تھوکنے کا حکم ۱۰۹
تصویروں والے پردہ کا حکم ۱۱۰
حضرت ابوجہم کی باتصویر چادر کا واقعہ ۱۱۱
نماز پڑھتے وقت آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت ۱۱۱
بھوک یا رفع حاجت کے وقت نماز فارغ ہو کر پڑھی جائے ۱۱۲
نماز کی حالت میں جمائی لینا ۱۱۳
مصالح و مسائل (نماز میں عجز و انکسار) ۱۱۴
باب المساجد ۱۱۶
مسجد بنانے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم ۱۱۶
قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت ۱۱۷
قبر پر مسجد بنانے والے لوگ شر پسند ہیں ۱۱۸
غیر مسلموں کا مسجد کے اندر آنا ممنوع نہیں ہے۔ ۱۱۸
مسجد کے اندر شعر پڑھنے کا جواز ۱۱۸
گمشدہ چیز کی تلاش کے لیے مسجد میں اعلان کرنے کی ممانعت ۱۲۰

مسجد میں خرید و فروخت کی ممانعت ۱۲۱
مسجد میں جرائم کی سزا دینے کی ممانعت ۱۲۱
جنگی زخمیوں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت ہے ۱۲۲
مسجد میں تفریحی کرتب دیکھنے دکھانے کی اجازت ۱۲۳
مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت ۱۲۴
مسجد میں تھوکنا گناہ ہے ۱۲۴
مسجدوں میں فخر کرنا قربِ قیامت کی علامت ہے ۱۲۵
مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ۱۲۵
مسجد کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا بھی ثواب ہے ۱۲۶
مسجد میں داخل ہونے پر دو رکعت نفل نماز پڑھی جائے ۱۲۷
مصالح و مسائل (مساجد) ۱۲۷
باب صفت الصلوٰۃ ۱۳۰
نماز پڑھنے کا طریقہ ۱۳۰
سابقہ حدیث کی تائید ۱۳۰
کھڑے ہونے کی صورت میں کمر بالکل سیدھی ہو ۱۳۲
نماز تکبیر و تہلیل، حمد و ثنا اور تلاوت قرآن کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ ۱۳۳
سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ۱۳۴
سابقہ حدیث کی تائید ۱۳۴
نماز میں نیت، رکوع و سجود اور جلسہ وقعدہ کا طریقہ ۱۳۴
دعا جو نماز شروع کرتے وقت پڑھنی چاہیئے۔ ۱۳۶
تکبیر تحریمہ کے بعد کی دعا ۱۳۸
تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء ۱۳۹
سابقہ حدیث کی تائید ۱۴۰
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے ۱۴۱
رفع یدین کا بیان ۱۴۳
ہاتھ مونڈھوں تک لے جانے کے بعد اللہ اکبر کہنا چاہیئے ۱۴۳
ہاتھ اتنے بلند کئے جائیں کہ کان کی لو سے چھو جائیں ۱۴۴

ہاتھ کہاں اور کس طرح رکھے جائیں ۱۴۴

سورۂ فاتحہ کی قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۱۴۵

سابقہ حدیث کی تائید ۱۴۶

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ۱۴۶

نماز کا افتتاح سورۂ فاتحہ سے ہوتا ہے ۱۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا حکم ۱۴۷

سابقہ حدیث کی تائید ۱۴۸

سابقہ حدیث کی مزید تائید ۱۴۸

سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا حکم ۱۴۹

سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا حکم ۱۵۰

آمین بالجہر کہنے کا جواز ۱۵۰

سابقہ حدیث کی تائید ۱۵۱

قرآن یاد نہ ہو تو نماز میں کیا پڑھے ۱۵۱

فرض نماز پڑھنے کا طریقہ ۱۵۲

رکعتیں کتنی لمبی ہونی چاہئیں؟ ۱۵۳

مختلف نمازوں کے لیے مختلف سورتیں اور قیام ۱۵۴

رسول اللہ نماز مغرب میں سورۂ طور پڑھا کرتے تھے ۱۵۵

جمعہ کے دن نماز فجر میں رسول اللہ سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر پڑھا کرتے تھے۔ ۱۵۶

سابقہ حدیث کی تائید ۱۵۷

نماز پڑھتے ہوئے دعا مانگنا ۱۵۷

رکوع و سجود کی حالت میں قرآن پڑھنا منع ہے ۱۵۸

حضور رکوع و سجود میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ ۱۵۹

نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت میں جاتے وقت کیا کہنا چاہئے۔ ۱۵۹

ایک اور دعا جو حضور رکوع سے اٹھتے وقت پڑھا کرتے تھے۔ ۱۶۰

سجدہ کرنے کا طریقہ ۱۶۱

سجدہ کرتے وقت ہاتھ کھلے رکھنے کا حکم ۱۶۲

سجدہ کرتے وقت، ہتھیلیاں زمین پر اور کہنیاں اوپر رکھنے کا حکم ۱۶۳

رکوع و سجود میں انگلیوں کی پوزیشن ۱۶۳

نماز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا ۱۶۴

دونوں سجدوں کے درمیان کی دعا ۱۶۴

جلسہ استراحت کا بیان ۱۶۵

رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا ۱۶۶

دعائے قنوت فجر کی نماز میں پڑھنے کا ثبوت ۱۶۷

دعائے قنوت کب پڑھی جاتی ہے۔ ۱۶۷

دعائے قنوت کے بارے میں ایک اور روایت ۱۶۸

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے قنوت کی تعلیم دینا ۱۶۹

یہ دعائے قنوت صبح کی نماز میں پڑھنے کے لئے ہے ۱۷۰

نماز میں سجدہ کے لئے بیٹھنے کا طریقہ ۱۷۱

سابقہ حدیث کی تائید ۱۷۱

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا ۱۷۲

تشہد یعنی التحیات پڑھنے کا حکم ۱۷۳

تعلیم تشہد کے متعلق ایک اور حدیث ۱۷۴

نماز میں درود پڑھنے کا حکم ۱۷۵

درود جو نماز میں پڑھی جاتی ہے ۱۷۶

تشہد کے بعد کی دعاء ۱۷۷

تشہد کے بعد کی ایک اور دعا ۱۷۸

نماز میں دائیں بائیں سلام پھیرنا ۱۷۹

فرض نماز کے بعد پڑھنے کی دعا۔ ۱۸۰

نماز کے بعد پڑھنے کی ایک، اور دعا ۱۸۱

نماز کے بعد استغفار کرنا ۱۸۱

نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنے کی فضیلت ۱۸۲

نماز کے بعد کی ایک اور دعا ۱۸۳
نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنے
کی فضیلت ۱۸۴
نماز اس طرح پڑھنی چاہئے
جس طرح رسول اللہ پڑھا کرتے
تھے۔ ۱۸۶
بیٹھ کر لیٹ کر یا اشارہ سے
نماز ادا کرنا ۱۸۶
مریض کے اشارہ سے نماز
پڑھنے کا طریقہ ۱۸۷

کتاب الجامع

باب الادب ۱۹۹
ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان
پر چھ حقوق ۱۹۹
انسان خدا کا شکر گزار کیسے بن
سکتا ہے؟ ۲۰۱
نیکی اور بدی (گناہ) کی حقیقت ۲۰۲
جب تین آدمی اکٹھے ہوں تو دو
الگ سرگوشی نہ کریں ۲۰۲
آداب مجلس ۲۰۳
کھانے کے بعد ہاتھ چاٹنا ۲۰۴
سلام میں پہل کیسے کرنی چاہئے ۲۰۴
سلام کرنے یا سلام کا جواب
دینے کے لئے جماعت میں سے
ایک آدمی کافی ہے ۲۰۵
غیر مسلموں کو سلام کرنے میں
پہل نہیں کرنی چاہیئے ۲۰۶
چھینک پر الحمد للہ کہنا ۲۰۷
کھڑے ہو کر پانی پینے کی
ممانعت ۲۰۷
جوتا پہننے اور اتارنے کا طریقہ ۲۰۸
صرف ایک پاؤں میں جوتا پہن کر
نہیں چلنا چاہیئے۔ ۲۰۸
فخریہ کپڑے لٹکا کر چلنا منع
ہے۔ ۲۰۹
دائیں ہاتھ سے کھانے پینے
کا حکم ۲۱۰
فخر و اسراف سے پرہیز کرنے
کی ہدایت ۲۱۰

مصالح و مسائل (آداب) ۲۱۱

باب البر والصلۃ ۲۱۳
صلۂ رحم کے فوائد و اثرات ۲۱۳

قاطع رحم جنت میں نہیں جائیگا ۲۱۳
چند حرام اور مکروہ اعمال ۲۱۴
والدین کی رضا اور ناراضگی ۲۱۵
ہمسایہ کا حق ۲۱۶
تین بڑے بڑے گناہ ۲۱۶
اپنے والدین کو گالیاں دینا گناہ کبیرہ ہے۔ ۲۱۷
دو مسلمانوں کے تین دن سے زیادہ ناراض رہنا روا نہیں ہے ۲۱۸
ہر نیکی صدقہ ہے ۲۱۹
معمولی سے معمولی نیکی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہئے ۲۱۹
کھانے میں پڑوسیوں کو شریک کرنا ۲۰۰
جب ایک بندہ کسی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے ۲۲۰
نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کا اجر ۲۲۱
اللہ کے نام پر مانگنے والے کا سوال پورا کرو ۲۲۲
مصالح ومسائل (نیکی اور احسان) ۲۲۳
باب الزهد والورع ۲۲۶
خیروشر کا سرچشمہ دل ہے ۲۲۶
بندۂ زر کی حالت زار ۲۲۸
دنیا میں پردیسی اور مسافر کی طرح زندگی بسر کرو ۲۲۹
تشبہ بالکفار کی ممانعت ۲۳۰
ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرو ۲۳۱
محبوب الٰہی اور محبوب خلائق بننے کا طریقہ ۲۳۲
اللہ کو کون سا بندہ محبوب ہے ۲۳۳
غیر متعلق باتوں کو ترک کر دینا بھی اسلام کی خوبی ہے ۲۳۴
شکم انسان بدترین برتن ہے ۲۳۵
بہترین گنہگار وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں ۲۳۶
خاموشی حکمت ہے ۲۳۷
مصالح ومسائل (زہد وتقویٰ) ۲۳۷
باب الترهيب من مساوي الاخلاق ۲۴۰
حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے ۲۴۰
سابقہ حدیث کی تائید ۲۴۰

غصہ کو ضبط کرنا اصل بہادری ہے	۲۴۱
قیامت کے دن کی تاریکی	۲۴۲
ظلم اور بخل سے بچنے کی ہدایت	۲۴۲
ریاکاری شرک اصغر ہے	۲۴۳
منافق کی تین نشانیاں	۲۴۴
منافق کی چوتھی نشانی	۲۴۴
مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کر دینا کفر ہے	۲۴۵
بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے	۲۴۵
ظالم حکمران پر جنت حرام ہے	۲۴۶
ظالم حاکم کے لئے بددعا	۲۴۷
چہرہ پر مارنے کی ممانعت	۲۴۷
غصہ نہ کرنے کی نصیحت	۲۴۸
اللہ کے مال میں تصرف بیجا کرنے کی سزا دوزخ ہے	۲۴۹
اللہ نے ظلم حرام کر دیا ہے	۲۴۹
غیبت اور بہتان کی حقیقت	۲۵۰
مسلمانوں کے باہمی حقوق و مراسم	۲۵۲
منکرات سے بچنے کے لئے نبی کریمؐ کی دعا	۲۵۳
مذاق اور وعدہ خلافی فساد کا باعث ہے	۲۵۴
بخل اور بد اخلاقی مومن کا کام نہیں ہے۔	۲۵۵
گالی گلوچ کا وبال شروع کرنے والے پر پڑتا ہے	۲۵۶
مسلمان کا حامی خدا ہے	۲۵۶
فحش گو مبغوض خدا ہے	۲۵۷
مومن طعان، لعان، بے حیا اور فحش گو نہیں ہوتا	۲۵۷
مُردوں کو بُرا بھلا مت کہو	۲۵۸
چغلخور کو جنت میں داخلہ نہیں ملے گا۔	۲۵۹
غصہ روکنے کا اجر	۲۵۹
سابقہ حدیث کی تائید	۲۶۰
دغاباز، بخیل اور بدمعاملہ شخص جنت میں نہیں جانے گا	۲۶۰
چھپ چھپ کر باتیں سننے والے کی سزا	۲۶۱

Marfat.com

اپنے عیبوں کو دیکھنے والا شخص بڑا خوش نصیب ہے ۲۶۲
متکبّر کا انجام ۲۶۳
جلد بازی شیطان کا کام ہے ۲۶۴
بدخلقی نحوست ہے ۲۶۴
لعنت کرنے والوں کا انجام ۲۶۵
کسی کو گناہ پر رسوا کرنے کا انجام ۲۶۵
ہنسانے کے لئے جھوٹ بولنا بھی تباہی کا موجب ہے ۲۶۶
غیبت کا کفارہ ۲۶۷
خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض شخص ۲۶۸
مصالح ومسائل (اخلاق ذمیمہ سے بچاؤ)
بابُ الترغیب فی مکارم الاخلاق ۲۷۱
سچ اور جھوٹ کے نتائج ۲۷۱
بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ ۲۷۲
راستے کے حقوق ۲۷۳
تفقہ فی الدین کی حقیقت ۲۷۴
اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ بھاری چیز ۲۷۴
شرم وحیا ایمان کا حصہ ہے ۲۷۵
بے شرمی کا نتیجہ ۲۷۶
طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے ۲۷۷
فخر چھوڑ کر تواضع اختیار کرو ۲۷۸
مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت ۲۷۹
سابقہ حدیث کی تائید ۲۸۰
صدقہ، عفو اور تواضع ۲۸۰
جنت میں داخل ہونے کا طریقہ ۲۸۱
دین نصیحت ہے ۲۸۳
تقویٰ اور حسن اخلاق ۲۸۴
رسائی کا ذریعہ حسنِ اخلاق ہے نہ کہ مال ۲۸۴
ہر مومن اپنے دوسرے بھائی کا آئینہ ہے۔ ۲۸۵
معاشرہ میں گھل مل کر رہنا کنارہ کشی سے بہتر ہے ۲۸۶
حسن اخلاق کے لئے دعا ۲۸۷
مصالح ومسائل (ترغیب حسن اخلاق) ۲۸۸
بابُ الذِّکرِ وَالدُّعا ۲۹۲
جب بندہ ذکر الٰہی کرتا ہے تو اللہ

اس کے ساتھ ہوتا ہے ۲۹۲

ذکر الٰہی عذاب سے رستگاری کا باعث ہے ۲۹۳

مجلسِ ذکر پر اللہ کی رحمت چھا جاتی ہے ۔ ۲۹۴

ذکر الٰہی اور درود رسول سے خالی محفل کا انجام ۲۹۴

ایک دعا اور اسکے پڑھنے کا اجر ۲۹۵

گناہ بخشوانے کا ایک آسان طریقہ ۲۹۶

ایک نہایت اہم دعا ۲۹۷

باقیات الصالحات ۲۹۷

واقعہ نذرِ کلمات ۲۹۸

جنت کا ایک خزانہ ۲۹۹

دعا عبادت ہے ۳۰۰

دعا عبادت کا مغز ہے ۳۰۱

دعا سب سے زیادہ مکرم چیز ہے ۳۰۱

دعا کی قبولیت کا خاص وقت ۳۰۲

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے ۳۰۳

دعا کے بعد ہاتھ چہرہ پر پھیرنا ۳۰۳

سابقہ حدیث کی تائید ۳۰۴

نبی کریمؐ پر بکثرت درود بھیجنے والے کا مرتبہ ۳۰۴

سید الاستغفار ۳۰۵

صبح شام پڑھنے کی دعا ۳۰۶

ایک اور دعا ۳۰۸

ایک اور دعا (قرض اور دشمن سے بچنے کے لئے) ۳۰۸

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پسندیدہ دعا ۳۰۹

صبح شام پڑھنے کی ایک اور دعا ۳۱۱

دنیا اور آخرت کے لئے جامع دعا ۳۱۱

ایک اور دعائے استغفار ۳۱۲

معاش و معاد کی بہتری کے لئے دعا ۳۱۴

علم کی نفع رسانی کے لئے دعا ۳۱۵

سابقہ حدیث کی تائید ۳۱۶

ایک دعا جو حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کو تعلیم فرمائی ۳۱۷

دو کلمے جو حمد اور تسبیح محبوب ہیں ۳۱۸

مصائب و مسائل (ذکر و دعا) ۳۲۰

مختصر سوانح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ۳۲۴

باسمہٖ تعالیٰ

سرِ آغاز

انسان کا مقام | کائنات بے شمار مخلوقات پر مشتمل ہے۔ فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک اور تحت الثریٰ سے عقدِ ثریا تک یوں تو ربِ ذوالجلال کی تخلیق کے بے حد و بے شمار شاہکار موجود ہیں۔ لیکن ان سب میں انسان کو جو شرف عطا فرمایا گیا۔ وہ کسی اور مخلوق کے حصے میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت خود اس طرح فرمائی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو جس قدر دماغی اور جسمانی صلاحیتیں ودیعت فرمائی گئی ہیں کسی اور ذی حیات کو نہیں بخشی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے اشرف المخلوقات قرار دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام کائنات میں انسان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تمام کائنات انسان کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔ اس مضمون کو حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے انسان کو مخاطب کر کے یوں بیان کیا ہے ؎

جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

زیادہ واضح طور پر ہم اس بات کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ دنیا جہان کی تمام چیزیں انسان کے دستِ قدرت میں دے دی گئی ہیں۔

اس تمام کائنات کا مالکِ حقیقی خدا ہے اور اسی مالک الملک نے خالق اس مملکت کا انسان کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ [illegible] وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے۔ [illegible]

مقابلہ کا پہلا امتحان | تخلیقِ آدم سے پہلے یہاں جو مخلوق آباد تھی وہ جنات [illegible]

کائنات عالم وجود میں آچکی تھی لیکن خدا نے اس میں ابھی تک کسی کو اپنا خلیفہ (نائب) نامزد نہیں فرمایا تھا۔ یہ شرف انسان کے لیے مقدر ہوچکا تھا۔ اس لیے تمام مخلوقات نے خلافتِ الٰہی کا بار اُٹھانے سے معذوری ظاہر کردی۔ "اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ" ہم نے اپنی امانت زمین و آسمان اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی لیکن اُنھوں نے اسے اُٹھانے سے معذوری ظاہر کردی اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اُٹھالیا، گویا یہ مقابلے کے امتحان میں انسان کی پہلی کامیابی تھی۔ ذمہ داری کے جس بوجھ کو آسمان سے لے کر زمین تک پہاڑ سے لے کر ذرہ تک کوئی نہ اُٹھا سکا۔ انسان نے اُسے بلاجھجک اُٹھانے کی حامی بھر لی ۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید   قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

مقابلہ کا دوسرا امتحان

انسان کو خلافتِ الٰہی کا اعزاز حاصل کرنے کے لیے مقابلہ کا ایک دوسرا امتحان پاس کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اکٹھا کر کے اعلان کیا۔ "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" "میں زمین میں اپنا ایک نائب مقرر کرنا چاہتا ہوں" اور جب فرشتوں نے اس نامزد کیے جانے والے "خلیفہ" یعنی حضرت انسان کے متعلق اپنے قیاس کے مطابق شک و شبہ کا اظہار کیا تو انھیں اور آدم کو پھر مقابلہ کے امتحان میں بٹھا دیا گیا۔ پرچہ امتحان میں بس ایک ہی سوال تھا کہ کائنات جن اشیاء و موجودات پر مشتمل ہے اُن کے اسماء (نام اور آثار و خواص) بتا دیے جائیں۔ فرشتے اس کے حل سے عاجز رہ گئے، لیکن "آدم" نے سب کچھ فرفر بتا دیا۔ امتحان کے ان بنیادی مراحل سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کے بعد انسان خلافتِ الٰہی کا مستحق بن چکا تھا چنانچہ اُس کی خلافت کا باضابطہ اعلان کر دیا گیا اور کائنات کی تمام طاقتوں کو اُس کے آگے سجدہ ریز یعنی مطیع فرمان ہونے کا حکم دیا گیا جس کی تعمیل سے صرف شیطان نے انکار کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو شیطان کے سوا کائنات کی ہر چیز پر تصرف و اختیار حاصل ہے اور وہ اسے مسخر کرنے اور اس سے کام لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۹ تا ۳۳ ملاحظہ فرمائیں)

22047

انسان کا زمین پر نزول

مقابلے کے پے در پے امتحانوں میں کامیاب ہونے کے بعد انسان کو جس انعام سے نوازا گیا وہ یہ تھا کہ اسے زمین کا چارج باقاعدہ حوالے کرنے سے پہلے جنت الفردوس میں رہنے کا ٹھکانہ دیا گیا گویا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ انسان کا اصل ٹھکانہ تو یہ بہشت بریں ہے اور زمین کی خلافت ایک عارضی اور آزمائشی دور ہے سو اس میں کامیاب ہوں گے اور امانت خلافت کے فرائض کو ٹھیک ٹھیک انجام دیں گے انھیں دنیا کی عارضی زندگی کے بعد پھر اسی مقام محمود میں پہنچا دیا جائے گا۔

بالآخر انسان کو زمین پر اتارا گیا اور خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے جب اس نے زمین پر قدم رکھا تو تمام کائنات ارضی و سماوی کا وہ "مختار" تھا۔ اسے آزادی اور اختیار دے دیا گیا تھا کہ اس امانت میں وہ جس طرح چاہے تصرف کرے لیکن چونکہ وہ اس کائنات کا مالک نہیں بلکہ امین ہے اس لیے اس کے لیے معقول طرز عمل یہی ہے کہ امانت میں مالک کی مرضی اور منشا کے مطابق تصرف کرے اور من مانی کارروائی ہرگز نہ کرے ورنہ خیانت کا مرتکب ہوگا۔ ساتھ ہی اسے اس کا مقصدِ تخلیق بھی بتا دیا گیا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ "میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے سوا اور کسی لیے پیدا نہیں کیا۔" اب سوال یہ ہے کہ انسان کا مقصدِ تخلیق کیسے پورا ہو اور اسے خدا کی مرضی و منشا کیسے معلوم ہو تاکہ وہ خدا کی اس زمین پر اس کا نائب و نمائندہ اور خلیفہ ہونے کا فرض احسن طریقہ پر انجام دے سکے۔

وحی اور نبوت کی ضرورت

جب خدا نے انسان کو اپنی خلافت کے لیے منتخب فرما کر امانت کا یہ بھاری بوجھ اس پر ڈال دیا ہے۔ اس نے اپنی مرضی و منشا کے اظہار و اعلان کا بھی بندوبست فرما دیا ہے۔ یہ انتظام اللہ تعالیٰ نے "وحی" کے ذریعہ فرمایا ہے۔ خدا نے انسان تک اپنا پیغام پہنچانے کا کام ایک جلیل القدر فرشتہ سے لیا ہے جس کا نام جبرائیل علیہ السلام ہے۔ جبرائیل علیہ السلام خدا کا جو پیغام انسان تک پہنچاتے ہیں وہ پیغام "وحی" کہلاتا ہے اور

جس برگزیدہ انسان تک خدا کا یہ پیغام پہنچتا ہے اُسے "نبی" یا "رسول" کہا جاتا ہے جس طرح ایک بادشاہ اپنی مرضی و منشا اپنی رعایا کے ایک ایک فرد کو الگ الگ نہیں بتاتا بلکہ اپنے ایک خاص نمائندے (حاکم یا گورنر) کو اپنی پالیسی سے چند ضروری ہدایات کے ساتھ آگاہ کر دیتا ہے اور پھر اس کی تشہیر و تبلیغ کر کے عوام کو اس سے آگاہ کرنا اور اس کے مطابق حکومت کرنا اس حاکم یا گورنر کا کام ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنی مرضی و منشا دنیا کے ہر انسان کو الگ الگ نہیں بتاتا بلکہ اپنی مرضی و منشا کے مظہر احکام و فرامین حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی کی صورت میں اپنے ایک برگزیدہ بندے نبی یا رسول تک پہنچاتا ہے اور اب یہ نبی یا رسول کا کام ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے احکام و فرامین عام انسانوں تک پہنچائے تاکہ وہ زندگی میں خدا کی مرضی و منشا کے مطابق عمل کر کے اس کی خلافت و نیابت کا حق ادا کر سکیں۔

پہلا اور آخری دین

اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں انسان کو پیدا کرنے کے بعد اسے جہالت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیے مارنے کے لیے نہیں چھوڑ دیا بلکہ اُسے وحی کی صورت میں علم کی روشنی عطا فرمائی اور زندگی بسر کرنے کے لیے صحیح راستہ اور مکمل نظامِ حیات عطا فرمایا۔ اسی راستہ اور نظامِ حیات کا نام "اسلام" ہے۔ یہ راستہ اسی دن سے متعیّن ہو چکا ہے جس دن سے حضرت آدمؑ نے زمین پر قدم رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام وہ دین نہیں ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے مکّہ سے شروع ہوا تھا بلکہ اسلام کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ دُنیا کا سب سے پہلا انسان خدا کا سب سے پہلا نبی بھی تھا۔ حضرت آدمؑ کے دَور میں انسانی معاشرت بے حد سیدھی سادی تھی پھر جیسے جیسے نسلِ آدم بڑھتی گئی، زندگی میں بھی تنوع پیدا ہوتا گیا اور انسان کی معاشرتی و تمدّنی ضروریات بڑھتی گئیں۔ یکے بعد دیگرے نوعِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اور خدا کی مرضی و منشا، انسانوں کو بتانے کے لیے نبی آتے رہے اور اس طرح انسانوں کی تمدّنی اور معاشرتی ضروریات کے مطابق خدا کی طرف سے ہدایات کے نزول کا سلسلہ جاری

رہا جب بھی انسان اس راستے سے ہٹا تاریخ گواہ ہے کہ وہ تباہی و خسران سے دوچار ہوا اور دنیا فتنہ و فساد سے بھر گئی اور جب اُس نے اس راستہ کو اختیار کیا تو فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوا اور دنیا امن و سکون کا گہوارہ بن گئی۔

وہ دین اسلام جس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا تھا بتدریج معراج کمال تک پہنچا اور نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مکمل ہوا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔ دراصل دنیا میں جو مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں اُن میں سے بیشتر مختلف انبیاء کے پیش کردہ دین اسلام ہی کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ ان میں اخلاق و شرافت، نیکی و تقویٰ، زہد و عبادت وغیرہ کے جو تصورات مسخ شدہ حالت میں باقی ہیں وہ سب ان انبیاء ہی کی دعوت کا نتیجہ ہیں اسی لیے کہا گیا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ اللہ کے نزدیک صرف ایک ہی دین ہے اور وہ ہے اسلام۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خدا کی فرمانبرداری کی ایک ہی صورت ہے اور اس کی نافرمانی کی بے شمار شکلیں ہو سکتی ہیں۔

ہے سیدھا رستہ ایک فقط اور ٹیڑھے رستے لاکھوں ہیں
فطرت میں تو باطل بھی اک ہے عنوان بدلتے رہتے ہیں

ریاضی کا ایک سیدھا سا مسئلہ ہے۔ دو نقطوں کے درمیان سیدھا خط ایک اور صرف ایک ہو سکتا ہے اور اُن کے درمیان ٹیڑھے خطوط بے شمار کھینچے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح انسان اور خدا کے درمیان صحیح تعلق کی نوعیت ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے اور وہ ہے اسلام۔ اس کے علاوہ اور جتنی شکلیں بھی ہوں گی سب غلط اور باطل ہوں گی۔

سلسلۂ انبیاء اور اُن کی دعوت

نوعِ انسانی کی ابتدائی شکل
اور انسانوں کو ان سے [illegible]

اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا بتانے کے لیے نبیوں کی آمد کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السّلام سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم تک جاری رہا۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ سلسلۂ نبوت پر مہر لگا دی گئی۔ اس لیے آپؐ کے بعد دنیا کے کسی گوشہ میں اور تا قیامت کسی زمانہ میں اگر کوئی شخص کسی بھی روپ میں نبوّت کا دعویدار ہو تو یقیناً وہ کاذب ہوگا دنیا کو اس فتنہ سے خبردار رہنا چاہیے۔

تاریخ عالم میں یہ بات ایک حقیقت ثابتہ کے طور پر موجود ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم تک جن بے شمار افراد نے دنیا کے مختلف علاقوں، ملکوں اور قوموں کے درمیان اپنے آپ کو خدا کے فرستادہ "نبی" کی حیثیت سے پیش کیا، اُن کی اخلاقی اور معاشرتی زندگی انتہائی صاف ستھری اور سیدھی سچی تھی وہ اس قدر بے داغ سیرت و کردار کے مالک تھے کہ اُن کے بدترین دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور رہتے۔ اپنی نجی محفلوں میں اور دل کی گہرائیوں میں ان کی اخلاقی برتری کے سبب انھیں محترم شخصیت تسلیم کرتے تھے لیکن جب خدا کے یہ برگزیدہ بندے اپنے آپ کو خدا کے فرستادہ نمائندے (نبی) کی حیثیت سے اُن کے سامنے پیش کرتے تھے تو انھیں ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے میں تامل ہوتا تھا اور وہ تذبذب میں پڑ جاتے تھے۔ کیونکہ ہر نبی اُن سے یہی کہتا تھا "اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ" (میں تمھارے لیے رسول امین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (سورہ الشعراء)"۔

رسول امین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ بلا کم و کاست وہ پیغام جو خدا نے بذریعہ وحی مجھے بھیجا ہے تمھیں سنا رہا ہوں لہٰذا تم اللہ سے ڈرتے ہوئے میری بات سنو اور مانو۔ زندگی کے تمام معاملات میں میری پیروی کرو اور من مانی چھوڑ دو۔ لیکن شاید انسان کے لیے سب سے مشکل کام یہی ہے۔ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا سکتا ہے۔ آسمان کے تارے توڑ کر لا سکتا ہے۔ سمندر کا سینہ چیر کر اس کی تہہ میں چھپے خزانے باہر نکال سکتا ہے لیکن اپنی "من مانی" سے بہ آسانی نہیں ٹل سکتا اور شاید اسی بنا پر اُسے اللہ تعالیٰ نے امانت خلافت کا بار اُٹھا لینے پر "ظَلُوْمًا جَھُوْلًا" بھی کہا تھا۔ یعنی

انسان اپنی ہٹ دھرمی اور جہالت کے سبب اپنی ہی ذات پر ظلم کرنے سے بھی نہیں ٹلے گا ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا الٰہ (معبود) بنا لیا ہے۔

دعوتِ انبیاء "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ" سے یہ بات بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ سے ڈرنے کا لازمی نتیجہ اور تقاضا یہ ہے کہ نبی کی اطاعت کی جائے کیونکہ نبی اللہ کا نمائندہ ہے وہ زمین میں اللہ کی مرضی و منشا پوری کرنے کے لیے مامور کیا گیا ہے اور اللہ نے اپنی پسند و ناپسند کو واضح کرنے کے لیے بذریعہ وحی اپنے احکام و فرامین سے اُس کو آگاہ کر دیا ہے اور اب اُن کی تبلیغ کرنا اور عوام الناس تک انھیں پہنچانا نبی کی ذمہ داری ہے لیکن زبردستی کسی کو راہ راست پر لے آنا اُس کے بس میں نہیں ہے۔

خاتم النبیین

بعثت انبیاء کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر ہزار ہا سال تک جاری رہا۔ آخر کار تاریخ انسانی میں ایک وقت ایسا بھی آ گیا، جب کہ پوری دنیا کو ایک ہی مرکزی نظام اطاعت کے تحت منظم کیا جا سکتا تھا اور ایک ہی شریعت پوری دنیا کے لیے کفایت کر سکتی تھی اس لیے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سلسلہ کو ختم کر دیا گیا اور آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی شخص کسی رنگ اور کسی صورت میں نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور اس پر خدا کی طرف سے وحی کا نزول ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی کسی حرکت کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے اس کے فتورِ عقل اور ذہنی مراق ہونے کے سوا اور کچھ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس صورت میں اس کا اصل مقام پاگل خانہ ہوگا اور اگر وہ انتہائی عیار و مکار ہونے کے باعث کسی شیطانی منصوبہ کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے تو وہ پوری امت کے نزدیک باغی اور غدار قرار پائے گا اور مسلم معاشرہ اسے اپنے اندر جینے کا حق دینے پر بھی رضامند نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایسے تمام مدعیان نبوت کے خلاف علم جہاد بلند کر کے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ آج کل بھی دو مسلمان ملکوں میں

جن کے نظامِ سیاست وقانون کی بنیاد اسلام (قرآن وسنت) پر ہے اپنی سرزمین پر کسی ایسے فرد کو قدم رکھنے کی بھی اجازت دینے کو تیار نہیں ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کو تسلیم کرتا ہو۔

قرآن اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو ہدایات نازل فرمائی ہیں، اُن کے مجموعہ کا نام "قرآن" ہے۔ گویا یہ وہ کتاب "آئین" ہے جو دنیا کے نظام کو خدا کی مرضی ومنشا کے مطابق چلانے کے لیے ایک نہایت مضبوط و مستحکم بنیاد فراہم کرتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آئین کے مطابق ایک نہایت ترقی پذیر معاشرہ قائم کرکے زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ اہلِ عالم کی رہنمائی فرمائی اور خدا کی مرضی ومنشا کو دنیا میں عملاً نافذ اور قائم کرکے تخلیقِ انسان کے مقصد کو پورا کیا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ انسان دنیا میں خدا کی خلافت اور نیابت کا فرض کس طرح انجام دے سکتا ہے۔ جو لوگ انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کے نظریہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اپنے اس مقام سے آگاہ ہیں کہ وہ دنیا میں کوئی حقیر و ذلیل اور گری پڑی مخلوق نہیں ہیں بلکہ خلافتِ الٰہی کا تاج اُن کے سر پر ہے، اُن کے لیے اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اُن کا یہ شرف اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ وہ دنیا میں اپنی زندگی کو خدا کی مرضی ومنشا کے مطابق بسر کریں اور یہاں وہ نظامِ حق برپا کرنے کی عملاً جدوجہد کریں جس کے نتیجہ میں دنیا امن وسکون صلح و آشتی اور مسرت و عافیت کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

سنّتِ نبوی زندگی کے معمولات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقہ اور طرزِ عمل اختیار فرمایا اُسے اصطلاحِ شریعت میں سنّت کہا جاتا ہے۔ اور چونکہ ایک نبی وہی طرزِ عمل اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور مطلوب ہوتا ہے اور بذریعہ وحی اُسے بتایا جاتا ہے۔ اس لیے خدا کی مرضی و منشا کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے سنّت کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی میں سنّت کا بہت چرچا سننے میں آتا ہے۔ واعظ اور علماء حضرات لوگوں کو بتلاتے رہتے ہیں کہ

فلاں فلاں کام سنّت ہیں مثلاً ڈاڑھی رکھنا سنّت ہے۔ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہننا سنّت ہے۔ داہنے ہاتھ سے کھانا کھانا سنّت ہے۔ میٹھ کر تین وقفوں کے ساتھ پانی پینا سنّت ہے وغیرہ وغیرہ۔ آجکل انھی سنتوں پر زور ہے۔ حالانکہ آنحضورؐ نے اپنی نجی (پرائیوٹ) زندگی سے لے کر ایک سیاسی حکمران ہونے تک، گھر خاندان محلہ برادری بازار، منڈی، کھیت، مسجد، میدانِ جنگ، کرسی عدالت، مسند حکومت تک جتنے بھی انقلابی اقدامات فرمائے ہیں وہ سب سنّت ہیں۔ اوپر مثال کے طور پر جن چند سنتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں اُن کا استخفاف کرنا یا اُن کی اہمیت کم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اُن اہم اور ضروری سنتوں کو آج ہم اجتماعی طور پر بھلا چکے ہیں اُن کی طرف علماء، واعظین، مبلغین و مصلحین کی توجہ مبذول کرانا اصل مقصد ہے۔

یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے لوگ ایک خاص ناپ کی ڈاڑھی نہیں رکھتے تھے، ایک خاص وضع قطع کا لباس نہیں پہنتے تھے۔ ایک خاص طرز کی حجامت نہیں بنواتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اس مخصوص وضع قطع کو اپنانے کی تلقین کرنے کے لیے ہی دنیا میں مبعوث فرمائے گئے تھے؟ اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا فسق و فجور اور فتنہ و فساد سے بھری ہوئی تھی۔ اللہ کی اطاعت کے بجائے طاغوت کی اطاعت کے راستہ پر چل رہی تھی۔ دنیا میں خدا کی مرضی و منشا پوری ہونے کے بجائے شیطان کی مرضی و منشا پوری ہو رہی تھی اور یہاں ایک باطل نظام کی کارفرمائی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے مبعوث فرمایا گیا تھا کہ انسان کی معیشت و معاشرت سے لے کر حکومت و سیاست تک زندگی کے تمام شعبوں میں جو باطل اخلاق و اصول کارفرما ہیں اُن میں انقلاب برپا کر کے انسانی زندگی کی بنیاد نظامِ حق پر قائم کی جائے۔ نظامِ باطل کی بیخ کنی کر کے اس کی جگہ نظامِ حق کو قائم کرنا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی سنّت ہے۔ کیا ہم ڈاڑھی اور حجامت کی سنّت کے ساتھ ساتھ اس سنّت کو بھی قائم کرنے کے لیے کوئی جدوجہد کرنے کو تیار ہیں۔ اگر ہم اس سنّت کو نہیں اپناتے یا اپنانے کا کوئی ارادہ

اور دلولہ بھی اپنے اندر نہیں پاتے تو محض ڈاڑھی اور حجامت پر ہی سارا زور صرف کرتے رہنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ ہم مغز کو چھوڑ کر محض چھلکے جمع کر رہے ہیں۔ حقیقت سے صرف نظر کر کے محض ظاہر کو سنوار رہے ہیں۔

حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی مرضی و منشا پوری کرنے کے لیے جو طرزِ عمل اختیار فرمایا وہ سنّت کہلاتا ہے اور اس سنت کو جن الفاظ میں آپؐ نے یا آپؐ کے صحابہؓ نے بیان فرمایا اُسے حدیث کہتے ہیں۔ چونکہ سنّت نبوی یا بالفاظِ دیگر خدا کے پسندیدہ طرزِ عمل سے واقفیت حاصل کرنے کا ذریعہ حدیث کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے بزرگانِ اُمت نے احادیث کو جمع کر کے اُن کی چھان پھٹک تحقیق و تنقید اور جرح و تعدیل کو ایک باقاعدہ فن کی حیثیت دے دی۔ دُنیا بھر کی زبانوں کے ادب میں احادیث ہی کو وہ منفرد مقام حاصل ہے کہ ان کی تحقیق و تنقید پر اس قدر کام ہوا ہے کہ اس کی مثال دنیا کی کسی اور شخصیت کے اقوال کے متعلق نہیں مل سکتی۔

خدا نے اپنی مرضی و منشا قرآن پاک کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی ظاہر فرمادی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی انہی اصولوں کے خاکہ میں رنگ بھرتے ہوئے گزاردی اور اُس کی ایک ایک شق پر اس طرح عمل کر کے دکھا دیا کہ طالب حق کے لیے کسی قسم کے شک و شبہ کی اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے۔ عمل کا یہ سارا سرمایہ دُنیا کے سامنے کتابی شکل میں موجود ہے۔ گویا حجت تمام ہوچکی ہے اور اب کوئی شخص یہ عذر پیش نہیں کرسکتا کہ اُس کے پاس خدا کی مرضی و منشا معلوم کرنے کا کوئی وسیلہ اور ذریعہ نہیں تھا اور یوم حساب وہ یہ کہہ کر بری الذمہ نہیں ہوسکتا کہ اُس کی گمراہی کا سبب راہ ہدایت کا واضح نہ ہونا ہے۔ رشد و ہدایت کا راستہ بالکل واضح ہوچکا ہے اور روز بروز واضح تر ہوتا جارہا ہے۔ اب یہ ہر شخص کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآن و سنّت کا مطالعہ کرے اور اپنی تخلیق کی غرض و غایت پوری کر کے دُنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کرے۔

بلوغ المرام

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے متعدد مجموعے کتب احادیث کی صورت میں اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں۔ اُن میں سے چھ مشہور ترین مجموعے "صحاح ستہ" کے نام سے مشہور ہیں :

(١) صحیح بخاری	مُرتبہ	امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ	متوفی	٢٥٦ھ
(٢) صحیح مسلم	مُرتبہ	امام مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ	متوفی	٢٦١ھ
(٣) سنن ابن ماجہ	مُرتبہ	امام محمد بن یزید بن ماجہؒ	متوفی	٢٧٣ھ
(٤) سنن ابی داؤد	مُرتبہ	امام ابوداؤد سلیمانؒ	متوفی	٢٧٥ھ
(٥) جامع ترمذی	مُرتبہ	امام محمد بن عیسٰی ترمذیؒ	متوفی	٢٧٩ھ
(٦) سنن نسائی	مُرتبہ	امام احمد بن شعیب نسائیؒ	متوفی	٣٠٦ھ

ان کے علاوہ چند مجموعے اور بھی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (٧٧٣ھ تا ٨٥٢ھ) نے ان تمام مجموعوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد ان مستند احادیث کو منتخب کیا جو تمام انسانی زندگی کے معاملات میں رہنمائی کے لیے ضروری ہیں اور اس مجموعہ کا نام بلوغ المرام رکھا۔ اس کتاب کو عامۃ المسلمین میں جو قبول عام حاصل ہوا وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ علومِ اسلامیہ کے نصاب میں اس کو شامل کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جملہ مسائل و معاملات سے متعلق احادیث اس مجموعہ میں شامل کر دی گئی ہیں اور آج کل کی مصروف زندگی میں جہاں عوام احادیث کی ضخیم کتابوں کے مطالعہ کا وقت نہیں نکال سکتے اس مختصر مگر جامع مجموعہ سے استفادہ کر کے اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔

شاہراہ اسلام

بلوغ المرام کو زیادہ سے زیادہ عوام تک پہنچانے اور اس کی افادیت کو عام کرنے کے لیے شاہراہ اسلام کے نام سے اس کو اردو زبان میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بامحاورہ اردو سلیس ترجمہ کرنے کے بعد ہر حدیث کی وضاحت کرنے کے لیے اس کے معانی و مطالب کی تشریح پیش کی گئی ہے۔ ہر ایک باب کے ختم ہونے پر اس کے متعلق ایک سیر حاصل مضمون ان احادیث کی روشنی میں سپرد قلم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب کا پہلا حصہ ہے اور اس میں کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الجامع کو شامل کیا گیا ہے۔ کیونکہ متوقع

میں نماز اور حقوق العباد میں اخلاق و معاملات ہی کو اوّلیت حاصل ہے اور انسانی سیرت کی تعمیر میں ان دونوں چیزوں کو جو دخل حاصل ہے وہ بھی محتاج وضاحت نہیں ہے۔

تشریحات میں کسی خاص فقہی یا مذہبی مسلک کو پیش نظر نہیں رکھا گیا بلکہ بالکل غیر جانبدارانہ انداز میں مطالعہ کرنے کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان سے جو کچھ واضح ہوتا ہے اسی مفہوم کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مجھے عالم ہونے کا دعوٰے نہیں ہے اور نہ میں کسی خاص مسلک کا مبلغ ہوں۔ ایک سیدھے سادے مسلمان کی حیثیت سے جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے۔ اُسے میں نے کاغذ پر منتقل کر دیا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ بھی اس جذبے کے ساتھ فرقہ بندی کی عینک اُتار کر اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اگر کسی مقام پر میری لغزش محسوس فرمائیں تو مجھے اس سے مطلع فرمانے میں ہرگز تساہل سے کام نہ لیں۔ میں ان کا ممنون ہوں گا اور وہ عند اللہ ماجور رہوں گے۔

احقر العباد

مختار حسین ناظر القاسمی

کتاب الصلٰوۃ

باب المواقیت

(نماز کے اوقات کا بیان)

پنجگانہ نماز کے اوقات

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی
ہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ
لظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَ
لُّ الرَّجُلِ کَطُوْلِهٖ مَالَمْ یَحْضُرْ وَقْتُ
لعَصْرِ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ
صْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلَاةِ
مَغْرِبِ مَالَمْ یَغِبِ الشَّفَقُ
وَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلٰی
صْفِ اللَّیْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو ظہر کا وقت شروع ہو گیا اور آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر لمبا ہو جانے تک (جب تک عصر کا وقت نہ ہوا ہو) باقی رہے گا۔ اور عصر کا وقت سورج کے زرد نہ ہونے تک ہے اور مغرب کی نماز کا وقت اس وقت تک ہے کہ شفق غائب نہ ہوئی ہو اور عشاء کی نماز کا وقت اوسطاً آدھی رات تک ہے اور صبح کی نماز

صَلوٰۃُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے طلوع نہ ہونے تک ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

تشریح اس حدیث میں پنجگانہ نماز کے اوقات کا تعیّن اس طرح فرما دیا گیا ہے کہ محض مظاہر قدرت کی مدد سے ہی دُنیا کی آبادی کے اکثر و بیشتر حصّہ کے لوگ کسی گھڑی یا مشین کے بغیر ہی مقررہ اوقات معلوم کر کے اپنے رب کی عبادت کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ اس نظامِ اوقات میں سورج کے طلوع و غروب کے نظام کو بنیادی حیثیّت حاصل ہے۔ لہٰذا ذیل میں متعلقہ اصطلاحات کی وضاحت کی جاتی ہے۔

زوالِ آفتاب نصف النہار کی ساعت گزر جانے کے بعد آفتاب کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ نصف النہار کا تعیّن کرنے کے لیے ایک نہایت سادہ سا قدرتی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے وہ اس طرح کہ ایک سیدھی لکڑی عموداً زمین میں گاڑ دی جائے اور اس کے سایہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ نصف النہار سے قبل اس کا سایہ مسلسل گھٹتا رہے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ اس کا سایہ کم سے کم ہو جائے گا اور پھر بڑھنا شروع ہو جائے گا۔ جس وقت سایہ کم سے کم ہو گا۔ وہی ساعت نصف النہار ہے اس وقت جس قدر سایہ ہو گا۔ وہ اس لکڑی کا سایہ اصلی قرار دیا جائے گا ایک چیز کا سایہ اصلی مختلف موسموں میں بلکہ مختلف ایام میں زمین کے مختلف حصّوں میں مختلف ہو گا۔

ظہر کا وقت جب کسی چیز کا سایہ اس کے سایہ اصلی سے بڑھنا شروع ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک بڑھا ہوا سایہ اس چیز کے اصل قد کے برابر نہ ہو جائے باقی رہتا ہے لیکن امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ بڑھا ہوا سایہ اصل قد کے دوگنا ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اُسے ایک مثال سے یوں سمجھیے۔ ایک گز لمبی لکڑی عموداً زمین پر کھڑی کر دی گئی۔ دوپہر کے وقت اس کا

کم سے کم سایہ جو مشاہدہ میں آیا بالفرض تین انچ تھا۔ اس کے بعد جب سایہ بڑھنا شروع ہوا تو ظہر کا وقت ہوگیا اور اُس کا سایہ ایک گز تین انچ (سایہ اصلی + طول قد) ہونے تک باقی رہے گا لیکن حنفی مسلک کے مطابق دو گز تین انچ سایہ ہونے تک باقی رہے گا۔

عصر کا وقت ظہر کا وقت ختم ہوجانے پر عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور سورج کے زرد پڑ جانے تک باقی رہتا ہے۔ اس سے مراد غروب آفتاب کا آغاز ہے

مغرب کا وقت جب سورج پوری طرح غروب ہوجائے تو مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور مغربی افق پر شفق کے موجود رہنے تک باقی رہتا ہے۔

عشاء کا وقت جب مغربی افق پر شفق بالکل غائب ہوجائے اور ہر طرف یکساں اندھیرا چھا جائے تو عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور اوسطاً آدھی رات تک باقی رہتا ہے جس طرح سورج کی مدد سے نصف النہار کا تعین کیا جاسکتا ہے، اس طرح کسی قدرتی ذریعہ سے آدھی رات کا تعین ممکن نہیں ہے اس لیے اوسطاً آدھی رات تک عشا کا وقت قرار دیا گیا ہے۔ لیکن عشاء کا وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک صبح صادق کا طلوع آغاز ہونے تک رہتا ہے مگر آدھی رات گزر جانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھنا ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے۔

فجر کا وقت جب صبح کو مشرقی افق پر سفیدی نمودار ہوجائے تو فجر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور طلوع آفتاب شروع ہونے سے پہلے تک باقی رہتا ہے۔

نماز عصر کب پڑھی جائے

۲۔ دلیلہ من حدیث
بریدۃ فی العصر والشمس

اور امام مسلم نے نماز عصر کے وقت کے
بارے میں حضرت بریدہ سے یہ حدیث روایت کی

بُيْضَآءَ نَقِيَّةٌ ۔" ہے کہ سورج سفید اور صاف ہو۔

تشریح اس حدیث میں نماز عصر کا تعین نہیں کیا گیا بلکہ بالعموم نماز ادا کرنے کے افضل وقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز عصر اس وقت ادا کی جائے جب کہ سورج سفید اور صاف ہو۔

نماز عصر سورج کھڑے پڑھ لی جائے

۳۔ وَمِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں نماز عصر کے وقت کے متعلق آیا ہے کہ سورج بلند ہو۔

تشریح بلند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ افق سے بلند ہو۔

عصر، عشاء اور فجر کے اوقات کی وضاحت

۴۔ وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ایسے وقت ادا فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہم میں سے کوئی مدینہ منورہ کے باہر ہوتا تو وہ نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے مقام پر پہنچتا تو سورج ابھی زندہ (روشن) ہوتا اور وہ عشاء کی نماز دیر سے پڑھنا بہتر خیال فرماتے تھے اور نماز عشاء سے پہلے سو جانا اور اس کے بعد باتیں کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ اور نماز فجر سے اس وقت فارغ ہو جاتے تھے کہ انسان صبح کی روشنی میں اپنے پاس بیٹھنے والے کو پہچان لیتا تھا اور ساٹھ سے سو تک

يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

آیتیں پڑھا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث میں عصر، عشاء اور فجر کی نماز کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول واضح کیا گیا ہے۔ یہاں بھی اوقات کا تعین نہیں بلکہ افضل اوقات کی نشان دہی مطلوب ہے۔

عصر: نماز عصر ایسے وقت ادا کرنا بہتر ہے کہ اگر آدمی بستی سے باہر مضافات میں ہو تو نماز پڑھ کر دن دن میں گھر واپس پہنچ جائے۔

عشاء: عشاء کا وقت شروع ہو جانے کے بعد فوراً نماز ادا کرنے کی نسبت دیر سے ادا کرنا بہتر ہے۔ نماز سے پہلے سونا اور نماز سے فارغ ہو کر گپیں ہانکتے رہنا درست نہیں ہے، دراصل مقصد یہ ہے کہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر نماز پڑھی جائے اور نماز سے فارغ ہو کر سو جانا بہتر ہے کیونکہ نماز کے بعد باتوں میں مشغول رہنے سے ارتکاب گناہ کا احتمال ہو سکتا ہے، اس سے محفوظ رہنے کے لیے نماز سے فارغ ہو کر سو جانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

فجر: نماز فجر پڑھ کر جب فارغ ہو تو اس قدر اُجالا ہو گیا ہو کہ انسان اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو پہچان لے نماز فجر میں لمبی سورتیں پڑھنا بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی سورتیں پڑھا کرتے تھے جو تقریباً ساٹھ یا سو آیات پر مشتمل ہوتی تھیں۔

وقت ضرورت تقدیم و تاخیر کی اجازت

۵۔ وَعِنْدَهُمَا مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ: وَالْعِشَاءَ اِذَا رَآهُمْ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَاِذَا رَآهُمْ اَبْطَؤُا اَخَّرَ ... يَفْقِدُهُمَا وَاِذَا ... [illegible]

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے حضرت جابرؓ کی حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کبھی کبھی پہلے

إِذَا رَآهُمْ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَأُوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ

(جلدی) پڑھ لیتے تھے اور کبھی کبھی دیر سے ادا فرماتے تھے۔ جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو چکے ہیں تو جلدی پڑھ لیتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے جمع ہونے میں دیر کی ہے تو آپ بھی تاخیر فرماتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز منہ اندھیرے ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محلہ کی مسجد کے عام نمازی جب جمع ہو جائیں تو نماز اوّل وقت ادا کر لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اگر نمازیوں کے جمع ہونے میں دیر ہو جائے تو ان کا انتظار کرنا بہتر ہے۔ یعنی ہنگامی حالات کے مطابق تقدیم و تاخیر سے نماز ادا کرنا جائز ہے لیکن نماز فجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے منہ اندھیرے ہی پڑھ لیا کرتے تھے یعنی فجر کی نماز میں نمازیوں کے انتظار میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔

نماز فجر منہ اندھیرے پڑھی جائے

۶- وَلِمُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی یہ حدیث روایت کی گئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے وقت ہی شروع فرما دیتے تھے اور لوگ ایک دوسرے کو اندھیرے کی وجہ سے پہچان نہیں سکتے تھے۔

تشریح اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کی جماعت اوّل وقت کھڑی ہو جانی چاہیئے جبکہ خوب جھٹپٹا ہو اور لوگوں کا ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل ہو۔

نمازِ مغرب سے کب فارغ ہوں

۷۔ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے بعد ہم میں کوئی جب واپس لوٹتا تو اتنی تیز روشنی ہوتی کہ وہ اپنی تیر اندازی کے مقامات کو دیکھ لیتا تھا" (متفق علیہ)

تشریح یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ نمازِ مغرب پڑھ کر ایسے وقت فارغ ہو جانا چاہئیے جب کہ اتنی روشنی باقی ہو کہ دور پیش کی چیزیں بخوبی نظر آسکیں۔

اوقاتِ نماز کے تعین میں امت کی سہولت کا لحاظ

۸۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ بِالْعِشَاءِ حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى وَقَالَ اِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے لیے تاخیر کی یہاں تک کہ رات کا زیادہ حصہ گذر گیا۔ پھر آپ گھر سے نکلے اور نماز ادا کی اور فرمایا "بیشک نمازِ عشاء کا یہی وقت مقرر کیا جاتا اگر میری امت پر گراں نہ گذرتا۔"

تشریح اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اوقات کے تعین میں امت کی سہولت کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ کوئی ایسا وقت مقرر نہیں فرمایا کہ جس میں نماز پڑھنا عام انسانوں کے لیے دشوار اور دقت

طلب ہو، قربان جائیے اس رحمت مجسم کے کہ جس نے خود سختیاں اٹھائیں لیکن امت کے لیے سہولتیں مہیا کر دیں۔

گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھو

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب گرمی شدّت اختیار کرے تو نماز ٹھنڈے وقت ادا کرو۔ بیشک گرمی کی شدّت دوزخ کے سانس سے پیدا ہوتی ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی امّت کی سہولتوں کا بہت زیادہ خیال تھا۔ یہ حکم نماز ظہر کے متعلق ہے کہ جب شدید گرمی ہو تو کچھ انتظار کیا جائے جب گرمی کم ہو جائے تو پھر نماز ادا کی جائے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ٹھنڈک کے انتظار میں وقت کو بالکل عصر کے وقت کے قریب ہی پہنچا دیا جائے۔ اعتدال بہرحال ملحوظ رہنا چاہیے۔

نمازِ فجر صبح سویرے ادا کرنے کی فضیلت

۱۰۔ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْبِحُوْا بِالصُّبْحِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِاُجُوْرِكُمْ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهٗ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "فجر کی نماز صبح سویرے (علی الصبح) پڑھا کرو۔ یقیناً اس کا ثواب تمھیں زیادہ ملے گا۔" اس حدیث کو پانچوں محدثین (احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور

اَلتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ۔

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔

تشریح ظاہر ہے کہ بندہ صبح سویرے سو کر اُٹھنے کے بعد جس قدر جلد بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر سر بسجود ہو جائے گا۔ اسی قدر زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اسی لیے نماز فجر علی الصبح پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

فجر اور عصر کی نماز کے متعلق خاص حکم

جبکہ وقت بہت کم رہ گیا ہو

۱۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ۔

مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز فجر کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے حاصل کر لی (پڑھ لی)، تو اس کی نماز فجر ادا ہو گئی اور جس شخص نے نماز عصر کی ایک رکعت سورج غروب ہونے سے پہلے پڑھ لی تو اس کی بھی نماز عصر ادا ہو گئی۔

(متفق علیہ)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کا کم سے کم وقت بھی باقی رہ گیا ہو تو پھر بھی نماز کو قضا کرنا مناسب نہیں ہے مثلاً فجر کی نماز پڑھنے کے لیے ایک شخص جس وقت کھڑا ہوا اس وقت سورج نہیں نکلا تھا لیکن ابھی ایک رکعت ہی مکمل کر پایا تھا کہ سورج کا کنارہ افق پر نظر آیا تو اس شخص کی نماز ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح عصر کی نماز جس وقت شروع کی اس وقت سورج پوری طرح افق سے اوپر باقی رہا تھا لیکن ابھی ایک رکعت ہی مکمل ہونے پائی تھی کہ سورج

ڈوبنا شروع ہوگیا۔ اس صورت میں بھی عصر کی نماز ادا ہو جائے گی۔ لیکن واضح رہے کہ نماز ادا کرنے میں اس قدر تاخیر کر دینا کسی شدید مجبوری کے تحت ہی روا ہو سکتا ہے۔

فجر اور عصر کی نماز کے متعلق حضرت عائشہؓ کی روایت

۱۲۔ وَلِمُسْلِمٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نَحْوَهُ وَقَالَ سَجْدَةً بَدَلَ رَكْعَةٍ " ثُمَّ قَالَ: وَالسَّجْدَةُ إِنَّمَا هِيَ الرَّكْعَةُ.

مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے لیکن اس میں حضورؐ نے رکعت کے بجائے سجدہ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سجدہ سے مراد رکعت ہی ہے۔

تشریح حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ نے آخری وقت میں فجر اور عصر کی کم سے کم ایک رکعت وقت کے اندر ادا کر لینے پر پوری نماز ادا ہو جانے کی رعایت کا اعلان فرمایا تھا۔ بالکل اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی روایت کی۔ لیکن اس میں رکعت پا لینے کے بجائے سجدہ کر لینے کا ذکر ہے لیکن سجدہ سے مراد رکعت ہی ہے کیونکہ سجود پر ہی رکعت پوری ہوتی ہے۔

فجر اور عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا درست نہیں ہے

۱۳۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز

وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُ مُسْلِمٍ "لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ"

نہیں ہے اور عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد سورج کے پوری طرح غائب ہو جانے تک کوئی نماز نہیں ہے (متفق علیہ) اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں "نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے"۔

تشریح یہاں فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد جس نماز سے روکا گیا ہے اس سے نفل نماز مراد ہے۔ قضا نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

طلوع وغروب آفتاب اور نصف النہار کے وقت ادائے نماز اور دفن اموات کی ممانعت

۱۴۔ وَلَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَانَا أَنْ نُصَلِّيَ فِيهِنَّ وَأَنْ نَقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتّٰى تَزُولَ الشَّمْسُ وَحِينَ تَتَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ

مسلم شریف میں حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ تین وقت ایسے ہیں کہ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے روکتے تھے وہ تین وقت یہ ہیں

۱۔ جب تک سورج طلوع ہو کر افق سے بلند نہ ہو جائے۔

۲۔ جب تک سورج بین نصف النہار پر کھڑا رہے اور ڈھل نہ جائے۔

۳۔ اور جب سورج غروب ہونے لگے۔

تشریح طلوع آفتاب:- طلوع آفتاب سے مراد وہ وقت ہے کہ جب افق پر سورج کا کنارہ نظر آ جائے اور بتدریج اونچا ہوتا جائے

حتیٰ کہ سورج کا پورا گولہ افق سے بلند ہو جائے۔

غروب آفتاب:۔ غروب آفتاب سے مراد وہ وقت ہے کہ جب سورج افق کے نیچے چھپنا شروع ہو جائے اور بتدریج نیچے ہوتا چلا جائے حتیٰ کہ پورے کا پورا نظروں سے اوجھل ہو جائے۔

طلوع و غروب کے اوقات کے اندر نماز پڑھنا منع ہے لیکن اگر طلوع و غروب کا آغاز ہونے سے پہلے ہی فجر یا عصر کی نماز کی نیت کر لی ہو اور ایک رکعت پوری ہو چکی ہو تو باقی نماز بھی پوری کر لینی چاہیئے۔

نصف النہار:۔ بوقت دوپہر جب کسی چیز کا سایہ کم سے کم ہو اور مزید گھٹنا بند ہو جائے تو وہ ساعت نصف النہار کہلاتی ہے۔

اِن اوقات میں نفل، فرض یا قضا کسی قسم کی نماز پڑھنا بھی درست نہیں ہے اور مُردوں کو دفن کرنے میں بھی تاخیر سے کام لینا چاہیئے۔

استثنائے یوم جمعہ
برائے نماز بوقت نصف النہار

۱۵ - وَالْحُكْمُ الثَّانِيْ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ وَزَادَ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

بوقت نصف النہار نماز پڑھنے کے متعلق امام شافعیؒ کے نزدیک دوسرا حکم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق ضعیف سند کے ساتھ ہے جس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں "سوائے یوم جمعہ کے"۔

تشریح یعنی نصف النہار کے وقت نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ لیکن جمعہ کے دن اس کی اجازت ہے۔ یہ مسلک صرف امام شافعیؒ کا ہے، جسے اُنھوں نے حضرت ابوہریرہ کی ایک ضعیف سند والی حدیث پر اعتماد کرکے اختیار فرمایا ہے دیگر ائمہ جمعہ کے دن بھی زوال آفتاب کے بعد ہی نماز پڑھنے کے قائل ہیں۔

امام شافعیؒ کے مسلک مندرجہ بالا کی مزید تائید

١٦ - وَكَذَا لِاَبِی دَاؤُدَ عَنْ اَبِی قَتَادَةَ نَحْوَهُ -

اور اسی طرح امام ابوداؤد نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند حدیث روایت کی ہے -

تشریح یعنی حضرت ابوقتادہؓ سے بھی ایک حدیث اسی مضمون کی ابوداؤد نے نقل کی ہے جس میں جمعہ کے دن نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے جو امام شافعیؒ کا مسلک ہے -

بیت اللہ میں ہر وقت نماز پڑھنے اور طواف کرنے کی اجازت

١٧ - وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ - رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ حِبَّانَ -

حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بنی عبد مناف! دن یا رات کا خواہ کوئی وقت ہو اس گھر کا طواف کرنے سے اور نماز پڑھنے سے تم کسی کو بھی مت روکو اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے -

تشریح اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خانہ کعبہ بیت اللہ کے اندر ہر وقت نماز پڑھنے اور طواف کرنے کی اجازت ہے خواہ سورج کے طلوع و غروب کا وقت ہو یا نصف النہار ہو۔ یہ ایک استثنائی صورت ہے - امام شافعیؒ کا عمل اس حدیث کے مطابق ہے لیکن دوسرے ائمہ نے جمہور نے ممانعت

نماز والی احادیث کو ترجیح دی ہے اور وہ بیت اللہ کے اندر بھی ان تین اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے جواز والی حدیث کو نقل نہیں کیا۔

شفق سے کیا مُراد ہے

۱۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّفَقُ الْحُمْرَةُ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَغَيْرُهُ وَقَفَهُ عَلٰى ابْنِ عُمَرَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شفق سے مراد سُرخی ہے۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے اس روایت کو ابن عمر پر ہی موقوف کر دیا ہے۔

تشریح نماز مغرب کے وقت کا تعین کرتے ہوئے بیان کیا گیا تھا کہ شفق کے باقی رہنے تک نماز مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اس حدیث میں شفق کی وضاحت کی گئی ہے۔ شفق سے دراصل وہ سرخی مُراد ہے جو سورج غروب ہو جانے کے بعد مغربی افق پر باقی رہ جاتی ہے۔ اس سرخی کے سبب روشنی بھی نظر آتی ہے لہذا جب تک روشنی رہے گی۔ مغرب کا وقت باقی رہے گا۔ اور جب چاروں طرف یکساں اندھیرا چھا جائے گا تو عشاء کا وقت شروع ہو جائے گا۔

صبح کاذب اور صبح صادق

۱۹۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر (صبح) دو ہیں۔ ایک صبح

اَلْفَجْرُ فَجْرَانِ: فَجْرٌ يُحَرِّمُ الطَّعَامَ وَتَحِلُّ فِيْهِ الصَّلَاةُ وَفَجْرٌ تَحْرُمُ فِيْهِ الصَّلَاةُ: اَيْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ وَيَحِلُّ فِيْهِ الطَّعَامُ رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَاهُ۔

فجر دو ہیں: ایک فجر وہ ہے جو کھانے کو حرام کرتی ہے اور اس میں نماز ادا کرنا جائز ہے اور دوسری صبح وہ ہے کہ جس میں نماز یعنی فجر پڑھنا ناجائز ہے لیکن کھانا حلال ہے۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور دونوں نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔

تشریح اس حدیث میں نماز سے نماز فجر اور کھانے سے روزہ رکھنے کے لیے سحری کا کھانا مراد ہے۔ پہلے صبح کاذب نمودار ہوتی ہے۔ یہ آسمان پر افق سے عموداً طلوع ہوتی ہے اس وقت نماز فجر ادا کرنا حرام ہے لیکن سحری کھانا حلال ہے۔ اس کے بعد افق پر چوڑان میں روشنی نمودار ہوتی ہے۔ یہ صبح صادق ہے اس وقت صبح کی نماز پڑھنا حلال اور سحری کھانا حرام ہوجاتا ہے۔

صبح صادق اور صبح کاذب کی پہچان

۲۰۔ وَلِلْحَاكِمِ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ نَحْوُهُ وَزَادَ فِي الَّذِيْ يُحَرِّمُ الطَّعَامَ اِنَّهُ يَذْهَبُ مُسْتَطِيْلًا فِي الْاُفُقِ وَفِي الْاٰخَرِ: اِنَّهُ كَذَنَبِ السِّرْحَانِ۔

امام حاکم نے اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور جس صبح میں کھانا حرام ہوتا ہے اس کے متعلق یہ الفاظ مزید کہے ہیں "مستطیل شکل میں افق پر پھیلتی ہے" اور دوسری کے بارے میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے "وہ بھیڑیے کی دم کی طرح ہوتی ہے"۔

تشریح یعنی صبح صادق جس میں سحری کھانا حرام ہوجاتا ہے۔ وہ مستطیل شکل میں افق پر نمودار ہوتی ہے اور صبح کاذب کے وقت جو روشنی نمودار ہوتی ہے

وہ افق سے عمودا اُٹھتی ہے جو بھیڑے کی دم کی طرح اوپر سے موٹی اور نیچے سے پتلی ہوتی ہے۔

اوّل وقت نماز ادا کرنے کی فضیلت

۲۱ - وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الصَّلٰوةُ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَا" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَصَحَّحَاهُ وَاَصْلُهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین عمل نماز کو اس کے اوّل وقت ادا کرنا ہے" اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور دونوں نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے اور اس کی اصل صحیحین یعنی بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔

تشریح جب نماز کا وقت ہو جائے تو اوّلین وقت میں ہی ادا کر لینا بہتر ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے ایک فرض واجب ہو جانے کے بعد جلد از جلد اُسے ادا کر کے سبکدوش ہو جانا ہی بہتر اور معقول طریقہ ہے لیکن گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کے لیے یہ حکم ہے کہ کچھ تاخیر سے ادا کی جائے جب کہ وقت نسبتاً ٹھنڈا ہو جائے لیکن اگر ٹھنڈے وقت کے انتظار میں سو جانے کے سبب یا کسی دوسری مصروفیت میں نماز قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر مصلحت یہی ہے کہ اوّل وقت نماز ادا کر کے ہی کسی دوسرے کام میں مشغول ہو۔

اوّل اوسط اور اخیر وقت میں نماز ادا کرنا

۲۲ - وَعَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ اَوَّلُ الْوَقْتِ

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوّل وقت نماز ادا کرنا اللہ کی خوشنودی

رِضْوَانُ اللّٰهِ وَاَوْسَطُهٗ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَاٰخِرُهٗ عَفْوُ اللّٰهِ" اَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطْنِيْ بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ جِدًّا۔

کا ذریعہ ہے۔ اوسط وقت میں ادا کرنا اللہ کی رحمت کا باعث ہے اور آخری وقت میں ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی معافی کا سبب ہے۔ (اس حدیث کو دارقطنی نے ضعیف سند کے ساتھ تحقیق کے بعد بیان کیا۔

تشریح ظاہر بات ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا طالب ہوگا۔ وہ نماز کا وقت ہوتے ہی جلد از جلد اس کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کے لیے بے تاب ہوگا اور اوّل وقت نماز ادا کرے گا اور اس طرح خدا کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن ایک دوسرا شخص ہے جو وقت شروع ہوتے ہی جلدی نہیں کرتا بلکہ درمیانہ وقت ہو جانے پر نماز ادا کرتا ہے اور اس طرح اللہ کی رحمت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا شخص بھی ہے جو غفلت یا مصروفیت کے سبب وقت گذار دیتا ہے اور بالکل آخری وقت میں نماز ادا کرتا ہے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس کی غفلت اور سستی پر معاف فرما دے گا اور اُس کی نماز قبول فرمالے گا۔

سابقہ حدیث کی تائید

٢٣۔ وَلِلتِّرْمِذِيِّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوُهٗ دُوْنَ الْاَوْسَطِ وَهُوَ ضَعِيْفٌ اَيْضًا۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند ایک حدیث درمیانے وقت کے ذکر کے بغیر منقول ہے، اور اس حدیث کو دارقطنی نے اسناد ضعیف کے ساتھ ہی روایت کیا ہے۔

تشریح یعنی حضرت ابن عمرؓ نے جو روایت نقل کی ہے اُس میں اوّل وقت اور آخر وقت میں نماز پڑھنے کا تو ذکر ہے لیکن درمیانے وقت میں پڑھنے کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔

صبح صادق طلوع ہونے کے بعد صرف دو رکعت نماز جائز ہے

۲۴ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْفَجْرِ اِلَّا سَجْدَتَيْنِ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا النَّسَائِيَّ وَفِيْ رِوَايَةِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر طلوع ہو جانے کے بعد دو رکعت نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں ہے۔ (ماسوائے امام نسائی کے ائمہ خمسہ نے اسے روایت کیا ہے) اور عبد الرزاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "طلوع فجر کے بعد فجر کی دو رکعتوں کے سوا کوئی نماز نہیں ہے۔

تشریح نماز فجر میں فرض نماز بھی دو رکعت ہوتی ہے لیکن یہاں جن دو رکعتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے فجر کے فرض نماز سے پہلے پڑھی جانے والی دو رکعت سنّت مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فجر طلوع ہونے کے بعد ان دو رکعت سنت کے سوا اور نفل وغیرہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۵ - وَمِثْلُهُ لِلدَّارَقُطْنِيِّ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

اس حدیث کے مانند دارقطنی نے ایک حدیث حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ سے روایت کی ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنّت کے سوا اور نفل وغیرہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

نبی کریمؐ کا ظہر کے بعد کی دو رکعت سنّت عصر کے بعد قضا کرنا

۲۶۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ بَیْتِیْ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ شُغِلْتُ عَنْ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الظُّھْرِ فَصَلَّیْتُھُمَا الْاٰنَ فَقُلْتُ اَفَنَقْضِیْھِمَا اِذَا فَاتَتَا؟ قَالَ "لَا" اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز عصر ادا کی پھر میرے گھر میں تشریف لائے تو دو رکعت نماز ادا کی۔ میں نے آپؐ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ظہر کے بعد میری دو رکعتیں (سنّت) چھوٹ گئی تھیں وہ میں نے اب ادا کی ہیں۔ میں نے کہا۔ اگر کبھی ہم سے چھوٹ جائیں تو کیا ہم بھی انھیں قضا کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا۔ "نہیں"۔

تشریح اگرچہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے لیکن نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو استثنائی طور پر ایسا کرنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت تھی۔ چنانچہ آپ نے اس معاملہ میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرما دیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنت نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے لیکن فجر کی فرض نماز سے قبل کی دو رکعت سُنّتیں اس قدر مؤکدہ ہیں کہ اگر وہ چھوٹ جائیں تو سورج نکل آنے کے بعد انھیں قضا پڑھنا چاہیئے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۷۔ وَلِاَبِیْ دَاؤدَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا بِمَعْنَاہُ۔

ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بھی اس مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے۔

تشریح | یعنی اس حدیث میں بھی وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔

مصالح و مسائل

(اوقات نماز)

اوقات نماز کے تعین میں جو حکمت و مصلحت کارفرما ہے اس کا اسلام کے پیش کردہ تربیتی پروگرام سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اسلام انسان کی مکمل تربیت کر کے اُسے ایک ایسی شخصیت بنا دینا چاہتا ہے جو جسمانی، روحانی اور اخلاقی طور پر پوری طرح صحت مند ہو۔ دراصل نظام صلوٰۃ انسانی سوسائٹی کی تربیت کے اسی ہمہ گیر اور جامع پروگرام کا ایک حصّہ ہے۔

صحت جسمانی کے مسلّم اُصولوں میں سے ایک اصول صبح خیزی بھی ہے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صبح طلوع فجر کے ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے ہی اُٹھے اور نماز فجر ادا کرے۔ گویا سب سے پہلا کام صبح اُٹھ کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنی بندگی کا اقرار و اعتراف کرنا ہے جو اس کی روحانی اور اخلاقی غذا کا کام دے سکتا ہے اور چونکہ نماز پوجا پاٹ کی طرح کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ انسان اپنے خدا سے براہ راست مخاطب ہو کر کچھ اقرار و مدارک کرتا ہے۔ کچھ دُعائیں مانگتا ہے اور اپنے اعتقادات و ایمانیات کی تجدید کرتا ہے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد کارگاہ حیات میں قدم رکھتا ہے۔ کسان کھیت میں ہل چلاتا ہے۔ تاجر تجارت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ مزدور مزدوری میں لگ جاتا ہے۔ ملازم اپنے ملازمت کے فرائض کی

انجام دہی میں مشغول ہوجاتا ہے، اور زندگی کا کارواں رواں دواں نظر آنے لگتا ہے
اس لیے ایک انسان صبح نیند سے بیدار ہوکر اپنے خالق و مالک سے جو پاکیزہ و
با اخلاق اور متقیانہ زندگی بسر کرنے کا اقرار کر کے آیا تھا۔ وہ اُسے ہر وقت
راہ راست پہ چلنے کی یاد دہانی کراتا رہتا ہے۔ دوپہر تک اسی طرح مشغول کار
رہنے کے بعد جیسے ہی سورج ڈھل جاتا ہے تو پھر نماز ظہر کے لیے بارگاہ الٰہی میں
حاضری ضروری ہوجاتی ہے۔ اور مسلمان انفرادی یا اجتماعی طور پر جس طرح بھی ممکن
ہو پھر اپنے خدا سے وہی اقرار و مدار تازہ کرلیتا ہے۔ تاکہ اگر کچھ کوتاہی سرزد ہوگئی ہو
تو اس کی تلافی ہوجائے۔ پھر چند گھنٹے کاروبار میں مشغول و مصروف رہنے کے بعد
نماز عصر کے لیے اور پھر نماز مغرب کے لیے حاضر ہوکر اسی تربیتی پروگرام میں شریک
ہونا ضروری ہے۔ اب دن ختم ہوچکا ہے رات کا آغاز ہے رات بھی چونکہ اپنے
جلو میں بہت سے فتنے لیے ہوئے نمودار ہوتی ہے اس لیے رات کا آغاز ہوتے
ہی مسلمان اپنے رب کے سامنے اپنے عہد و پیمان کو تازہ کرتا ہے اور کھانے
وغیرہ سے فارغ ہوجانے کے بعد جب سونے کے لیے تیار ہوتا ہے تو سونے
سے پہلے پھر اُسے حکم دیا جاتا ہے کہ ایک بار پھر اپنے خالق و مالک کے حضور سربسجود
ہوکر اسی عہد و پیمان کو تازہ کرلے ؎

سونے والے اپنے رب کی کچھ عبادت کرکے سو!
کیا خبر تو صبح کو بیدار ہو بھی یا نہ ہو

جب ایک اسلامی معاشرہ کے ہر رکن (مسلمان) کی زندگی کے شب و روز
اسی نہج پہ بسر ہوں۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس معاشرہ میں فتنہ و فساد، کذب و
افترا، غیبت و رشوت، بے ایمانی و لوٹ مار، قتل و غارت گری اور دوسرے
اخلاق و معاشرتی مفاسد راہ پاسکیں۔ آج اگر مسلمان معاشرہ کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ

ع شرمائیں جسے دیکھ کے نصاریٰ و یہود

تو اس کی وجہ تمام تر یہ ہے کہ اسلام نے مسلمان سوسائٹی کے ارکان و افراد کی جسمانی

روحانی اور اخلاقی تربیت کا جو ضابطہ نظام صلوٰۃ کی صورت میں دیا تھا، اسے ہم نے طاقِ نسیاں کی زینت بنا دیا ہے۔ صبح دن چڑھے سو کر اٹھتے ہیں۔ نماز و قرآن سے کوئی واسطہ نہیں۔ دن بھر اپنی من مانی کرتے ہیں اور نفس کی پیروی میں ہر اخلاقی گندگی و غلاظت کے ڈھیر کی طرف لپکتے ہیں۔ رات ہوئی تو سونے سے پہلے خدا کو یاد کرنے کی بجائے سنیما کا شو دیکھ کر لوٹتے ہیں اور ایک لعنت زدہ غافل اور مدہوش انسان کی طرح خوابِ خرگوش میں خراٹے لینے لگتے ہیں۔

اگر ہماری بدقسمتی ابھی اپنی انتہا کو نہیں پہنچی تو ہمارا فرض ہے کہ ہم بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر توبہ کریں اور نظام صلوٰۃ کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کریں تاکہ ایک با اخلاق اور باکردار معاشرہ تعمیر ہو سکے۔

نماز پنجگانہ کے لیے جو اوقات مقرر کیے گئے ہیں ان پر بعض لوگوں کو یہ اعتراض کرتے ہوئے سنا گیا ہے کہ قطبین میں جہاں مسلسل چھ ماہ تک سورج نظر آتا رہتا ہے اور اگلے چھ ماہ تک نظروں سے غائب رہتا ہے وہاں یہ نظامِ اوقات معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ بادی النظر میں یہ اعتراض معقول معلوم ہوتا ہے لیکن بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو شریعت نے جو اصول مقرر کر دیئے ہیں اُن کی روشنی میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے اور قطبین کے مخصوص مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قطبین میں جب چھ ماہ تک سورج نظر آتا رہتا ہے یا غائب رہتا ہے تو اُس کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جس طرح کہ ہمارے ہاں ایک دن کے دوران ہوتی ہے یعنی چھ ماہ کا ایک دن اور چھ ماہ کی ایک رات نہیں ہوتی بلکہ ہر ششماہی اسی طرح چوبیس گھنٹے کے مختلف شب و روز میں منقسم ہوتی ہے جس طرح کہ ہمارے ہاں کیونکہ وہاں بھی زمین کا ایک چکر اپنے محور کے گرد چوبیس گھنٹے میں ہی پورا ہوتا ہے۔ اگرچہ وہاں سورج مسلسل روشن یا غائب رہتا ہے لیکن اس کے باوجود صبح و شام دن اور رات کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مثلاً دن کا وقت زیادہ روشن صبح و شام کا کم روشن اور رات کا سب سے کم روشن

ہوتا ہے اور اسی حساب سے وہاں کے رہنے والے افراد اپنی زندگی کے روزمرہ کاموں مثلاً کھانے پینے سونے اور کام کاج کے اوقات کا تعیّن کر لیتے ہیں ۔ اسی پر قیاس و اجتہاد کر کے علمائے دین نماز اور روزہ وغیرہ کے اوقات کا تعیّن بھی کر سکتے ہیں ۔ چونکہ یہ ایک استثنائی اور نادر صورت ہے اس لیے ایسے مقامات پر شریعت کے مقرر کردہ ظواہر کو نہیں ـــ بلکہ اُن کے حقیقی مقاصد کو پورا کرنا ہی عین منشائے الٰہی کے مطابق ہوگا ۔

باب الاذان

(اذان کا بیان)

اذان اور اقامت کی ابتداء

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ قَالَ: طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ فَقَالَ تَقُولُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ فَذَكَرَ الْأَذَانَ بِتَرْبِيعِ التَّكْبِيرِ بِغَيْرِ تَرْجِيعٍ وَالْإِقَامَةَ فُرَادَى إِلَّا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ الْحَدِيثَ" أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ سے روایت ہے کہ "میں سو رہا تھا کہ ایک شخص مجھے خواب میں نظر آیا جو کہہ رہا ہے اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اس طرح اس نے چار مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ترجیع کے بغیر اذان کہی لیکن اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا ہر کلمہ ایک ایک بار کہا جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا" یقیناً یہ خواب سچا ہے۔" (اس حدیث کو احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے)

تشریح ترجیع سے مراد یہ ہے کہ شہادتین (أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ) کو پہلے دو بار آہستہ کہا جائے اور پھر دو بار بلند آواز سے ادا کیا جائے۔ امام ابو حنیفہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت میں ہر کلمہ صرف ایک ایک بار کہنا چاہیے۔ لیکن قَدْ قَامَتِ

الصَّلوٰۃ دو بار کہا جائے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ اقامت میں بھی ہر کلمہ دو بار ہی کہنے کے قائل ہیں۔

نمازِ فجر کی اذان

۲۔ وَزَادَ اَحْمَدُ فِي الْاٰخِرَةِ قِصَّةَ قَوْلِ بِلَالٍ فِيْ اَذَانِ الْفَجْرِ: اَلصَّلوٰةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

اس حدیث کے آخر میں امام احمدؒ نے فجر کی اذان میں حضرت بلالؓ کے اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنے کا واقعہ مزید بیان کیا ہے۔

تشریح یعنی امام احمدؒ نے فجر کی اذان میں حضرت بلالؓ کے "اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہنے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ فجر کی اذان میں اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی کہا کرتے تھے۔ یہ کتنے پیارے الفاظ ہیں کہ جب ایک شخص صبح سویرے خوابِ شیریں کے مزے لے رہا ہو تو موذن سُریلی آواز میں اُسے پکار رہا ہو۔ "میاں اُٹھو! نماز نیند سے بہتر ہے"۔

سابقہ حدیث کی تائید

۳۔ وَلِابْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مِنَ السُّنَّةِ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْفَجْرِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ: قَالَ: اَلصَّلوٰةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

ابن خزیمہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ سنت ہے کہ جب موذن فجر کی نماز میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کہے تو اس کے بعد "اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہے۔

تشریح سوتے ہوئے لوگوں کو نماز کے واسطے جگانے کے لیے یہ کتنے پُرحکمت الفاظ ہیں اگرچہ نیند میٹھی اور پُرلطف ہے لیکن نماز اس سے بھی زیادہ پُرلطف ہے۔ یقیناً ایک انسان جب خدا کے آگے سربسجود ہوگا تو اسے

نیند سے زیادہ سکون اور راحت ہو گی۔

اذان میں ترجیع کا جواز

۴۔ وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ فَذَكَرَ فِیْهِ التَّرْجِیْعَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَلٰكِنْ ذَكَرَ التَّكْبِیْرَ فِیْ اَوَّلِهٖ مَرَّتَیْنِ فَقَطْ وَرَوَاهُ الْخَمْسَةُ فَذَكَرُوْهُ مُرَبَّعًا۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان کی تعلیم دی اور اس میں ترجیع کا بھی ذکر کیا۔ اس حدیث کو امام مسلمؒ نے بھی بیان کیا ہے لیکن انھوں نے اذان کے شروع میں صرف دو مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ذکر کیا ہے اور اسی حدیث کو دوسرے پانچ ائمہ محدثین نے بھی بیان کیا ہے لیکن انھوں نے چار چار مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ذکر کیا ہے۔

تشریح ترجیع یعنی شہادتین کو پہلے دو بار آہستہ اور پھر دو بار بلند آواز سے کہنے کا جواز حضرت ابو محذورہ کی اس روایت سے ثابت تو ہوتا ہے لیکن اکثر ائمہ محدثین کا خیال ہے کہ دوسری مرتبہ بلند آواز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ابو محذورہ کو تعلیم دینے کے لیے کہا تھا۔ مستقل طور پر اُسے اذان کا جزو بنانا مقصود نہیں تھا۔ اب رہا شروع میں اللہ اکبر کہنے کا مسئلہ تو امام مسلم دو بار اور دیگر ائمہ چار بار کہنے کے قائل ہیں۔

کلمات کو اذان میں دو دو بار اور اقامت میں ایک ایک بار کہنا

۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ: اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ شَفْعًا وَّيُوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسْلِمٌ الْاِسْتِثْنَاءَ۔

ہے کہ بلال رض کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات کو دو دو بار کہا کرے، لیکن اقامت میں اقامت یعنی "قد قامت الصلٰوۃ" کے سوا ایک ایک بار کہا کرے (متفق علیہ اور امام مسلم رح نے اس استثناء کا کوئی ذکر نہیں کیا)

تشریح یعنی امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اس حدیث کو بیان کیا ہے لیکن اقامت میں ایک ایک بار کہنے کے حکم سے "قد قامت الصلٰوۃ" کو جو مستثنٰی قرار دیا ہے۔ اس کا ذکر امام مسلم نے نہیں کیا یعنی وہ "قد قامت الصلٰوۃ" بھی ایک ہی بار کہنے کے قائل ہیں جب کہ دوسرے ائمہ دو بار کہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

مؤذّن حضرت بلال رض کو مقرر کیا گیا تھا

۶۔ وَلِلنَّسَائِيِّ: اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا۔

امام نسائی رح کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تھا۔

تشریح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز میں بے حد مٹھاس اور سوز تھا اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مؤذن مقرر فرمایا تھا۔

اذان میں دائیں بائیں منہ پھیرنا اور کانوں میں انگلیاں دینا

۷۔ وَعَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَاَيْتُ بِلَالًا يُؤَذِّنُ

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بلال رض کو دیکھا کہ وہ اذان کہہ رہے ہیں اور میں ان کے منہ

وَاَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَاِصْبَعَاهُ فِیْ اُذُنَیْهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَهُ

کو اِدھر اُدھر رخ مڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور اُن کی دو انگلیاں اُن کے دونوں کانوں میں تھیں۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان دینے والے کو اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں دے لینا چاہئیں۔ اِدھر اُدھر دیکھنے سے مراد "حیّ علی الصلوٰۃ" کہتے وقت دائیں طرف اور "حیّ علی الفلاح" کہتے وقت بائیں طرف منہ موڑنا ہے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۸ - وَلِابْنِ مَاجَهْ: وَجَعَلَ اِصْبَعَیْهِ فِیْ اُذُنَیْهِ۔

ابن ماجہؒ کی حدیث ہے کہ اس (بلالؓ) نے (اذان دیتے وقت) اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے لی تھیں۔

تشریح یہاں انگلی سے مراد ہر ہاتھ کی انگشت شہادت ہے۔ انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی انگشت شہادت کہلاتی ہے۔ دائیں ہاتھ کی انگلی دائیں کان میں اور بائیں ہاتھ کی انگلی بائیں کان میں دینی چاہیے۔

سابقہ حدیث کی مزید تائید

۹ - وَلِاَبِیْ دَاؤُدَ: لَوٰی عُنُقَهٗ لَمَّا بَلَغَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا وَّلَمْ یَسْتَدِرْ وَاَصْلُهٗ فِی الصَّحِیْحَیْنِ

امام ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت بلالؓ جب اذان میں "حیّ علی الصلوٰۃ" پر پہنچے تو انھوں نے اپنی گردن دائیں اور بائیں طرف موڑ لی۔ لیکن خود نہیں گھومے (اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے)۔

تشریح یعنی جب " حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ " کہا تو گردن دائیں طرف موڑ لی اور جب " حَیَّ عَلَی الْفَلَاح " کہا تو گردن بائیں طرف موڑ لی۔ پورے جسم کو گھمانا درست نہیں ہے۔

موذّن خوش الحان ہونا چاہیئے

١٠ - وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْجَبَہٗ صَوْتُہٗ فَعَلَّمَہُ الْاَذَانَ رَوَاہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ۔

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آواز اچھی معلوم ہوئی۔ اس لیے آپ نے انھیں اذان کی تعلیم دی۔ اس حدیث کو ابن خزیمہ نے روایت کیا۔

تشریح آواز کی تاثیر مسلم ہے ایک کرخت الصوت آدمی کوئی بات کہے تو اسے سن کر طبیعت مکدر ہو جاتی ہے لیکن اگر وہی بات کوئی خوش الحان آدمی کہے تو دل فرحت محسوس کرتا ہے اور اس کی تعمیل کے لیے لپکتا ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش الحان صحابیوں ہی کو اذان دینے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ لوگ ان کی رس بھری اور پرسوز آواز کو سن کر مسجد کی طرف لپک آئیں۔ موذّن کی آواز میں کشش بہرحال ہونی چاہیئے۔

عیدین کی نماز کے لیے اذان اور اقامت کی ضرورت نہیں

١١ - وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِیْدَیْنِ غَیْرَ مَرَّۃٍ وَّلَا مَرَّتَیْنِ بِغَیْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَۃٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدین کی نماز ایک دو بار نہیں بلکہ اکثر بار اذان اور اقامت کے بغیر ہی ادا کی۔

Marfat.com

تشریح اذان کی غرض وغایت یہ ہے کہ لوگ آواز سن کر مسجد میں جمع ہو جائیں چونکہ عید کی نماز میں علاقہ بھر کے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اس اذان کے ذریعے پورے علاقہ کے لوگوں کو خبر پہنچانا ممکن نہیں ہے اور یوں بھی عیدین کے جوش وخروش اور تیاری کے پیشِ نظر لوگ خود ہی عید گاہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے عیدین کی نمازیں بغیر اذان اور اقامت ہی کے ادا کی جاتی ہیں۔

سابقہ حدیث کی تائید

۱۲ - وَنَحْوُهُ فِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَغَيْرِهِ۔

متفق علیہ یعنی بخاری اور مسلم میں بھی اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام سے منقول ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نمازیں اذان اور اقامت کے بغیر ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

قضا نماز کے لیے اذان اور اقامت کا جواز

۱۳ - وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْحَدِيْثِ الطَّوِيْلِ فِيْ نَوْمِهِمْ عَنِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ كُلَّ يَوْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سو نا ہوا رہ جانے کے سبب نماز فجر کے قضا ہو جانے کا واقعہ مذکور ہے۔ پھر حضرت بلال رضؓ نے اذان کہی اور نبی کریمؐ نے اسی طرح نماز ادا کی جس طرح ہر روز کیا کرتے تھے (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا)۔

تشریح نیند سے مغلوب ہو جانا انسان کی فطری کمزوری ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت ایک دن نماز فجر کے لیے بروقت بیدار نہ ہو سکی۔ آنکھ کھلی تو سورج چڑھ چکا تھا۔ چونکہ مسجد میں اذان اور جماعت سرے سے ہوئی ہی نہ تھی اس لیے حضورؐ نے پہلے تو بلالؓ کو اذان دینے کا حکم ارشاد فرمایا اور پھر اسی طرح باجماعت نماز ادا کی، جس طرح ہر روز کیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محلہ یا بستی کی مسجد کا امام اور اس کے مقتدی کبھی نیند میں غافل رہ جائیں اور نماز کا وقت گذر جائے اور مسجد میں سرے سے اذان اور جماعت نہ ہوئی ہو تو سب کے سب اکٹھے باجماعت قضا نماز پڑھیں اور اس کے لیے باقاعدہ اذان اور اقامت کا بھی اہتمام کریں۔

ایامِ حج میں جمع بین الصّلوٰتین کی صورت میں ایک اذان اور دو اقامتیں

(دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان اور دو اقامتیں)

۱۴۔ وَلَهٗ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِاَذَانٍ وَّاحِدٍ وَّاِقَامَتَيْنِ۔

امام مسلمؒ نے ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا کی۔

تشریح حج کے ایام میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی جاتی ہیں یعنی جب کہ مغرب کا اخیر وقت ہو مغرب پڑھ لی جائے اور جیسے ہی عشاء کا وقت شروع ہو عشاء پڑھ لی جائے۔ چونکہ اذان کا اصل مقصد نماز کے وقت کا اعلان اور لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنا ہوتا ہے اس لیے جمع بین الصّلوٰتین کی صورت

میں دوسری نماز کے لیے اذان کہنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ لوگ تو پہلے ہی سے جمع ہوں گے لیکن اقامت ضروری ہے تاکہ لوگوں کو دوسری نماز کی جماعت کھڑی ہو جانے کا علم ہو جائے۔

سابقہ حدیث کی مزید وضاحت

(تائید و اختلاف)

۱۔ دونوں نمازوں کے لیے ایک ہی اقامت۔
۲۔ ہر نماز کے لیے الگ الگ اقامت۔
۳۔ دونوں میں سے کسی نماز کے لیے بھی اذان نہیں کہی گئی۔

۱۵۔ وَلَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ وَزَادَ أَبُوْدَاوُدَ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ: وَلَمْ يُنَادِ فِي وَاحِدَةٍ۔

امام مسلمؒ نے ہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ہی اقامت سے اکٹھی ادا کیں لیکن ابوداؤد نے "ایک اقامت" کے بعد" ہر نماز کے لیے" کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے اور انھی کی ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ دونوں میں سے کسی نماز کے لیے بھی اذان نہیں دی گئی۔

تشریح اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں اذان اور اقامت کہنے کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اذان اور اقامت کا اصل مقصود سمجھ لینے کے بعد ان کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ اذان کا مقصد ہے نماز کے وقت کا اعلان کرنا اور لوگوں کو نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف بلانا۔ اقامت کا مقصد ہے مسجد میں جمع شدہ نمازیوں کو جماعت کے کھڑا ہونے سے آگاہ کرنا۔ اب ہم انہی مقاصد کی روشنی میں ہر مسلک پر الگ الگ

غور کرتے ہیں۔

۱۔ ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق دونوں نمازوں کے لیے ایک ہی اقامت کافی ہے۔ اگر ایک نماز کی جماعت ختم ہونے کے فوراً بعد دوسری نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ دوسری نماز کے لیے اگر اقامت نہ بھی کہی جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

۲۔ حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق ہر نماز کی جماعت کے لیے الگ الگ اقامت کہنا ضروری ہے تاکہ دونوں نمازوں میں الگ الگ تمیز و تفریق قائم ہو جائے۔ اس لیے ابوداؤد نے جو روایت کی ہے اس میں جہاں ایک اقامت کا ذکر آیا ہے تو اُس کے بعد "ہر نماز کے لیے" کے الفاظ زیادہ ہیں یعنی ہر نماز کے لیے ایک اقامت کہی جائے۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق دونوں نمازوں میں سے کسی کے لیے بھی اذان نہیں کہی گئی۔ چونکہ حج کے موقع پر لوگ از خود پہلے ہی جمع بین الصلوٰتین کے لیے مزدلفہ میں جمع ہوتے ہیں اس لیے لہٰذا ہر اذان کہنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھی گئی اور اذان کے بغیر ہی اقامت کہہ کر نماز ادا کر لی گئی۔

ترجیحی مسلک ان تمام روایات کے مقابلہ میں اکثر فقہاء نے حضرت ابن مسعود کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ ہر نماز کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کہی جائے تاکہ ہر نماز کی انفرادی حیثیت برقرار رہے۔

رمضان میں سحری کھانے کے واسطے جگانے کیلئے اذان کہنا

۱۶۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ. وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ: اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ اٰخِرِهٖ اِدْرَاجٌ

رات کے وقت بلالؓ اذان کہا کرے تاکہ تم کھاؤ اور پیو۔ یہاں تک کہ پھر ابن ام مکتوم اذان کہے۔" اور وہ (ابن ام مکتوم) ایک نابینا شخص تھے وہ اس وقت تک اذان نہیں کہتے تھے جب تک کہ انھیں بتا نہ دیا جاتا کہ صبح ہو گئی صبح ہو گئی" (متفق علیہ اور اس حدیث کے آخر میں ادراج ہے)۔

تشریح رمضان المبارک میں لوگوں کو سحری کھانے کے لیے بیدار کرنے کے واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تھا کہ سحری کے وقت اذان کہا کرے اور جب فجر کی نماز کا وقت ہو جاتا اور صبح صادق ہو جاتی تو حضرت ابن ام مکتوم اذان کہا کرتے تھے۔ لوگ ابن مکتوم کی اذان سن کر سحری کھانا بند کر دیتے تھے۔ بعد میں سحری کھانے کے لیے جگانے کے واسطے اذان کہنے کا طریقہ بند کر دیا گیا تھا۔

ادراج کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے آخر میں جو الفاظ ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرام کے بڑھائے ہوئے ہیں۔ چونکہ ابن مکتوم نابینا تھے اس لیے صحابہؓ انھیں بتایا کرتے تھے کہ اب صبح ہو گئی ہے، اس لیے اذان کہہ دی جائے۔

قبل از وقت اذان ہو جائے تو وقت ہو جانے پر دوبارہ کہی جائے!

۱۷ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ بِلَالًا اَذَّنَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَاَمَرَهٗ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ بلالؓ نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے ہی اذان کہہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيَ: "أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ وَضَعَّفَهُ۔

دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ دوبارہ اذان کہیں اور لوگوں کو کہہ دیں "او ہو! بندہ سو گیا تھا" اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے لیکن اسے ضعیف حدیث قرار دیا ہے

تشریح اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کبھی بھول چوک میں نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی اذان ہو جائے تو وقت ہو جانے پر دوبارہ کہنا ضروری ہے۔ چونکہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے اس لیے مؤذن کو لوگوں سے اپنی غفلت کے لیے معذرت بھی کرنی چاہیے۔ حضور نے حضرت بلال رض کو جو یہ کہا کہ لوگوں کو کہہ دیں کہ "او ہو بندہ سو گیا تھا"۔ یہاں سونے سے مراد غافل ہو جانا اور بھول چوک جانا ہی ہے۔ دراصل یہاں معذرت کرنے کا احسن طریق سکھانا بھی مطلوب ہے۔

اذان کے کلمات سُن کر انھیں دُہرانا

۱۸۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان کی آواز سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح تم کہتے جاؤ۔

(متفق علیہ)

تشریح یعنی جب مؤذن اذان کا ایک کلمہ کہہ کر خاموش ہو تو سننے والوں کو چاہیے کہ وہ بھی آہستہ سے وہی کلمہ ادا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن کو ہر دو کلمات کے درمیان کم سے کم اتنا وقفہ ضرور کرنا چاہیے کہ سننے والا اطمینان سے

اس کلمہ کو دہرا سکے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۱۹۔ وَلِلْبُخَارِيِّ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلَهُ

امام بخاریؒ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی ایک حدیث روایت کی ہے۔

تشریح یعنی حضرت معاویہؓ کی اس حدیث سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ جب مؤذن اذان کا ایک کلمہ کہہ چکے تو سننے والے کو بھی وہی کلمہ ادا کرنا چاہیے۔

حیعلتین کے جواب میں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" کہنا

۲۰۔ وَلِمُسْلِمٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي فَضْلِ الْقَوْلِ كَمَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ كَلِمَةً كَلِمَةً سِوَى الْحَيْعَلَتَيْنِ فَيَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت کے بارے میں امام مسلمؒ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو کلمہ مؤذن کہہ رہا ہے اس کے جواب میں وہی کلمہ کہا جائے سوائے اس کے کہ جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے تو سننے والا اس کے جواب میں کہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" (اللہ کے سوا کسی کو کوئی طاقت و قوت حاصل نہیں)۔

تشریح "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ" شیطان مردود سے بچنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ جب مؤذن " حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہہ کر نماز کے لیے بلائے تو فوراً " لَا حَوْلَ ...الخ" پڑھ کر شیطان کو بھگایا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انسان کو ورغلا کر اسے نماز باجماعت کے لیے مسجد میں جانے سے روک دے۔ اس

سے پہلے جو احادیث بیان ہو چکی ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر کلمہ کا جواب اسی کلمہ سے دیا جائے۔ لیکن یہاں حیعلتین کے جواب میں "لاحول ..... الخ" پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے دونوں احادیث پر عمل کرنے کی بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر اذان سننے والا شخص مسجد کے اندر موجود ہو تو حیعلتین کا جواب حیعلتین ہی سے دے لیکن اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب میں "لاحول ..... الخ" پڑھے۔ کیونکہ مسجد سے باہر ہونے کی صورت میں شیطان کا داؤ چل جانے کا زیادہ امکان ہے۔

امام اور مؤذن کی خصوصیات

۱۔ امام کو کمزور مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۲۔ مؤذن کو اذان کہنے کی اُجرت طلب نہیں کرنی چاہیئے۔

۱۲۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْنِيْ اِمَامَ قَوْمِيْ فَقَالَ: اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ

حضرت عثمان ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا ــــ یا رسول اللہ! مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے! آپ نے فرمایا "اچھا! تم ان کے امام ہو لیکن اُن میں جو کمزور ترین آدمی ہے اس کا بھی خیال رکھنا اور مؤذن ایسے شخص کو مقرر کرنا جو اذان کہنے کی اُجرت کا مطالبہ نہ کرے۔ اس حدیث کو ائمہ خمسہ محدثین نے بیان کیا ہے۔ ترمذی نے اسے حدیث حسن اور حاکم نے حدیث صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح جماعت میں کمزور اور بوڑھے آدمی بھی شریک ہوتے ہیں اس لیے امام کو ہدایت کی گئی ہے کہ اتنی لمبی سورتیں قرأت نہ کرے کہ بوڑھے اور کمزور

آدمی کھڑے کھڑے تھکن محسوس کرنے لگیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو طویل یا مختصر کرنے میں امام کو مقتدیوں کی حالت اور ضرورت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

علامہ اقبال مرحوم کے زمانہ میں ترکی سے ایک وفد ہندوستان آیا تھا ہندوستانی امام نے حسب عادات و روایات خوب لمبی لمبی سورتیں پڑھیں اور نماز کو خوب طول دیا۔ اس پر وفد کے ایک رکن نے حیران ہو کر علامہ سے اس کی وجہ پوچھی۔ علامہ نے اس کے جواب میں جو کچھ کہا اُسے یہاں بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

پس از نماز یہ اک مردِ حُر نے مجھ سے کہا
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر یہاں کے امام
تو کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا جانیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

حدیث کے دوسرے حصہ میں مؤذن کو اذان دینے کی اُجرت لینے سے روکا گیا ہے۔ البتہ مسجد کی صفائی وغیرہ کا معاوضہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اذان کوئی ایک شخص دے دیا کرے

۲۲۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ اَلْحَدِيْثُ اَخْرَجَهُ السَّبْعَةُ۔

حضرت مالک ابن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم ہی میں سے کوئی ایک شخص تمہارے لیے اذان کہہ دیا کرے۔ اس حدیث کو ساتوں ائمہ محدثین یعنی امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی ایک خاص شخص ہی کو مؤذن مقرر کیا جائے

لہ جب اذان کا وقت ہو جائے تو جو بھی مسجد میں ہو وہی اذان کہہ دے لیکن اس سے
نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہیئے کہ مؤذن مقرر کرنا ہی ناجائز ہے۔ باقاعدگی کے ساتھ
روقت اذان دینے کے لیے اگر کسی ایک شخص کو مؤذن مقرر کر دیا جائے تو اس میں
رئی حرج نہیں ہے۔ اگر مقررہ مؤذن اذان کے وقت مسجد میں موجود نہ ہو تو جو
بھی وہاں موجود ہو اُسے ہی اذان کہہ دینی چاہیئے۔

اذان اور اقامت کہنے کا طریقہ

۲۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ وَاجْعَلْ بَیْنَ اَذَانِكَ وَاِقَامَتِكَ مِقْدَارَ مَا یَفْرُغُ الْاٰكِلُ مِنْ اَكْلِهِ الْحَدِیْثُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَضَعَّفَهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فرمایا کہ جب تو اذان دینے لگے تو نرمی اور آہستگی اختیار کر اور جب تو اقامت کہنے لگے تو کلمات جلد جلد ادا کر اور اذان اور اقامت کے درمیان اس قدر وقفہ رکھو کہ کھانا کھانے والا شخص کھانے سے فارغ ہو جائے (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

تشریح اذان کے کلمات آہستہ آہستہ ادا کرنے چاہئیں تاکہ سننے والے اطمینان کے ساتھ سن کر دہرا سکیں۔ لیکن اقامت کے کلمات کا جواب نہیں دیا جاتا
س لیے انہیں جلد ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جلدی کا یہ مطلب بھی نہیں
ہے کہ تمام کلمات اس طرح ایک سانس میں کہہ دیئے جائیں کہ اچھی طرح سمجھے بھی نہ جا سکیں
بہرحال جلدی میں بھی تحمل، وقار اور صحتِ تلفظ ضروری ہے۔

اذان کہہ دینے کے بعد جماعت کھڑی ہونے کے لیے اقامت کتنی دیر بعد کہی جائے
تو اس کے متعلق حضور کا فرمان یہ ہے کہ مناسب وقفہ ضروری ہے مثلاً ایک شخص نے

جب اذان سُنی تو وہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھ رہا تھا اب وہ کھانا کھا کر فارغ ہو جائے اور مسجد میں پہنچ کر جماعت میں شریک ہو جائے تو اتنا وقفہ کافی ہے۔ اذان کہنے کے فوراً بعد جماعت کے لیے کھڑا ہو جانا مغرب کی نماز میں درست ہے۔ دیگر اوقات میں نمازیوں کے لیے جمع ہونے کا مناسب انتظار کرنا ضروری ہے۔

مؤذّن کا با وضو ہونا ضروری ہے

۲۴۔ وَلَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يُؤَذِّنُ إِلَّا مُتَوَضِّئٌ" وَضَعَّفَهُ أَيْضًا۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی شخص اذان نہ کہے مگر وہ کہ جو باوضو ہو اور ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

تشریح جس طرح بغیر وضو نماز ادا نہیں کی جا سکتی اسی طرح وضو کیے بغیر اذان کہنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اذان ہی سے دراصل نماز کے پروگرام کا افتتاح ہوتا ہے۔

جو شخص اذان کہے وہی اقامت بھی کہے

۲۵۔ وَلَهُ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ" وَضَعَّفَهُ أَيْضًا۔

اس یعنی مسلمؒ ہی نے حضرت زیاد ابن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان کہی وہی اقامت بھی کہے۔

تشریح بہتر تو یہی ہے کہ جس شخص نے اذان کہی ہو وہی جماعت کھڑی ہوتے وقت اقامت بھی کہے لیکن دوسرا آدمی بھی کہہ سکتا ہے۔ تاہم مؤذّن کی اجازت

ہو تو بہتر ہے۔

سابقہ حدیث کی تائید

٢٦۔ وَلِاَبِی دَاوٗدَ مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ زَیْدٍ اِنَّہٗ قَالَ: اَنَا رَاَیْتُہٗ یَعْنِی الْاَذَانَ وَاَنَا کُنْتُ اُرِیْدُہٗ قَالَ: فَاَقِمْ اَنْتَ وَفِیْہِ ضَعْفٌ اَیْضًا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ابو داؤد میں منقول ہے کہ میں نے اسے یعنی اذان کو خواب میں دیکھا اور میں ہی اس کا ارادہ کیا کرتا تھا (یعنی میں ہی اذان دیا کرتا تھا)، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اقامت بھی تو ہی کہا کر (اس حدیث میں بھی بروایت ترمذی ضعف ہے)۔

تشریح اذان دینے کا طریقہ جیسا کہ حدیث ۱۰ میں گذر چکا ہے حضرت عبداللہ بن زید نے ایک خواب میں دیکھا تھا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا خواب قرار دے کر اختیار فرما لیا تھا۔ مؤذن اوّل بھی عبداللہ بن زید ہی تھے۔ حضورؐ کے فرمان کے مطابق اقامت بھی وہی کہا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو اذان کہے اقامت بھی اُسے ہی کہنی چاہیئے۔

اذان و اقامت کا اختیار

٢٧۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلْمُؤَذِّنُ اَمْلَکُ بِالْاَذَانِ وَالْاِمَامُ اَمْلَکُ بِالْاِقَامَۃِ" رَوَاہُ ابْنُ عَدِیٍّ وَضَعَّفَہٗ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤذن اذان کا مالک و مختار ہے اور امام اقامت کا مالک و مختار ہے (اس حدیث کو ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اسے حدیث ضعیف قرار دیا ہے)۔

تشریح صحیح اوقات پر اذان دینا موذن کی ذمہ داری ہے اس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ اذان کے معاملہ میں صاحب اختیار ہے اور جماعت کے لیے صحیح وقت پر کھڑا ہونا امام کے اختیار میں ہے یعنی جب وہ اقامت کہنے کا حکم دے گا تو کہی جائے گی۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۸۔ وَلِلْبَیْهَقِيِّ نَحْوُهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ۔

امام بیہقی نے اسی طرح کی ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے قول سے نقل کی ہے۔

تشریح یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اذان موذن کی مرضی پر اور اقامت امام کی صوابدید پر منحصر ہے یعنی وقت مقررہ پر اذان دینا موذن کی اور جماعت کھڑی کرنا امام کی ذمہ داری ہے۔

اذان اور اقامت کے درمیان دُعا مانگنا

۲۹۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان جو دُعا مانگی جائے وہ رد نہیں کی جاتی۔ اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے اسے حدیث صحیح قرار دیا۔

تشریح اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت ایسا مبارک وقت ہوتا ہے جب کہ لوگ اپنے خالق و مالک اور محبوب کے آگے سربسجود ہونے کے لیے جمع ہو رہے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس وقت رحمت خداوندی ضرور جوش

پر ہوگی اس لیے اس وقت جو دُعا مانگی جائے گی اُس کا قبول ہو جانا یقینی ہے۔

اذان کے بعد کی دُعا

۳۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اذان سُن کر یہ دُعا پڑھی۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ۔ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ" اس کے واسطے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگئی (اس حدیث کو چار محدثین یعنی ابو داؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے)۔

تشریح اس حدیث میں وہ دُعا تعلیم کی گئی ہے جو اذان ختم ہو جانے کے بعد مؤذن اور سامعین سب کو پڑھنی چاہیے۔ بعض ائمہ خصوصاً امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دعا کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

دُعا کا اُردو ترجمہ:۔ اے اللہ اے ربّ! تو اس مکمل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ (شفاعت) فضیلت اور درجہ بلند عطا فرما اور انھیں مقام محمود سے سرفراز فرما جس کا تونے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرما بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

مصالح و مسائل

(اذان)

مسلمانوں کو نماز کے واسطے جمع کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہیئے ۔ یہ مسئلہ اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے درمیان زیر بحث رہا کرتا تھا ۔ دوسرے مذاہب میں عبادت گاہوں میں لوگوں کو جمع کرنے کے لیے مختلف طریقے رائج تھے کچھ لوگ گھنٹے بجایا کرتے تھے کچھ لوگ ناقوس بجایا کرتے تھے، کچھ آگ روشن کر دیتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرک قوموں کے کسی بھی طریقے کو پسند نہیں فرماتے تھے ۔ ایک تو اس لیے کہ اس طرح تشبہ بالکفار کا ارتکاب ہوتا تھا اور دوسرے اس لیے کہ ان میں سے کوئی طریقہ بھی ایسا نہیں تھا جو اپنے اندر دعوت و تبلیغ کی پوری سپرٹ رکھتا ہو۔

بالآخر حضرت عبداللہ بن زید نے ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ایک خواب بیان فرمایا کہ انھوں نے ایک شخص کو اس طرح اذان دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضورؐ نے اس خواب کو برحق قرار دیا اور اس طریقہ کو پسند فرما کر اسے اختیار کر لینے کا حکم دیا اور پہلے پہل حضرت عبداللہ بن زید ہی کو مؤذن مقرر فرمایا ۔

اذان کیا ہے ؟ صرف مسلمانوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے بلانے ہی کا ایک اسلوب نہیں ہے بلکہ اسلام کی پوری دعوت کا نچوڑ بھی ہے ۔ مؤذن دن میں پانچ مرتبہ بلند مقام پر کھڑا ہو کر بآواز بلند کہتا ہے ۔ "اللہ اکبر" "اللہ اکبر" (اللہ سب سے بڑا ہے گویا وہ اعلان کرتا ہے کہ اے دنیا کے بڑے لوگو ! اے چودھریو! اے مغرور اور متکبر انسانو! اے بزرگی و کبریائی کے دعوے دارو! تمہارے دعوے سب جھوٹے ہیں ۔ تمہارا بڑا پن سب ہیچ ہے، تمہارا غرور و تکبر جہالت کے سبب ہے ۔ سنو! اور کان کھول کر سنو! ایک ہی ذات بے ہمتا ہے جو کبریائی اور بزرگی کی سزاوار ہے ۔ ایک ہی خدائے قدوس ہے جو تمام بڑوں کا بڑا ، تمام سرداروں کا سردار اور تمام آقاؤں کا آقا ہے ۔ انسان

بڑے سے بڑا ہو کر بھی اس کے آگے بالکل ہیچ اور حقیر ہے۔

مؤذن یہ اعلان ایک دو بار کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ اسی بات کو اور زیادہ زور دار الفاظ میں تیسری بار اور پھر چوتھی بار کہتا ہے اور اس طرح اللہ کی کبریائی کا ڈنکا بجاتا ہے۔ اور نتیجتاً تمام انسانوں کی کمزوری، بے بسی اور بندگی کا اعلان کرتا ہے۔ اس اعلان کے بعد مؤذن ایک اور تہلکہ مچا دینے والا اعلان کرتا ہے۔ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں)۔ یہ وہ اعلان ہے کہ جس سے شرک کی تمام بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ عربی زبان میں الٰہ کے معنی صرف معبود ہی کے نہیں ہیں بلکہ پروردگار، مالک، حاکم، آقا، سردار اور شہنشاہ وغیرہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہی وہ اعلان ہے جس نے مکہ کے چودھریوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن بنا دیا تھا۔ وہ "لا الٰہ" کا صحیح مطلب سمجھتے تھے۔ اس اعلان سے انہیں اپنی چودھراہٹ، حاکمیت، سرداری، آقائی اور بادشاہت کی جڑیں کٹتی ہوئی نظر آتی تھیں اور محض اسی وجہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سوسائٹی کا نیک اور شریف ترین انسان جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو کبھی خیانت نہ کی ہو۔ کبھی ادنیٰ سے ادنیٰ برائی کسی کے ساتھ نہ کی ہو سمجھنے کے باوجود اس کے دشمن جان بن گئے تھے۔ اس کا وجود اُن کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکنے لگا تھا۔ آج اگر دنیا کے سرکش ظالم متکبر اور مغرور انسان اس اعلان کو برملا دن میں پانچ مرتبہ سننے کے باوجود بھی اپنے لیے کوئی خطرہ نہیں محسوس کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ؎

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

مسلمان اذان دیتا ہے لیکن اس کے مفہوم و معانی سے بے خبر ہے۔ لوگ اذان کا اعلان سنتے ہیں لیکن اس کے مفہوم کو نہیں سمجھتے۔ مؤذن اس اعلان کو بھی ایک مرتبہ کرنے کے بعد پھر دہرا دیتا ہے تاکہ اگر کسی نے نہ سُنا ہو تو پھر سُن لے۔

اس کے بعد مؤذن جو انقلابی اعلان کرتا ہے وہ یہ ہے۔ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں) کہ

لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک برگزیدہ، نیک، شریف، متقی، پرہیزگار، دیانتدار امین۔ صادق اور اپنے درمیان سب سے اچھا انسان تو مانتے تھے لیکن اس حقیقت کو ماننے کے لیے وہ تیار نہیں تھے کہ وہ اللہ کے فرستادہ رسول بھی ہیں کیونکہ رسول مان لینے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انسان پھر اپنی من مانی چھوڑ دے اور اپنی پوری زندگی کو رسول کی زندگی کے تابع کر دے اسے اپنے لیے اسوۂ کامل اور ایک مکمل نمونہ بنالے۔ اب کوئی رواج کوئی رسم کوئی قانون کوئی ضابطہ کوئی دستور، کوئی آئین اس وقت تک نہیں چلے گا جب تک اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوری حاصل نہ ہو جائے۔ گویا رسول مان لینے کا مطلب یہ تھا کہ ہر انسان اپنی خود مختاری سے دست بردار ہو جائے اور پوری طرح اتباع رسول کے لیے آمادہ ہو جائے اور یہی بات مکہ والوں کو اور دُنیا کے دوسرے تمام کفّار کو منظور نہ تھی۔ آج ستم ظریفی کی انتہا تو دیکھیے کہ دنیا میں بسنے والے مسلمان جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانتے ہیں۔ وہ بھی اپنی زندگی کے معاملات کا فیصلہ ان کی سنّت کے مطابق کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس قسم کا اسلام ہے اور وہ کیسے مسلمان ہیں؟

بہرحال مؤذن، اذان میں دو بار یہی اعلان کرتا ہے "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی زندگی کے جملہ معاملات میں ان کے نقش قدم پر چلے۔

اس کے بعد مؤذن مسلمانوں کو اصل مقصد کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دائیں طرف منہ کر کے کہتا ہے "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ" اے لوگو! نماز کی طرف آؤ دوڑو! دوڑو! نماز کا وقت ہے جلدی کرو جماعت تیار ہے، کیسا ولولہ انگیز پیغام ہے، پھر آگے چل کر اس کی مزید وضاحت بائیں طرف منہ کر کے یوں کہتا ہے۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح " اے لوگو آؤ فلاح کی طرف۔ یہی کامیابی و کامرانی ہے۔

نماز کیا ھے؟ اپنے خالق و مالک کے آگے عملی طور پر اپنی بندگی کا اقرار

اعتراف کرنا ہے۔ دراصل انسان کی یہی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ وہ زندگی میں اپنا صحیح منصب و مقام سمجھ لے، اسی لیے نماز کو فلاح قرار دیا گیا ہے۔

اس کے بعد اگر فجر کا وقت ہو تو مؤذن میٹھی نیند کا مزا لوٹنے والوں کو نہایت سریلی اور جان بخش آواز میں پیغام دیتا ہے اور انھیں نصیحت کرتا ہے کہ "اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" اے سونے والو! اے خوابِ شیریں کا مزا لوٹنے والو! اٹھو صبح ہو گئی ہے نماز نیند سے بہتر ہے، اگرچہ نیند بھی شیریں اور لطیف ہے لیکن نماز اس سے بھی شیریں تر اور لطیف تر ہے۔ اٹھو اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو کر اپنی بندگی کا اقرار و اعتراف کرو۔ عملی طور پر اس کے آگے سربسجود ہو کر اس کی اطاعت و عبادت کا فریضہ بجا لاؤ، دیکھیے کیسے دل نشین انداز میں جگایا جا رہا ہے۔ کس طرح انسانی نفسیات کے اصولوں کو ملحوظ رکھ کر انسانوں کو بہتر چیز کی طرف آنے کی دعوت دی جا رہی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس دل نشین اور حکیمانہ دعوت نے کروڑوں دلوں کو اپنی طرف کھینچ کر اسلام کی آغوشِ رحمت میں لا ڈالا ہے۔ اس کے بعد مؤذن پھر اللہ کی بڑائی کا اعلان کرنے کے لیے انہی الفاظ کو دہراتا ہے جن سے آغاز ہوا تھا اور یہ آواز بلند کرتا ہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" اے لوگو! ایک بار پھر کان کھول کر سن لو! اللہ ہی سب سے بڑا ہے ہاں ہاں اللہ ہی سب سے بڑا ہے" اور اس کے فوراً بعد پھر ایک بار اللہ کی حاکمیت و الوہیت کا اعلان "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کے ذریعہ کر کے انسانوں کو ان کا صحیح مقام یاد دلا دیتا ہے کہ خبردار اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اس لیے ہرگز کبھی بھول کر بھی فخر و غرور میں مبتلا ہو کر اپنی بزرگی آقائی چودھراہٹ بادشاہی و شہنشاہیت اللہ کے بندوں پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کرنا ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے۔

اذان شعارِ اسلام میں داخل ہے اور مختلف ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کے درمیان ارتباط و اتحاد پیدا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ بعض لوگ مقامی زبانوں میں اذان دینے کی تجویزیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ایک ضعیف روایت

Marfat.com

کے ذریعہ جواز ملتا ہے، لیکن ایسا کرنے سے اُمت کو ایک ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا اور وہ یہ کہ مختلف زبانیں بولنے والے مسلمان اپنے اتحاد و اتفاق کی ایک نہایت مستحکم بنیاد سے محروم ہوجائیں گے۔ اب مسلمان دنیا کے خواہ کسی ملک میں چلے جائیں اور وہاں خواہ کوئی زبان بولی جاتی ہو اذان کی پکار بہرحال انھیں ایک مرکز پہ جمع کردے گی۔ اگر اذان بھی مسلمانوں نے اپنی الگ الگ زبانوں میں کہنی شروع کردی تو مسلمانوں کا ایک مسجد میں جمع ہونا بھی ناممکن ہوجائے گا۔ ترکی میں مصطفےٰ کمال پاشا نے برسرِاقتدار آنے کے بعد اذان ترکی زبان ہی میں کہنے کا قانون بنا دیا تھا۔ لیکن ایک مدت گذر جانے کے بعد ترکی مسلمانوں کو اب اپنی غلطی کا تجربہ ہوچکا ہے اور وہاں بھی یہ قانون منسوخ ہوچکا ہے اور اب ترکی میں بھی عربی زبان ہی میں اذان دی جاتی ہے۔ دراصل یہ مغرب زدہ تجدد پسند مسلمانوں کی اختراع تھی۔ عامة المسلمین نے کبھی بھی اسے دل سے پسند اور قبول نہیں کیا تھا اور انشاء اللہ کبھی کریں گے بھی نہیں!

باب شروط الصلوٰۃ

(نماز کی شرطوں کا بیان)

نماز میں ہوا خارج ہو جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

۱۔ عَنْ عَلِیِّ بْنِ طَلْقٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِذَا فَسَا اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَنْصَرِفْ وَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیُعِدِ الصَّلٰوۃَ" رَوَاہُ الْخَمْسَۃُ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ۔

حضرت علی بن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز پڑھتے ہوئے تم میں کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو اُسے چاہیئے کہ وہ واپس آجائے وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔ (پانچوں ائمہ محدثین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اول سے آخر تک باوضو رہنا شرط ہے۔ وضو ٹوٹ جائے گا تو نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور وضو کر کے دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ پوری نماز شروع سے دوبارہ پڑھے یا جہاں وضو ٹوٹا تھا وہاں سے آگے شروع کرے دوسری صورت کو بنائے صلوٰۃ کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اسی کے قائل ہیں۔

عورت کی نماز دوپٹہ کے بغیر نہیں ہوتی

۲۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ" رَوَاہُ الْخَمْسَۃُ اِلَّا النَّسَائِیَّ وَ صَحَّحَہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ۔

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالغ عورت کی نماز اللہ تعالیٰ دوپٹہ اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں فرمائے گا۔ (ماسوائے امام نسائی اسے ائمہ خمسہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے)

تشریح خمار یعنی سر بند سے سر کا دوپٹہ یا اوڑھنی یا الیسا رومال مراد ہے جس سے عورت کے سر کے بال اور گردن چھپ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو نماز پڑھتے وقت اپنے سر کے بالوں اور گردن کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے۔ مردوں کی نماز کھلے سر بھی ہو جاتی ہے لیکن سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

بڑی اور چھوٹی چادر کا حکم

۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہُ " اِذَا کَانَ الثَّوْبُ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِہٖ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ وَلِمُسْلِمٍ: فَخَالِفْ بَیْنَ طَرَفَیْہِ وَ اِنْ کَانَ ضَیِّقًا فَاتَّزِرْ بِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اگر کپڑا وسیع (خوب لمبا چوڑا) ہو تو نماز پڑھتے وقت اسے اچھی طرح جسم پر لپیٹ لے اور مسلم شریف میں ہے کہ اس کے دونوں کناروں کو مخالف سمتوں میں اکاندھوں پر ڈال لے اور اگر وہ (کپڑا) تنگ (چھوٹا) ہو تو اُسے تہ بند کی طرح باندھ لے (متفق علیہ)

تشریح یہ حکم صرف اس صورت میں ہے کہ جب آدمی کے پاس صرف ایک ہی چادر ہو اگر کچھ بڑی ہو تو سارے جسم کو اچھی طرح لپیٹ کر نماز پڑھے اور اگر چھوٹی ہو تو تہبند باندھ کر ہی نماز ادا کرے۔ اگر باقی جسم کو ڈھانپنے کے لیے اور کپڑے موجود ہوں تو پھر صرف ایک چادر سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کم از کم "ستر" کو ڈھانپنا شرط ہے۔

ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا

۴۔ وَلَهُمَا مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ "لَا يُصَلِّيْ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ"۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث منقول ہے۔ تم میں سے کوئی شخص ایسے ایک کپڑے میں نماز ادا نہ کرے جس کا کچھ حصہ کاندھوں پر نہ پڑا ہوا ہو۔

تشریح ایک کپڑے میں بحالت مجبوری ہی نماز ادا کی جا سکتی ہے تاہم ایک کپڑا بھی اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ تہبند باندھنے کے بعد اس کا کچھ حصہ کاندھے پر ڈال لیا جائے یعنی سینہ پیٹ اور کمر کا بھی کچھ حصہ اس سے ڈھانپا جا سکے۔

عورت کا پاجامہ یا تہبند کے بغیر نماز پڑھنا

۵۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ بِغَيْرِ إِزَارٍ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَ الْأَئِمَّةُ وَقْفَهُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "کیا ایک عورت پاجامہ یا تہبند کے بغیر صرف قمیص اور دوپٹہ اوڑھ کر ہی نماز ادا کر سکتی ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں جب کہ اس کی قمیص اس قدر کشادہ ہو اور لمبی ہو کہ اس کے قدموں کی پشت کو ڈھانپ لے۔" اس حدیث کو ابو داؤد نے بیان کیا ہے اور دوسرے ائمہ نے اس کے موقوف ہونے کی تصدیق کی ہے۔

تشریح یہ حکم بھی مجبوری کی حالت کے لیے ہے۔ کپڑا ہوتے ہوئے بغیر پاجامہ یا تہبند کے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا ستر پشت قدم تک ہے جسے ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔ یعنی نماز پڑھتے ہوئے "ستر" کو ڈھانپنا شرط ہے۔

نماز میں منہ قبلہ کی طرف کرنا

۶۔ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَأَشْكَلَتْ عَلَيْنَا الْقِبْلَةُ فَصَلَّيْنَا فَلَمَّا طَلَعَتِ الشَّمْسُ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ فَنَزَلَتْ (فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ) أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهُ۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک اندھیری رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر میں) تھے۔ قبلہ کی سمت ہم پر مشتبہ ہو گئی۔ ہم نے اندازہ ہی سے نماز پڑھ لی لیکن جب سورج طلوع ہوا تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہم نے قبلہ کے خلاف سمت کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے پس اس وقت یہ آیت نازل ہوئی فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ یعنی جس طرف کو بھی تم منہ کرو گے اسی طرف خدا کی ذات موجود ہے (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا)۔

تشریح اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا شرط ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے کسی مقام پر قبلہ کی صحیح سمت کا تعین نہ ہو سکے تو اندازہ سے جس طرف قبلہ معلوم ہو اسی طرف کو منہ کر کے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔

قبلہ کہاں ہے

۷۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَوَّاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے وہی قبلہ ہے اور بخاری نے اسے حدیث قوی قرار دیا ہے۔

تشریح مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ قرار دے کر دراصل یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قبلہ کسی خاص جگہ یا مقام کا نام نہیں ہے بلکہ مشرق اور مغرب کے درمیان کی ہر جگہ قبلہ ہے۔ بشرطیکہ انسان کا دل عبادت الٰہی کی طرف مائل اور پوری طرح متوجہ ہو۔ منہ کا کسی خاص سمت کو مڑنا ایک ظاہری علامت ہے حقیقتاً مقصود تو دل کا متوجہ ہونا ہے۔ اس لیے اگر کسی مقام پر کسی وجہ سے متعین طور پر سمت قبلہ معلوم نہ ہو سکے لیکن قلب اطاعت الٰہی کی طرف پوری طرح متوجہ ہو تو نماز ہو جائے گی خواہ رُخ صحیح طور پر کعبہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔ لیکن جان بوجھ کر سمت کعبہ کی طرف سے انحراف کرنا درست نہیں ہے۔

سواری پر نماز ادا کرنا

۸۔ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ زَادَ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سواری پر اسی طرف کو منہ کر کے نماز ادا فرما رہے ہیں کہ جس طرف کو سواری کا منہ تھا (متفق علیہ) بخاری نے یہ الفاظ اضافہ

الْبُخَارِيُّ: يُوْمِيُ بِرَاسِهٖ وَلَمْ يَكُنْ يَصْنَعُهٗ فِي الْمَكْتُوْبَةِ

کیئے ہیں ۔ آپ اپنے سر مبارک سے اشارہ فرماتے جاتے ہیں لیکن فرض نماز میں آپ ایسا نہیں کرتے تھے ۔

تشریح اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سواری پر یعنی گھوڑے گدھے یا اُونٹ وغیرہ پر سوار ہونے کی حالت میں نفل نماز اسی طرف منہ کر کے پڑھ لینا جائز ہے جس طرف سواری کا رُخ ہے، لیکن فرض نماز کا اس طرح ادا کرنا درست نہیں ہے ۔

سواری پر نفل نماز پڑھنے کی مزید وضاحت

۹ ۔ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَكَانَ اِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَنْ يَتَطَوَّعَ اسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُ رِكَابِهٖ وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ۔

ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب وہ سفر کرتے اور نفل نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو اپنی اُونٹنی کا رُخ قبلہ کی طرف کر کے نیت باندھ لیتے تھے اور پھر نماز پڑھتے رہتے تھے، خواہ ان کی سواری کا رُخ کسی طرف کو ہو جاتا ۔ (اور اس حدیث کی سند حسن ہے)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل نماز شروع کرتے وقت سواری کا رُخ قبلہ رو ہونا چاہیئے ۔ اس کے بعد خواہ رخ بدل جائے ۔ نماز بہر حال جاری رکھنی چاہیئے ۔ یہاں اُونٹنی کا ذکر ہے لیکن اس حکم کا اطلاق آجکل کی تیز رفتار سواریوں پر بھی ہو سکتا ہے ۔

قبرستان اور حمام میں نماز پڑھنا درست نہیں

۱۰ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے

رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْاَرْضُ کُلُّہَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَۃَ وَالْحَمَّامَ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَلَہٗ عِلَّۃٌ

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام روئے زمین نماز پڑھنے کی جگہ ہے سوائے قبرستان اور حمام کے (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند معلول ہے)۔

تشریح قبرستان میں نماز پڑھنے سے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں نماز پڑھنے سے قبروں کو سجدہ کرنے کا گمان ہو سکتا ہے۔ اور حمام میں وہ نظافت اور پاکیزگی نہیں ہوتی جو نماز پڑھنے کی جگہ ہونی چاہیے۔ لیکن اگر قبرستان اور حمام کے متصل یا اس کی حدود کے اندر کوئی خاص عمارت یا جگہ نماز پڑھنے کے لیے مخصوص کر لی گئی ہو تو وہاں نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس جگہ کو مستقل مسجد تصور کیا جائے اور اس جگہ قبریں نہ ہوں اور نہ وہاں غسل کیا جاتا ہو۔

سات مقامات جہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے

۱۱- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی اَنْ یُّصَلّٰی فِیْ سَبْعِ مَوَاطِنَ۔ اَلْمَزْبَلَۃِ وَالْمَجْزَرَۃِ وَالْمَقْبَرَۃِ وَقَارِعَۃِ الطَّرِیْقِ وَالْحَمَّامِ وَمَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَہْرِ بَیْتِ اللہِ تَعَالٰی" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۱- کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ۔

۲- جانوروں کو ذبح کرنے کی جگہ۔

۳- قبرستان ۴- راستہ کا اصل حصہ۔

۵- حمام ۶- اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔

۷- خانہ کعبہ کی چھت کے اوپر۔

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اسے

وَصَحَّحَهُ۔ ضعیف قرار دیا۔

تشریح ان مقامات پر نماز ادا کرنے میں جو قباحتیں اور دشواریاں پیش آسکتی ہیں واضح ہیں۔ مزبلہ سے ہر وہ جگہ مراد ہے جہاں کوڑا کرکٹ اور گندگی لاکر ڈالی جاتی ہے۔ مذبح کی جگہ بھی پاک صاف نہیں ہوسکتی۔ قبرستان میں قبروں کو سجدہ کرنے کا گمان ہوسکتا ہے۔ راستہ میں نماز پڑھنے سے راستہ رُک جانے اور مسافروں کو تکلیف ہونے کا خطرہ ہے۔ حمام میں صفائی اور پاکیزگی نہیں ہوگی۔ اُونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پر ہی تمام جانوروں گائے، بیل، بھینس، گھوڑے، گدھے، خچر، بھیڑ بکریوں کے باڑوں کو بھی قیاس کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ جگہ ان جانوروں کے پیشاب اور فضلات سے گندی اور غلیظ ہوگی۔ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر نماز پڑھنے سے ممکن ہے گرد و نواح کے مکینوں کے گھروں کی بے پردگی کا احتمال ہو۔ اس حدیث پر غور کرنے سے یہ اُصول واضح ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ صاف ستھری اور پاکیزہ ہونی چاہیئے۔ اس جگہ سجدہ کرنے سے کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا گمان نہیں گزرنا چاہیئے اور اس جگہ نماز پڑھنا راہگیروں یا دوسرے مکینوں کی تکلیف کا باعث نہیں ہونا چاہیئے۔

قبروں کی طرف نماز پڑھنا اور ان پر بیٹھنا منع ہے

۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْھَا۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا کہ "قبروں کی طرف رُخ کرکے نماز مت پڑھو اور اُن کے اُوپر مت بیٹھو" اسے مسلم نے روایت کیا۔

تشریح قبروں کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے سے قبر پرستی کا شائبہ تھا۔ اس لیے اس سے روک دیا گیا ہے اور قبروں پر بیٹھنے سے اُن کے احترام کے

پیشِ نظر روکا گیا ہے۔ قبروں کی بے حرمتی بہر حال نہیں کرنی چاہیئے۔

جوتے پہنے پہنے نماز ادا کرنا

١٣۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَنْظُرْ فَاِنْ رَاٰی فِیْ نَعْلَیْهِ اَذًی اَوْ قَذَرًا فَلْیَمْسَحْهُ وَلْیُصَلِّ فِیْهِمَا" اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَیْمَةَ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اپنے اُوپر ایک نظر ڈالے اگر وہ اپنے جوتوں میں کچھ نجاست یا گندگی لگی ہوئی دیکھے تو اُسے پونچھ کر صاف کرے اور پھر جوتے پہنے ہوئے ہی نماز پڑھ لے (ابوداؤد نے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے۔)

تشریح اگرچہ جوتے پہنے پہنے نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن مسجد اور نماز کے احترام کے پیشِ نظر جوتے اُتار کر ہی نماز پڑھنا افضل اور بہتر ہے اس حدیث سے یہ اصول بہر حال اخذ ہوتا ہے کہ جب آدمی نماز پڑھنے لگے تو اس کے جسم پر جو کپڑے یا جوتے وغیرہ ہوں ان پر کوئی نجاست یا گندگی لگی ہوئی نہیں ہونی چاہیئے۔ یعنی جسم و لباس کی پاکیزگی نماز کے لیے شرط ہے۔

موزہ کو لگی ہوئی نجاست مٹی پر رگڑنے سے دُور ہو جاتی ہے

١٤۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَطِئَ اَحَدُكُمُ الْاَذٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کے موزوں کو نجاست لگ جائے تو مٹی لگنے سے وہ

بِخُفَّيْهِ فَطَهُورُهُمَا التُّرَابُ
أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ
ابْنُ حِبَّانَ .

پاک ہوجاتے ہیں (ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے)۔

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر راستہ چلتے ہوئے چمڑے کے موزہ کو کچھ نجاست لگ جائے تو پھر پاک مٹی پر چلنے سے جب اُسے رگڑ لگے گی تو نجاست خود بخود صاف ہوجائے گی اور موزہ پاک ہوجائے گا۔

نماز پڑھتے ہوئے باتیں کرنا منع ہے

۱۵ا ۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ الْحَكَمِ
رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ "إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ
لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ
النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ
وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت معاویہ ابن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اس نماز میں انسانوں کا آپس میں گفتگو کرنا قطعاً درست نہیں ہے یہ تو سراسر تسبیح و تکبیر اور تلاوت قرآن ہے (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا)۔

تشریح: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ نماز پڑھتے وقت بات چیت کرنا یا انسانی ضرورت کے تحت کچھ کہنا یا منہ سے بولنا جائز نہیں ہے۔ یعنی باتیں نہ کرنا نماز کی شرائط میں سے ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں حسب موقع سبحان اللہ اور اللہ اکبر وغیرہ کہا جائے اور قرآن کی تلاوت کی جائے یہ بھی نماز کی شرائط میں داخل ہے۔

شروع شروع میں لوگ نماز پڑھتے ہوئے باتیں کر لیا کرتے تھے

۱۶ا ۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّهُ

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے

قَالَ اِنْ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ اَحَدُنَا صَاحِبَهٗ بِحَاجَتِهٖ حَتّٰى نَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ، فَاَمَرَنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز پڑھتے ہوئے آپس میں گفتگو کر لیتے تھے ہم میں سے کوئی شخص اپنی ضرورت کے تحت اپنے ساتھی سے باتیں کر لیا کرتا تھا حتّٰی کہ یہ آیت نازل ہوئی ۔ حافظوا علی الصّلٰوۃ والصّلٰوۃ الوسطٰی وقوموا للہ قانتین ۔ (اپنی نمازوں کی حفاظت کرو اور اوسط درجہ کی عمدہ نماز پڑھو اور اللہ کے فرمانبردار بن کر کھڑے رہو) پس ہمیں خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا اور ہمیں باتیں کرنے سے روک دیا گیا (متفق علیہ اور الفاظ مسلم کے ہیں) ۔

تشریح نماز میں پوری طرح انسان کا دل ذات باری تعالٰی کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ انسان دُنیا کے معاملات سے بالکل یکسو ہو جائے اور اس بارے میں قطعاً کلام نہ کرے ۔ شروع شروع میں لوگوں کو اپنے ساتھیوں سے بات کر لینے کی اجازت تھی، لیکن اس سے نماز کے نظام میں خلل پڑتا تھا اور نماز کا حقیقی مقصد حاصل نہیں ہوتا تھا ۔ اس لیے اللہ تعالٰی نے بذریعہ وحی باتیں کرنے سے روک دیا ۔

نماز میں بولنا ناگزیر ہو تو کیا کیا جائے

۱ ۔ مرد سبحان اللہ کہیں

۲ ۔ عورتیں تالی بجائیں ۔

۱۷ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (بوقت ضرورت) مردوں کو سبحان اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، زَادَ مُسْلِمٌ "فِي الصَّلوٰةِ"۔

کہنا اور عورتوں کو تالی بجانا روا ہے ۔ (متفق علیہ) امام مسلم نے "نماز میں" کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

تشریح اگر نماز پڑھتے ہوئے کوئی ایسی ناگزیر ضرورت پیش آگئی یا کوئی حادثہ رُونما ہو گیا کہ اس کی طرف دوسروں کو توجہ دلانا ضروری ہو گیا ہے تو مردوں کو اجازت ہے کہ وہ سُبْحَانَ اللہ کہیں۔ لیکن عورتوں کو صرف تالی بجانا چاہیئے اس میں حکمت یہ ہے کہ اُن کی آواز کوئی غیر محرم مرد نہ سُن لے۔

نماز پڑھتے ہوئے رونا جائز ہے

۱۸ - وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ اِلَّا ابْنَ مَاجَهْ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

حضرت مطرف بن عبد اللہ بن شخیر نے اپنے والد (عبد اللہ بن شخیر) سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس وقت آپ کے سینہ مبارک میں سے رونے کی وجہ سے ایسی زور زور کی آواز آرہی تھی جیسے پکتی ہوئی دیگ میں سے آیا کرتی ہے (اس حدیث کو ماسوائے ابن ماجہ کے پانچوں ائمہ نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

تشریح اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر خوفِ الٰہی کے غلبہ کے سبب آدمی نماز پڑھتے ہوئے رونے لگے تو اس سے نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

نماز میں کھانسنا یا کھنکارنا جائز ہے

۱۹۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: كَانَ لِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْخَلَانِ فَكُنْتُ إِذَا أَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي تَنَحْنَحَ لِي۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے دو وقت مقرر تھے جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو آپ میری اطلاع کے لیے کھنکار دیتے تھے (اس حدیث کو نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کھانسنا یا کھنکارنا صرف کھانسی کی شکایت ہونے کے سبب ہی روا نہیں ہے بلکہ کسی کو متوجہ یا مطلع کرنے کے لیے بھی کھنکارنا جائز ہے۔ اس سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے ایسی آواز پیدا کرنے سے جن میں حروف و الفاظ نہ ہوں نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز کی حالت میں سلام کا جواب کیسے دیا جائے

۲۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِيْنَ يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوتے تھے اور اس وقت لوگ انھیں سلام کرتے تھے تو تو نے حضور کو ان کے سلام کا جواب کس طرح دیتے

هُوَ يُصَلِّيْ قَالَ: يَقُوْلُ هٰكَذَا وَبَسَطَ كَفَّهُ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔

ہوئے دیکھا ؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اس طرح اور پھر انھوں نے اپنی ہتھیلی کھول دی ۔ اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے صحیح حدیث قرار دیا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے آدمی کو سلام کرے تو اُسے اس کا جواب زبان سے وعلیکم السلام کہہ کر نہیں دینا چاہیے بلکہ ہاتھ سے اشارہ کر دینا کافی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ نماز کی حالت میں سلام نہ کیا جائے بلکہ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو سلام کرے۔

نماز پڑھتے ہوئے بچّہ کو گود میں اٹھائے رکھنا

۲۱ - وَعَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ وَهُوَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے اُمامہ بنت زینبؓ کو گود میں لیے رہتے تھے لیکن جب سجدہ کرتے تھے تو اُسے گود سے اُتار دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تھے تو پھر اُٹھا لیتے تھے (متفق علیہ) اور مسلم نے مزید کہا ہے کہ آپ مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہوتے تھے۔

تشریح اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوٹے بچوں سے بے حد اُنس اور پیار تھا۔ حتیٰ کہ نماز پڑھتے پڑھاتے وقت بھی آپ انھیں گود اٹھانے میں مضائقہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک عورت جس کے پاس چھوٹا بچہ ہو وہ اُسے گود میں لیے ہوئے نماز ادا کر سکتی ہے لیکن ایسا کسی مجبوری

کے تحت ہی کرنا چاہیئے - امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے کہ اس فعل کو بعد میں ممنوع قرار دے دیا گیا تھا - لہذا نماز پڑھتے وقت بچہ کو گود میں لیے رکھنا جائز نہیں ہے۔

نماز پڑھتے وقت موذی جانور کو ہلاک کرنا

۲۲ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ" أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھتے ہوئے دو سیاہ رنگ چیزوں کو ہلاک کر دو، ایک سانپ اور دوسرے بچھو کو - اربعہ محدثین نے اس حدیث کو بیان کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا -

تشریح حدیث میں اسودین کا لفظ استعمال ہوا ہے اور پھر سانپ اور بچھو کہہ کر اس کی وضاحت کی گئی ہے، چونکہ سانپ اور بچھو بیشتر سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں اس لیے اسودین کہا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر سانپ اور بچھو زرد رنگ یا سفید رنگ یعنی سیاہ کے علاوہ کسی اور رنگ کے ہوں تو انھیں مارنا جائز نہیں ہے۔ دراصل مدعا تو یہ ہے کہ وہ جانور جو انسان کو ایذا پہنچانے والے ہیں اگر نماز پڑھتے وقت نظر پڑ جائیں تو انھیں مار دینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ انھیں مار ہی دینا چاہیئے۔ کیونکہ موذی جانوروں کو زندہ چھوڑنا عقل و شریعت دونوں کے خلاف ہے۔

مسائل و مسائل

(شرائط نماز)

شرط کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ معدوم ہو جائے تو جس کی شرط اسے قرار دیا گیا تھا

Marfat.com

وہ بھی ثابت و موجود نہ ہو سکے یعنی "اِذَا فَاتَ الشَّرطُ فَاتَ المَشرُوطُ" جس طرح دُنیا کے معاملات میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر کام کے متعلق کچھ شرائط و لوازمات ضروری ہیں وہ پورے کر دیئے جائیں تو وہ کام ہوتا ہے اور نہ کیے جائیں تو ادھورا رہ جاتا ہے یا ہوتا ہی نہیں اسی طرح دین کے معاملات میں بھی ہر کام کے لیے کچھ شرائط مقرر ہیں جنھیں پورا کرنا اس کام کی انجام دہی کے لیے ضروری ہے، نماز چونکہ اسلام کے پیش کردہ تربیتی پروگرام کا جزو اعظم ہے اس لیے اسے اَحسن طریق پر انجام دینے کے لیے چند شرائط کا مقرر کر دینا ناگزیر تھا۔ شارع علیہ السّلام نے نہایت حکیمانہ انداز کے ساتھ نماز کی ادائیگی کے لیے جو شرطیں مقرر فرمائی ہیں ان کا ایک خاکہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے جو مندرجہ بالا اَحادیث کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔

۱۔ باوضو ہونا۔ ۲۔ لباس کا ساتر ہونا۔ ۳۔ جسم اور لباس وغیرہ جو کچھ بدن پر ہو سب کا پاک ہونا۔ ۴۔ دل میں نماز کی نیت کرنا۔ ۵۔ نماز کے وقت نماز پڑھنا۔ ۶۔ روبقبلہ ہونا۔ ۷۔ نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا۔ ۸۔ دورانِ نماز باتیں نہ کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔

یہ وہ شرائط ہیں جنھیں نماز پڑھتے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہو گی تو نماز بھی نہیں ہو گی۔ لیکن بعض شرائط ایسی ہیں کہ وہ مجبوری کے وقت ساقط ہو جاتی ہیں۔ مثلاً عذر شرعی کی حالت میں وضو کی جگہ تیمم کر لیا جائے۔ اگر کسی کے پاس اس قدر کپڑا ہی نہ ہو کہ جس سے پوری طرح ستر پوشی ہو سکے یا لباس پاک نہ ہو اور پاک کر لینا بھی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں نماز پڑھنے والا ان شرائط کو پورا کرنے کا مکلف نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی وجہ سے صحیح سمت قبلہ کا تعین نہ ہو سکے یا نماز کے صحیح اوقات کا اندازہ ممکن نہ ہو تو پھر اپنی سوچ سمجھ کے مطابق کام لے اور حتی الامکان صحیح سمت اور صحیح وقت کا تعیّن کرنے کی کوشش کرے دل میں نماز کی نیّت ہونے کی شرط ایسی ہے جو کسی طرح بھی ساقط نہیں ہوتی یعنی دل میں نماز کی نیّت نہ ہو تو محض ارکان صلوٰۃ پورے کر دینے سے ہرگز نماز ادا نہیں ہو گی۔

بَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ

نمازی کے آگے سترہ قائم کرنا

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ

۱۔ عَنْ اَبِیْ جُھَیْمِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمَارُّ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ مَاذَا عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ لَکَانَ اَنْ یَّقِفَ اَرْبَعِیْنَ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ یَّمُرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیْ۔ وَوَقَعَ فِی الْبَزَّارِ مِنْ وَّجْهٍ اٰخَرَ اَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا

حضرت ابوجہیم بن حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا نمازی کے سامنے سے گزرنے کا کتنا زبردست گناہ ہے تو اس کے سامنے سے گزرنے کے مقابلہ میں چالیس سال کھڑے رہنا زیادہ بہتر خیال ہے۔ متفق علیہ اور الفاظ بخاری کے ہیں اور بزار میں اس حدیث کو ایک دوسرے طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اربعین خریفا (چالیس سال) کے الفاظ زیادہ ہیں)۔

تشریح نماز اور نمازی کا احترام بہر حال ضروری ہے اس لیے جب ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سامنے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ اس حدیث سے اس گناہ کی شدت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ دراصل جب بندہ نماز

باندھ کر اپنے رب کے حضور سربسجود ہونے کے لیے تیار کھڑا ہو تو اللہ میاں کی غیرت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ اس حالت میں عبد اور معبود کے درمیان کوئی اور چیز حائل ہو جائے اس لیے نمازی کے سامنے سے گزرنے کو ناجائز قرار دے دیا گیا۔ اگر ایک شخص کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو تو اُسے چاہیئے کہ اپنے آگے کوئی چیز رکھ کر اپنی نماز کی جگہ کی حد مقرر کر لے۔ اسی حد بندی کو سترہ کہتے ہیں۔ اب گزرنے والا اس سترہ کے باہر سے گذر سکتا ہے۔

سترہ کیسا ہونا چاہیئے؟

۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غزوہٗ تبوک کے موقع پر آپ سے نمازی کے سترہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "سترہ اونٹ کے کجاوہ کے پچھلے حصہ کی مانند ہونا چاہیئے" (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا ہے)۔

تشریح یعنی نمازی کو اپنے آگے اتنی اونچی کوئی چیز رکھ لینی چاہیئے، جتنا اونچا اونٹ کے کجاوہ کا پچھلا حصّہ ہوتا ہے۔ اس سے مراد اونچائی کا کوئی ناپ مقرر کرنا نہیں ہے بلکہ مثال دے کر بتانا یہ مقصود ہے کہ سترہ کے طور پر رکھی جانے والی چیز نمایاں ہو جس سے لوگوں پر واضح ہو سکے کہ یہ سترہ ہے۔

تیر بھی سترہ کا کام دے سکتا ہے

۳۔ وَعَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سبرۃ بن معبد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر کسی کو نماز

لِيَسْتَتِرْ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ وَلَوْبِسَهْمٍ" اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ

ہیں سترہ ضرور قائم کر لینا چاہیئے خواہ تیر ہی ہو۔ اس حدیث کو حاکم نے بیان کیا۔

تشریح سترہ قائم کرنے کی تاکید اس لیے کی گئی ہے کہ سامنے سے گزرنے والوں کو نماز ختم ہونے کے انتظار کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور گذرجانے والے گنہگار نہ ہوں۔ اگر سپاہی کے پاس تیر کمان ہو تو تیر ہی کھڑا کر کے سترہ قائم کرلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر جو چیز بھی میسر آجائے اسی کے ذریعہ سترہ قائم کر لینا چاہیئے۔

نمازی کے آگے سے عورت، گدھے اور سیاہ کتے کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

۴۔ وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ۔ اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ الْحَدِيْثَ" وَفِيْهِ" اَلْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مسلمان مرد نمازی کے سامنے اونٹ کے کجاوہ کے پچھلے حصہ کی مانند سترہ نہ ہو، تو عورت، گدھا اور کالا کتّا اس کے سامنے گزر کر اس کی نماز قطع کر دیتے ہیں اور ایک حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے"۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بیان کیا۔

تشریح عورت اگر نمازی کے سامنے سے گذرے تو اسے دیکھ کر نمازی کے اندر جنسی تحریک ہونے کا امکان ہے۔ گدھا کریہہ الصوت اور

قبیح الصورت ہوتا ہے اُسے دیکھ کر نمازی کی طبیعت میں کراہت اور تکدر پیدا ہونے کا امکان ہے اور کتا ایک نجس اور بے حیا جانور ہے جسے دیکھ کر نمازی کی طبیعت میں نفرت پیدا ہو سکتی ہے اور یہ تمام باتیں نماز میں خلل پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں اس لیے نمازی کو سترہ قائم کر لینے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ اگر یہ چیزیں گذریں تو سترہ کے باہر سے گذریں، اور نمازی کا دھیان اُن کی طرف منتقل نہ ہو سکے۔ آخر میں سیاہ کُتّے کو شیطان کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کُتّے کی شکل میں آتا ہے۔ اسی طرح عورت اور گدھے کے روپ میں آکر بھی وہ نمازی کی نماز میں خلل پیدا کر سکتا ہے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۵۔ وَلَہٗ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ نَحْوُہٗ دُوْنَ الْکَلْبِ۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے جس میں کتّے کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث میں عورت اور گدھے کا ذکر کیا گیا ہے کتّے کا نہیں۔

سابقہ حدیث کی مزید تائید

۶۔ وَلِاَبِیْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِیْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نَحْوُہٗ دُوْنَ اٰخِرِہٖ وَقَیَّدَ الْمَرْاَۃَ بِالْحَائِضِ۔

امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے جس میں اس حدیث کا آخری حصّہ نہیں ہے اور عورت کے لیے حائضہ (جوان) ہونے کی قید لگائی ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث میں وہ حصہ مذکور نہیں ہے جس میں سیاہ کتے کو شیطان کہا گیا ہے اور جہاں عورت کا ذکر آیا ہے تو وہاں اس کے بالغ اور جوان ہونے کی شرط لگائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر چھوٹی بچی یا بوڑھی عورت نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ دراصل مرد کے جنسی جذبات کو تحریک بالغ اور جوان عورت کو دیکھ کر ہی ہو سکتی ہے اور اسی سے نماز میں خلل پڑ سکتا ہے۔

سترہ کے اندر سے گزرنے والے کے متعلق احکام

۱۔ وہ شیطان ہے اُسے روکنا ضروری ہے۔

۲۔ اگر روکنے کے باوجود نہ رُکے تو اُس کے ساتھ جنگ کی جائے۔

٧۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی شَیْئٍ یَسْتُرُہٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلْیَدْفَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْہُ فَاِنَّمَا ھُوَ شَیْطَانٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَاِنَّ مَعَہُ الْقَرِیْنَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے اور کسی چیز کے ذریعے لوگوں کی طرف سے سترہ قائم کرے اور پھر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اس نمازی کے سامنے سے سترہ کے اندر سے گزر جائے تو نمازی کو چاہیئے کہ نماز میں اُسے روکے پھر اگر وہ انکار کرے تو اس کے ساتھ جنگ کرنی چاہیئے کیونکہ وہ یقیناً شیطان ہے۔ متفق علیہ اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ شیطان کا ساتھی ہے۔

تشریح یعنی سترہ قائم کر لینے کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت انسان سترہ کی حدود

کے اندر نمازی کے سامنے سے گذرنے کی جسارت کرے تو نمازی کا فرض ہے کہ اُسے اشارۃً یا سبحان اللہ کہہ کر گذرنے کی جسارت سے روکنے کی کوشش کرے لیکن اگر وہ شخص نہ مانے اور ضرور گذرنے پر ہی بضد ہو تو نمازی کو نماز پڑھتے ہوئے ہی اس کے ساتھ ہاتھا پائی اور مقابلہ و مقاتلہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیئے کیونکہ وہ شخص جو سمجھانے کے باوجود نماز اور نمازی کے احترام کو مجروح کرنے کے درپے ہے وہ ضرور شیطان یا شیطان کا مصاحب ہوگا جسے دفع کرنا مسلمان کا فرض ہے۔

سترہ قائم کرنے کی مختلف صورتیں

۱۔ سامنے کوئی چیز رکھ لی جائے۔

۲۔ لاٹھی یا کوئی لکڑی کھڑی کر لی جائے۔

۳۔ ایک لکیر کھینچ دی جائے۔

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ شَیْئًا فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَنْصِبْ عَصًا فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فَلْیَخُطَّ خَطًّا ثُمَّ لَا یَضُرُّهٗ مَنْ مَرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ وَصَحَّحَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اُسے اپنے چہرے کے مقابل کوئی چیز رکھ لینی چاہیئے اگر اُسے کوئی ایسی چیز نہ مل سکے تو اپنی لاٹھی ہی کھڑی کر لے اور اگر لاٹھی بھی نہ ہو تو ایک لکیر ہی کھینچ لے۔ پھر اس کے سامنے سے جو گزرے گا وہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (اس حدیث کو احمد اور ابن ماجہ نے بیان کیا اور ابن حبان نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ا و

ابْنُ حِبَّانَ وَلَمْ يُصِبْ مَنْ زَعَمَ اَنَّهُ مُضْطَرِبٌ بَلْ هُوَ حَسَنٌ۔

جس محدث نے یہ خیال کیا کہ یہ حدیث مضطرب ہے اس نے غلطی کی بلکہ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح اس حدیث میں سترہ قائم کرنے کی مختلف صورتیں بتائی گئی ہیں۔ دراصل سترہ قائم کرنے سے یہ مقصود ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ کی حد بندی ہو جائے۔ یہ مقصد سامنے کوئی چیز رکھ کر یا کوئی لکڑی گاڑ کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز میسر نہ ہو تو ایک لکیر کھینچ کر بھی حد صلوٰۃ قائم کی جا سکتی ہے امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ سترہ قائم کرنے کے لیے سامنے ایک لکیر کھینچ لینا ہی کافی ہے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنے کا حکم

۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ شَیْئٌ وَادْرَءُ وْا مَا اسْتَطَعْتُمْ" اَخْرَجَہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِیْ سَنَدِہٖ ضَعْفٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والی کوئی چیز نماز کو فاسد نہیں کرتی لیکن حتی المقدور تم اسے روکنے کی کوشش کرو۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بیان کیا اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

تشریح اگر نماز پڑھنے والا سترہ قائم نہ کرے تو اس کی کوتاہی ضرور ہے لیکن اصل گناہ اس کے سامنے سے گزرنے والے ہی کا ہے۔ تاہم نمازی کا فرض ہے کہ جب کوئی اس کے سامنے سے گذرنے لگے تو وہ اسے اشارۃً کنایۃً یا سبحان اللہ کہہ کر گذرنے سے روکنے کی حتی المقدور کوشش کرے اور اس کوشش کے باوجود بھی وہ گزر جائے تو یہ اس کا گناہ ہے اور نمازی کی نماز میں کوئی خلل نہیں پڑے گا۔

مصالح و مسائل

(نمازی کا سُترہ)

جب ایک بندہ اپنے خالق و مالک کے حضور میں اپنی بندگی کا اِقرار و اِع
اور عملی مظاہرہ کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو مذہب کی اصطلاح میں اس حال
کو نماز کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مقدس فریضہ ہے کہ جو انسان کو دُنیا میں اس کا صحیح مقص
مقام پہچاننے میں مدد دیتا ہے۔ جب ایک شخص نماز میں مصروف ہو تو کسی کو اس کے
کام میں کسی طرح بھی مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ نماز اور نمازی کے
تقدس و احترام کا تقاضا ہے کہ کوئی اس وقت اس سے معارض نہ ہو اس لیے شارع
علیہ السلام نے اس شخص کو جو کھلے میدان میں یا راستہ کے نزدیک نماز پڑھ رہا ہو
یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی نماز کی جگہ کی حد بندی کر لے۔ اس حد بندی کو شرعی اصطلاح
میں "سُترہ" کہا جاتا ہے۔ کوئی نمایاں چیز سامنے رکھ دینے یا کوئی لاٹھی، لکڑی یا
تیر گاڑ دینے سے یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے اور اگر کوئی چیز میسّر نہ ہو تو نمازی کو اپنے
سامنے ایک لکیر کھینچ لینی چاہیئے۔ دراصل مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو واضح
طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں تک "جائے نماز" ہے۔ نمازی کے آگے سے
گزرنا سخت معیوب اور گناہ ہے۔ لیکن سُترہ قائم کر لینے کے بعد سُترہ کے باہر
سے گزرنا جائز ہے۔ کھلی جگہ میں سُترہ قائم کیے بغیر نماز پڑھنا ٹھیک نہیں ہے۔

بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْخُشُوْعِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں عجز و انکسار اختیار کرنے کا بیان

نماز میں کولہوں پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت

١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَ مَعْنَاهُ: أَنْ يَّجْعَلَ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی کولہوں پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے (متفق علیہ) اور الفاظ مسلم کے ہیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اپنے کولہے پر رکھے

تشریح چونکہ کولہوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا تہذیب و شائستگی کے خلاف ہے اس لیے نماز میں اس سے قطعی طور پر روک دیا گیا۔ نماز میں تو ادب کے ساتھ ناف پر ہاتھ باندھ کر عجز و انکسار کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔

کولہوں پر ہاتھ رکھنا یہودیوں کا طریقہ ہے

٢- وَفِي الْبُخَارِيِّ عَنْ

بخاری شریف میں حضرت عائشہ

عَائِشَةَ : اَنَّ ذَالِكَ فِعْلَ الْيَهُوْدِ فِي صَلَاتِهِمْ۔

عنہا سے روایت ہے کہ یہ طریقہ (کولھوں پر ہاتھ رکھنا) یہودیوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ تھا۔

تشریح چونکہ یہودی نماز پڑھتے ہوئے کولھوں پر ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا تاکہ اُن کے ساتھ تشبہ نہ ہو۔

کھانا تیار ہو تو نماز سے پہلے کھا لینا چاہیے

۳۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوْا بِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوا الْمَغْرِبَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب شام کا کھانا پیش کر دیا گیا ہو تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانا شروع کر دو (متفق علیہ)

تشریح کھانا تیار ہو اور دسترخوان پر چن دیا گیا ہو یا سخت بھوک ہی لگی ہوئی ہو اور ادھر نماز بھی تیار ہو تو پہلے اطمینان سے کھانا کھا لینا چاہیئے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پھر سکون کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیئے، اگر کھانا چھوڑ کر بھوک کی حالت میں نماز پڑھی جائے تو عین ممکن ہے کہ دل کھانے میں پڑا رہے اور منہ سے رال ٹپکتی رہے۔ اب اس حالت میں نماز پڑھنے میں کیا خاک لطف آئے گا۔ اس لیے شارع علیہ السلام نے نماز سے پہلے کھانا کھا لینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ مثل مشہور ہے کہ بھوکے پیٹ بھجن نہیں ہوتے۔

نماز پڑھتے ہوئے سجدہ گاہ سے کنکریاں نہ ہٹائی جائیں

۴۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت

عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصٰى فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَزَادَ اَحْمَدُ "وَاحِدَةً اَوْدَعْ"۔

ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہاں سے کنکریاں نہ ہٹائے۔ کیونکہ اس حالت میں رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے (پانچوں اماموں نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام احمد نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے "ایک مرتبہ یا بس چھوڑ دے")۔

تشریح زمین اونچی نیچی ہو یا کنکریاں وغیرہ پڑی ہوئی ہوں اور سجدہ کرنے کی حالت میں وہ چبھتی ہوں تو نماز پڑھتے ہوئے انھیں ہاتھ سے ہٹانا درست نہیں ہے۔ اگر اسی حالت میں نماز پڑھتا رہے تو رحمت الٰہی کو اس پر بے حد پیار آئے گا اور اگر تکلیف کچھ زیادہ ہی محسوس ہو تو بس ایک بار ہاتھ پھیر کر ہٹا لینے کی اجازت ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ عجز و انکسار کا تقاضا بھی ہے کہ اپنے آقا و مولا کے حضور بالکل صبر و سکون کے ساتھ کھڑا رہے اور رکوع و سجود بجا لاتا رہے خواہ اس میں کتنی ہی تکلیف محسوس ہو۔ قطعاً پروا نہ کرے کہ

ہر چہ از دوست می رسد خوب است

سابقہ حدیث کی تائید

۵۔ وَفِي الصَّحِيْحِ عَنْ مُعَيْقِيْبٍ نَحْوَهٗ بِغَيْرِ تَعْلِيْلٍ۔

(صحیح بخاری) میں حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی ایک حدیث مروی ہے لیکن اس میں اس کی علت نہیں بیان کی گئی۔

تشریح یعنی اس حدیث میں یہ تو بیان ہوا ہے کہ کنکریاں نہیں ہٹائی جائیں لیکن اس کی یہ علت کہ نہ ہٹانے سے رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ

ہوتی ہے بیان نہیں کی گئی۔

نماز پڑھتے ہوئے کنکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا

۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِلتِّرْمِذِيِّ وَصَحَّحَهُ "اِيَّاكِ وَالْاِلْتِفَاتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهُ هَلَكَةٌ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَفِي التَّطَوُّعِ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کنکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطانی جھپٹا ہے۔ شیطان بندہ کی نماز میں سے کچھ جھپٹ لے جانا چاہتا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور ترمذی میں بھی اسے بیان کیا گیا ہے اور انھوں نے اس کی تصحیح اس طرح کی ہے: آنحضرتؐ نے فرمایا "اے عائشہ! تو اپنے آپ کو نماز میں تاک جھانک کرنے سے محفوظ رکھ کیوں کہ یہ یقیناً ہلاکت ہے اور اگر اس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو نوافل میں اجازت ہے۔"

تشریح نماز کی اصل روح یہ ہے کہ دل پوری طرح خدا کی طرف متوجہ ہو اور نظریں بھی پوری طرح اس مرکز پر سمٹی ہوئی ہوں، اس لیے کنکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا نماز کی اصل سپرٹ کے خلاف ہے اِدھر اُدھر اسی شخص کی نظریں جائیں گی جس کی توجہ خدا کی طرف پوری طرح مرکوز نہ ہو۔ جب دل کلی طور پر نماز میں منہمک ہوگا تو پھر کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ گوشہ ہائے چشم اِدھر اُدھر بھٹکتے پھریں۔ اگر کسی آدمی کی نظر نماز پڑھتے ہوئے اِدھر اُدھر جاتی ہے

(گویا شیطان اس پر حملہ کرتا ہے اور اس طرح اُس شخص کی نماز خراب کرنا چاہتا ہے، اس لیے آنحضرتؐ نے سختی کے ساتھ اس حرکت سے روک دیا ہے البتہ اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو اور کسی خاص مجبوری کے تحت گوشۂ چشم سے اِدھر اُدھر دیکھے بغیر چارہ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن دوسری نمازوں میں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

نماز کی حالت میں تھوکنے کا حکم

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّہٗ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فَلَا یَبْصُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْہِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ شِمَالِہٖ تَحْتَ قَدَمِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَوْ تَحْتَ قَدَمِہٖ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو یقیناً وہ اس وقت اپنے رب کے سامنے چپکے چپکے باتیں کر رہا ہوتا ہے اس لیے اگر تھوکنے کی حاجت ہو تو اپنے سامنے یا دائیں طرف ہرگز نہیں تھوکنا چاہیے بلکہ بائیں طرف اپنے قدموں کے نیچے تھوکے۔ متفق علیہ اور ایک روایت میں ہے بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوکے۔

تشریح باتیں کرتے ہوئے سامنے سامنے تھوکتے جانا تہذیب و شائستگی کے خلاف ہے اور ویسے بھی مخاطب شخصیت جس قدر زیادہ عظیم المرتبت ہو اتنا ہی ادب و احترام زیادہ ملحوظ رکھنا پڑتا ہے بلکہ آج کل تو حالت یہ ہے کہ بڑے آدمیوں سے باتیں کرتے وقت منہ کے اندر تھوک خشک ہو جاتا ہے تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خدا جو احکم الحاکمین ہے تمام آقاؤں کا آقا ہے تمام بڑوں کا بڑا ہے اس کے ساتھ مخاطب ہوتے وقت انسان کو کس قدر مؤدب ہونے کی ضرورت ہے۔ نماز پڑھنے کے لیے جب نمازی نیت باندھتا ہے تو سب سے پہلے خدا کو مخاطب

کرکے عرض کرتا ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ... الخ (اے میرے اللہ تو پاک ہے..... پھر سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے تو براہ راست اللہ تعالیٰ کو خطاب کرکے عرض کرتا ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (اے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں تو ہمیں را[ہ] راست دکھا..... الخ) اس مکالمہ و مناجات کے وقت جب انسان اپنے دل کی گہر[ائیوں] میں ڈوب کر اپنے خالق و مالک کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے تو اسے حد سے زیادہ محت[اط] اور مؤدب رہنا چاہیئے اور تھوک جیسی لغو حرکت سے باز رہنا چاہیئے لیکن اگ[ر] کوئی ایسی ہی سخت مجبوری ہو کہ تھوکے بغیر چارہ ہی نہ رہے تو آہستہ سے بائی[ں] طرف اپنے پاؤں کے نزدیک تھوک دینا چاہیئے۔

تصویروں والے پردہ کا حکم

۸۔ وَعَنْهُ قَالَ: كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَمِيطِي عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روای[ت] ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پا[س] ایک سُرخ رنگ کا آرائشی پردہ تھا جو ان [کے] مکان کے ایک طرف لٹکا رہتا تھا۔ نبی کر[یم] صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا "عائش[ہ] تم اپنا یہ پردہ ہمارے پاس سے دور لے [جا] کیونکہ اس کی تصویریں کبھی بھی میری نماز م[یں] خلل پیدا کرنے سے نہیں ٹلتیں (یعنی یہ ہمیشہ میری نماز خراب کرتی ہیں)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے وقت سامنے دیوار یا پردہ وغیرہ پر کسی قسم کی کوئی تصویر نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ نماز پڑھتے ہوئے ضرور ان کی طرف توجہ منتقل ہوگی اور اس طرح نماز میں خلل پیدا ہوگا۔

اس حدیث سے گھر کے اندر تصویریں رکھنے کا جواز بھی نکلتا ہے لیکن نماز کی جگہ نہیں ہونی چاہئیں اگر تصویروں کا رکھنا مطلق حرام ہوتا تو آنحضرت ؐ اس باتصویر پردہ کو دور لے جانے کی بجائے ضائع کرنے کا حکم صادر فرماتے اور صراحت کے ساتھ تصویر رکھنے کی حرمت کا اعلان فرما دیتے۔ اس حدیث سے تصویر رکھنے کا جواز تو نکلتا ہے لیکن ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی بھی واضح ہوجاتی ہے اس لیے جس چیز کو نبی اکرم ؐ نے ناپسند فرمایا ہو اُس کے پاس نہ پھٹکنا ہی بہتر ہے۔ گھر کی آرائش تصویروں کے بجائے اور دوسری چیزوں سے بھی ہو سکتی ہے

حضرت ابوجہم کی باتصویر چادر کا واقعہ

۹۔ وَاتَّفَقَا عَلٰی حَدِیْثِهَا فِیْ قِصَّةِ اَنْبِجَانِیَّةِ اَبِیْ جَهْمٍ وَفِیْهِ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ عَنْ صَلَاتِیْ"۔

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث پر اتفاق کیا ہے جس میں حضرت ابوجہم کی باتصویر چادر "انبجانیہ" کا قصہ مذکور ہے اور اس میں یہ ہے کہ "یقیناً اس چادر نے مجھے اپنی نماز سے پراگندہ کر دیا"۔

تشریح اگرچہ تصویریں بتوں سے مختلف ہیں لیکن نماز پڑھتے ہوئے اگر کوئی تصویر نظر کے سامنے آجائے تو اسے دیکھ کر دل میں بتوں کا تصور ضرور آجائے گا اور اس طرح نماز میں خلل پیدا ہوگا اس لیے ایسا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر جس پر کوئی تصویر بنی ہوئی ہو نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں اسی طرح کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز باتصویر چادر کو دیکھ کر خیالات پراگندہ ہونے شروع ہو جاتے تھے اور نماز خراب ہو جاتی تھی۔

نماز پڑھتے وقت آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت

۱۰۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِي الصَّلٰوةِ اَوْ لَا تَرْجِعُ اِلَيْهِمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو نماز کی حالت میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اُٹھانے سے ضرور پرہیز کرنا چاہیے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نظر پھر اُن کے پاس واپس ہی نہ آ سکے (اسے مسلم نے روایت کیا)۔

تشریح اہل عرب اپنے معبودوں کو اپنی نظروں کے سامنے رکھ کر ان کی عبادت کرنے کے عادی تھے۔ ایک اَن دیکھے خدا کو ماننے اور اُس کی پرستش کرنے کا وہ تصوّر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ بات بھی بیٹھی ہوئی تھی کہ خدا کا تخت آسمان پر ہے اس لیے لوگ مسلمان ہو جانے کے بعد بھی اپنے معبود کو نماز پڑھتے ہوئے اپنے سامنے دیکھنا چاہتے تھے اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھ جاتی تھیں گویا خدا آسمانوں کے اُوپر تخت سجا کر بیٹھا ہوا ہے اسی غلط تصور کی بیخ کنی کے لیے نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا ہے اور وعید سنا دی گئی ہے کہ شاید اس عمل کے سبب تمہاری بینائی ہی سلب کر لی جائے۔ بینائی سلب ہو جانے کا کنایہ معاملات کی صحیح سوجھ بوجھ اور درست و غلط میں امتیاز کرنے کی صلاحیت کے معدوم ہو جانے کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ ذات الٰہی کے وجود کے بارے میں جو صحیح بصیرت تمہیں عطا کی گئی ہے ممکن ہے اس پر پھر جہالت کے پردے پڑ جائیں۔

بھوک یا رفع حاجت کے وقت نماز فارغ ہو کر پڑھی جائے

۱۱۔ وَلَهٗ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ انھوں نے

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ.

بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اس شخص کو بھی نہیں پڑھنی چاہیے جو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت کا دفعیہ کر رہا ہو۔"

تشریح کھانا تیار ہو اور سامنے موجود ہو یا پیشاب پاخانے کی حاجت تنگ کر رہی ہو تو ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ پہلے کھانا کھا لیا جائے یا پیشاب پاخانہ وغیرہ کی حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کر لی جائے اور بعد میں اطمینان کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ ظاہر ہے کہ ان فطری عوارض کے ہوتے ہوئے انسان کا دل پوری طرح نماز میں نہیں لگ سکتا اور نماز پڑھنے کا حقیقی مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اگر کھانا تیار ہے اور بھوک بھی ہے لیکن پھر بھی ایک شخص نماز ہی پہلے پڑھنا چاہتا ہے تو یہ اس کی عزیمت کی دلیل ہے، ورنہ شریعت کی طرف سے رخصت حاصل ہے کہ بھوک کا علاج پہلے کر لیا جائے۔ اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بھوک وغیرہ کی حالت میں نماز پڑھنا ہی ناجائز ہے بلکہ لوگوں کو ایک رخصت دی گئی ہے۔

نماز کی حالت میں جمائی لینا

۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمائی شیطان کا کام ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اُسے روکنے اور ضبط کرنے کی کوشش کرے۔ (اس حدیث کو مسلم اور ترمذی نے روایت

رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِیُّ — کیا اور اس پر "نماز میں" کے ا[illegible]
وَزَادَ "فِی الصَّلٰوۃِ" — اور اضافہ کیا)۔

تشریح جمائی بالعموم سستی اور کاہلی کی علامت ہے اور شیطان یہی چا[illegible] کہ انسان خدا کی یاد سے غافل اور مدہوش پڑا رہے اور سس[illegible] کاہلی کے سبب نماز وغیرہ میں اس کا دل نہ لگے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علی[illegible] نے سستی اور کاہلی کے اس نشان کو شیطانی حرکت قرار دیا ہے اور نماز [illegible] میں حتّی الامکان اس کو ضبط کرنے کا حکم دیا ہے۔ جمائی لیتے وقت منہ پر [illegible] لینا چاہیئے۔

مصالح و مسائل

(نماز میں عجز و انکسار)

اس باب میں جو احادیث بیان ہوئی ہیں اُن پر ایک نظر ڈال جانے کے [illegible] حقیقت واشگاف ہو کر سامنے آتی ہے کہ خشوع وخضوع اور عجز و انکسار [illegible] طور پر دہ مسکین اور رونی صورت بنا لینا مراد نہیں ہے جو عام طور پر لوگ سم[illegible] بلکہ قلب ونظر کی اس کیفیت کا نام خشوع ہے جو ذات الٰہی کے سامنے بندہ [illegible] کو زیادہ سے زیادہ قریب کر دے اور مزخرفات دُنیوی سے اُس کو بے نیاز [illegible] حتّٰی کہ سجدہ گاہ پر کنکریاں پڑی ہوں تو انھیں بھی ہاتھ سے ہٹانا روا نہیں ہے [illegible] ہیں تو جیسا کریں جو پیشانی خدا کی راہ میں ایک کنکری کی چبھن برداشت کرتے ہو[illegible] تنگی محسوس کرے تو اُس سے اور کسی بڑی قربانی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

مسلمان کو نماز پڑھتے وقت اپنی وضع قطع ایسی نہیں بنانی چاہیئے جو [illegible] اور کافر قوموں سے ملتی جلتی ہو۔ تمام ایسی باتوں اور چیزوں سے کامل طور پر [illegible]

کرنا چاہیئے جو اس کی توجہ کو مرکوز کرنے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ مثلاً بھوک پیاس کی شدت رفع حاجت کی خواہش وغیرہ ایسی صورت میں پہلے ان فطری عوارض سے فارغ ہونے کی ہدایت کی گئی ہے اور اس کے بعد نماز پڑھنے کا مشورہ دیا گیا ہے تاکہ دل پوری یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو سکے۔

کنکھیوں سے نماز میں ادھر اُدھر تاک جھانک کرنا بھی خشوع کے خلاف ہے اسی طرح باتصویر کپڑوں کا پہننا یا سامنے رکھنا یا خدا کی ذات کو آسمان میں مسکون و موجود سمجھ کر نماز پڑھتے وقت آسمان کی طرف نظریں اُٹھانا بھی انسان کے قلب و نظر کی پراگندگی کا ثبوت ہے۔ ان تمام باتوں کو عجز و انکسار اور خشوع کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلب و نظر کی توجہ کو پوری طرح خدا کی ذات پہ متمرکز کر دینے ہی کا نام خشوع ہے نہ کہ پھٹے پُرانے بے ہنگم کپڑے پہننا اور بہ تکلف روتی صورت بنانا۔ ہاں اگر دل روتا ہے تو اُس کا اثر صورت پر بھی یقیناً ظاہر ہوگا۔

Marfat.com

باب المساجد

(مسجدوں کا بیان)

مسجد بنانے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم

۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَ اِرْسَالَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے کا اور انھیں پاک و صاف رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

(اس حدیث کو احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے بیان کیا اور اس کے مرسل ہونے کی تصدیق کی۔

تشریح حدیث کے اندر "فی الدور" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا ترجمہ "گھروں میں" ہوتا ہے اب اس سے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ گھروں کے اندر نماز پڑھنے کے لیے کوئی خاص جگہ مخصوص کر دی جائے۔ آخر گھروں میں جب کھانے سونے، کھانے پکانے، نہانے دھونے، مہمانوں کو بٹھانے کے لیے الگ الگ جگہیں مخصوص کر دی جاتی ہیں تو اگر نماز کے لیے بھی کوئی جگہ مخصوص کر دی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ سہولت ہی کا باعث ہوگا۔

اس کے علاوہ دوسرا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ محلہ کے گھروں کے درمیان مسجد کی عمارت تعمیر کی جائے اکثر ائمہ نے اسی کا یہی مفہوم مراد لیا ہے۔ مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئیے۔ ہم اپنے گھروں کو تو خوب صاف اور آراستہ رکھتے ہیں لیکن خانۂ خدا کی صفائی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ خدا کے گھر کی آبادی صفائی اور پاکیزگی ہمارے گھروں کی آبادی کا ذریعہ بن سکتی ہے اس لیے اس طرف سے غافل نہیں ہونا چاہئیے۔

قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَالنَّصَارٰى"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا یہودیوں کو تباہ کرے انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ (متفق علیہ) امام مسلم نے اس پر "والنصاریٰ" (اور نصرانیوں نے) لفظ کا اور اضافہ کیا ہے۔

تشریح امام مسلم کی روایت میں یہودیوں کے ساتھ نصرانیوں کا بھی ذکر ہے ان قوموں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدوں میں تبدیل کر لیا تھا۔ یعنی انھیں سجدہ کرتے تھے جو شرک ہے۔ اس بات کو ان کی تباہی کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ اسی طرح قبر کے اوپر اگر کوئی گنبد وغیرہ بنا ہوا ہو تو اس کے اندر بھی نماز نہیں پڑھنی چاہئیے لیکن اگر مزار سے متصل مسجد کی بھی الگ اور مخصوص عمارت بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

قبر پر مسجد بنانے والے لوگ شر پسند ہیں

۳۔ وَلَهُمَا مِنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ كَانُوْا إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنُوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَفِيْهِ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی گئی ہے کہ جب ان (یہودیوں اور نصرانیوں) کے اندر کوئی صالح اور پرہیزگار مرد مرجاتا تھا تو وہ اس کی قبر کے اوپر مسجد تعمیر کرلیتے تھے اور اسی حدیث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بڑے شر پسند لوگ ہیں۔

تشریح یہاں قبر کے اوپر مسجد تعمیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس قبر ہی کو سجدہ گاہ بنالیا جاتا تھا یعنی لوگ اس قبر ہی کی طرف منہ کرکے سجدہ کرنے لگتے تھے اگر ایک جگہ ایک قبر واقع ہو اور اس کے متصل جگہ میں مسجد تعمیر کردی جائے اور قبر سجدہ کرتے وقت سامنے نہ آئے تو اس میں چنداں مضائقہ نہیں ہے۔ دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر اور مسجد کو الگ الگ رکھنے کی جو بار بار تاکید فرمائی ہے وہ اس خطرہ اور خدشہ کے پیش نظر ہے کہ کہیں لوگ قبروں ہی کو سجدہ نہ کرنے لگیں چنانچہ آپ کا یہ خطرہ موہوم نہیں تھا بلکہ اب حقیقت بن کر سامنے آگیا ہے اور آجکل جہاں جہاں مزاروں کے سامنے مسجدیں بنی ہوئی ہیں وہاں لوگوں کو مزاروں کو بھی سجدہ کرتے ہوئے اکثر دیکھا گیا ہے۔

غیر مسلموں کا مسجد کے اندر آنا ممنوع نہیں ہے

۴۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا۔ وہ

بِهٖ وَسَلَّمَ خَیْلًا نَجَاءَتْ | ایک مشرک، شخص کو گرفتار کر کے لے
جُلٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ | آئے اور اسے مسجد کے ستونوں میں سے
مَوَارِيْ الْمَسْجِدِ الْحَدِيْثُ | ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ یہ حدیث
تَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ | متفق علیہ ہے۔

تشریح | آجکل اس معاملہ میں بہت زیادہ تعصب برتا جاتا ہے اور مسجد کے اندر غیر مسلموں کا آنا سخت معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے تھے اور غیر مسلم ... کے پاس تبادلہ خیال کے لیے آتے رہتے تھے۔ اس حدیث سے بھی یہی واضح ... ہے کہ مشرک یا کافر آدمی کے مسجد میں آنے سے مسجد ناپاک نہیں ہو جاتی بشرطیکہ ... کے جسم پر کوئی ظاہری نجاست نہ لگی ہوئی ہو۔ جہاں تک ظاہری نجاست کا ... ہے تو اس میں مسلم اور غیر مسلم سب برابر ہیں یعنی ایک مسلمان کے جسم پر اگر ... است لگی ہوئی ہے تو اس کے بھی مسجد میں آنے سے مسجد ناپاک ہو جائے گی البتہ ... جد کے ادب و احترام کا تقاضا یہ ہے کہ خواہ مخواہ غیر مسلموں کو مسجد کے اندر آنے ... عام اجازت نہ دی جائے۔

مسجد کے اندر شعر پڑھنے کا جواز

۵۔ وَعَنْهُ اَنَّ عُمَرَ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرَّ | ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت
بِحَسَّانَ يُنْشِدُ فِي | حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے
الْمَسْجِدِ فَلَحَظَ | وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے اس لیے ان کی طرف
إِلَيْهِ فَقَالَ: قَدْ | غصہ کی نظر سے دیکھا۔ اس پر حسان نے کہا" میں
كُنْتُ اُنْشِدُ فِيْهِ | اس مسجد میں اس وقت بھی شعر پڑھا کرتا تھا جب کہ
وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ | یہاں تم سے افضل شخصیت یعنی نبی اکرم صلی اللہ

Marfat.com

مِنْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے (متفق علیہ)

تشریح: مسجد کے اندر اشعار اور منظوم کلام پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ اس کلام میں اپنے مضمون و معنی کے لحاظ سے کوئی برائی نہ ہو۔ اگر اخلاق و تہذیب سے گرا ہوا کلام ہو تو وہ خواہ نثر میں ہی ہو اُسے بھی مسجد کے اندر پڑھنا معیوب بلکہ گناہ ہوگا۔ لیکن شعر پڑھنے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مسجد میں سُر تال کے ساتھ گانا بجانا شروع کر دیا جائے۔ تحت اللفظ ترنم کے ساتھ شعر پڑھنا بہرحال جائز ہے اِس سے تجاوز کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

گمشدہ چیز کی تلاش کے لیے مسجد میں اعلان کرنے کی ممانعت

۶۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں کسی آدمی کو اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کے واسطے اعلان کرتے ہوئے سُنے تو اُسے کہہ دینا چاہیئے کہ اللہ تجھے وہ چیز واپس نہ دلائے۔ یقیناً مسجدیں اس مقصد کے لیے تعمیر نہیں کی گئیں (اسے مسلم نے روایت کیا)۔

تشریح: مسجدیں اس مقصد کے پیشِ نظر تعمیر کی جاتی ہیں کہ اللہ کے بندے وہاں سکون و اطمینان کے ساتھ خدا کی عبادت کر سکیں اس لیے یہ بات قطعاً موزوں نہیں ہے کہ ایک شخص وہاں جب کہ لوگ دعا و نماز میں مصروف ہوں تو اُٹھ کر زور زور سے چلانے لگے اور لوگوں کی توجہ کو خدا کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف مبذول کرائے کہ "لوگو! میری فلاں چیز گم ہوگئی ہے۔ خدا کا واسطہ اسے تلاش کرو اگر کسی کو ملی ہو تو مجھے دے دو۔" بظاہر یہ بات بڑی سخت معلوم ہوتی ہے کہ مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش

کے اعلان سے بھی روک دیا گیا ہے لیکن حقیقتاً خدا کی طرف سے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف پھیر لینا معمولی جرم نہیں ہے۔ مسجدوں کا صحیح مصرف یہی ہے کہ وہاں تسبیح و تحمید تکبیر و تہلیل، دعا و نماز اور تلاوت قرآن میں لوگ مصروف رہیں نہ یہ کہ وہاں اپنے کے جھگڑے چکانے کے لیے پنچایت لگانا شروع کر دیں۔

مسجد میں خرید و فروخت کی ممانعت

۷۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَّبِيْعُ اَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَهٗ: لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجد کے اندر کسی آدمی کو کچھ خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو، تو اسے کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ (اس حدیث کو امام نسائی اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا)

تشریح ظاہر ہے کہ مسجدیں عبادت کے لیے ہیں خرید و فروخت کی منڈیاں نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص مسجد کے اندر خرید و فروخت کا کام کرے یا سودے کی بات چیت کرے تو یہ مسجد کا سراسر غلط استعمال ہوگا۔ اسی لیے حضور نے اس کے سودے میں نفع نہ ہونے کی بددعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ دراصل مسجد میں دنیاداری کی کوئی بھی بات نہیں کرنی چاہئیے۔

مسجد خدا کا گھر ہے عبادت کا کام ہے
دنیا کی بات اس جگہ مطلق حرام ہے

مسجد میں جرائم کی سزا دینے کی ممانعت

۸۔ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا تُقَامُ الْحُدُوْدُ فِی الْمَسَاجِدِ وَلَا یُسْتَقَادُ فِیْھَا" رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ۔

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدوں کے اندر حدیں جاری نہ کی جائیں اور نہ وہاں قتل کا قصاص لیا جائے (اس حدیث کو احمد اور ابوداؤد نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا۔

تشریح یعنی مسجد مجرموں کو سزا دینے کی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ تو محض اللہ کی عبادت کے لیے ہے اس لیے اگر چور کے ہاتھ کاٹنے ہوں، زانی کو سنگسار کرنا ہو یا کوڑے لگانے ہوں یا دوسرے جرائم کی سزائیں دینی ہوں یا قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کرنا ہو تو اس کام کے لیے مسجد سے الگ کوئی اور جگہ تجویز کرنی چاہیے۔ بہرحال مسجد کو دار التعزیر نہ بنایا جائے۔

جنگ میں زخمی ہونے والوں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت ہے

۹۔ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ: اُصِیْبَ سَعْدٌ یَوْمَ الْخَنْدَقِ فَضَرَبَ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْمَۃً فِی الْمَسْجِدِ لِیَعُوْدَہٗ مِنْ قَرِیْبٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جنگ خندق کے دن حضرت سعد رضؓ زخمی ہو گئے پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لیے مسجد ہی میں خیمہ لگوا دیا تاکہ قریب ہی سے ان کی عیادت کر سکیں (متفق علیہ)

تشریح کفار کے خلاف جنگ وجہاد سب سے افضل عبادت ہے اب اگر اس افضل عبادت کو انجام دیتے ہوئے کوئی زخمی ہو جائے تو

اُسے مسجد میں رکھنے میں کیا مضائقہ ہو سکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ہی میں مقیم تھے اور آپ بیماروں اور زخمیوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے تاکہ ان کی دلجوئی ہوتی رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زخمیوں یا بیماروں کی عیادت کے لیے جانا سنت ہے۔

مسجد میں تفریحی کرتب دیکھنے دکھانے کی اجازت

۱۰۔ وَعَنْهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ۔ اَلْحَدِيْثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ وہ مجھے ڈھانپے ہوئے تھے میرے لیے پردہ بنے ہوئے تھے اور میں ان حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں تفریحی کرتب دکھا رہے تھے (یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔

تشریح بعض لوگوں کا خیال ہوگا کہ مسجد میں گمشدہ چیز کو تلاش کرنے اور خرید و فروخت کا سودا کرنے کی تو ممانعت ہے لیکن تفریحی کھیل کی اجازت دی گئی ہے۔ ایک حد تک یہ استعجاب درست ہے لیکن بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اوّل الذکر دو کاموں کی نوعیت یہ ہے کہ انسان اپنے مادی فوائد و منافع کے لیے مسجد کو استعمال کرتا ہے اور موخر الذکر معاملہ میں مادی فوائد حاصل کرنے کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ اگر کچھ نوجوان جمع ہو کر مسجد کے صحن میں لکڑی چلانا پٹا ہلانا اور گدکہ وغیرہ کھیلنا چاہتے ہیں اور اس طرح اپنی جسمانی طاقت اور جنگی صلاحیت میں اضافہ کر کے جہاد کی تربیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ بھی عین عبادت الٰہی میں داخل ہے۔ اگرچہ عورتوں کا غیر مردوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عورتیں غیر مردوں کے کھیل کود کے کرتب دیکھیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت

۱۱۔ وَعَنْهَا اَنَّ وَلِیْدَةً سَوْدَاءَ کَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِی الْمَسْجِدِ فَکَانَتْ تَاْتِیْنِیْ فَتَحَدَّثُ عِنْدِیْ اَلْحَدِیْثُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مسجد میں ایک سیاہ فام لڑکی کا خیمہ لگا ہوا تھا وہ میرے پاس آجاتی تھی اور میرے ساتھ باتیں کیا کرتی تھی (یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عارضی طور پر مسجد کے اندر خیمہ لگا کر قیام کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن مسجد کو مستقل طور پر قیام گاہ بنا لینا بہر حال درست نہیں ہے۔ اس حدیث سے مسجد میں مسافروں کے قیام کرنے کا بھی جواز نکل آتا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ مسجد سرائے نہیں ہے۔

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے

۱۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُصَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَکَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اُسے دفن کرنا ہے۔

تشریح تھوکنا ویسے ہی معیوب ہے اور غیر شائستہ حرکت ہے، اس لیے مسجد جیسے مقدس اور محترم مقام پر تھوکنا تو اور بھی زیادہ بدتہذیبی ہوگی یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوکنے کو گناہ قرار دیا ہے اور اُسے زمین میں دبا دینا اس گناہ کا کفارہ بنایا ہے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ مسجد کا فرش جہاں تھوکا گیا ہے، کچا ہو۔ آجکل پختہ فرش پر تھوکنے کی صورت

ہیں اسے کپڑے سے صاف کرنا یا پانی سے دھوڈالنا چاہیئے اور کچی جگہ ہو تو اس پر مٹی ڈال دینی چاہیئے۔

مسجدوں میں فخر کرنا قربِ قیامت کی علامت ہے

۱۳۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ أَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ لوگ مسجدوں میں فخر وغرور نہ کرنے لگیں۔ پانچوں اماموں نے ماسوائے ترمذی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح مسجد فخر وغرور کی جگہ نہیں بلکہ عجز وانکسار کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کی جگہ ہے جب تک لوگ مسجد کا مقام صحیح طریقے سے پہچانتے رہیں گے۔ دنیا قائم رہے گی اور قیامت نہیں آئے گی لیکن جب مسجدوں تک کا احترام بھی اُٹھ جائے گا اور لوگ وہاں بھی فخر ومباہات اور غرور وتکبر کے اظہار سے نہیں چوکیں گے تو پھر قیامت آجائے گی۔ حدیث سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ لوگ اپنی اپنی مسجدوں کا باہم مقابلہ کر کے فخر ومباہات کا اظہار کریں گے کہ دیکھو ہماری مسجد تمہاری مسجد سے زیادہ خوب صورت اور شان دار ہے۔ مسجد بنا کر فخر نہیں بلکہ اللہ کا شکر کرنا چاہیئے۔

مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا

۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " مَا اُمِرْتُ بِتَشْیِیْدِ الْمَسَاجِدِ" اَخْرَجَہُ اَبُوْدَاوُدَ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ۔

وسلم نے فرمایا کہ " مجھے مسجدوں کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا " (اس حدیث کو ابوداؤد نے بیان کیا اور ابن حبان نے اسے حدیث صحیح قرار دیا)۔

تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسجدوں کی آرائش و زیبائش ممنوع ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مساجد کی زیب و زینت سے روک دیا گیا ہے بلکہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ زیب و زینت کا حکم نہیں دیا گیا یعنی مسجدوں کی آرائش و زیبائش کا حکم دے کر اسے فرض نہیں کر دیا گیا ہے بلکہ اس کام کو مسلمانوں کے اپنے ذوق اور صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ اپنے حسب استطاعت مسجدوں کی زیب و زینت کا سامان خود کر سکتے ہیں۔ لیکن اسراف تبذیر سے بہر حال دامن بچانا ضروری ہے۔

مسجد کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا بھی ثواب ہے

۱۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "عُرِضَتْ عَلَیَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتَّی الْقَذَاۃُ یُخْرِجُھَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ" رَوَاہُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاسْتَغْرَبَہُ وَصَحَّحَہُ ابْنُ خُزَیْمَۃَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے میری امت کے اجر و ثواب کے اعمال پیش کئے گئے حتیٰ کہ وہ کوڑا کرکٹ بھی جو ایک شخص مسجد سے نکالتا ہے (ابوداؤد اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے حدیث غریب قرار دیا لیکن ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے)۔

تشریح خانہ خدا کی صفائی بہر حال ایک نیک کام ہے اور اللہ تعالیٰ بندہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی کو بھی ضائع نہیں جانے دیتا وہ خود قرآن پاک میں

ارشاد فرماتا ہے " واللہ لا یضیع اجر المحسنین (اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا) اس لیے مسجد سے کوڑا کرکٹ صاف کرنے والے کو اس کام کا اجر و ثواب ضرور ملے گا۔ مسجد تو خانۂ خدا ہے اور ایک مقدس و محترم مقام ہے اگر کوئی شخص راستے میں سے خس و خاشاک صاف کر دے یا کوئی اینٹ کا روڑا ہی ایک طرف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس معمولی کام کے اجر و ثواب سے بھی بندہ کو محروم نہیں رکھتا۔

مسجد میں داخل ہونے پر دو رکعت نفل نماز پڑھی جائے

۱۶۔ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا یَجْلِسْ حَتّٰی یُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت نماز ادا کر لے (متفق علیہ)۔

تشریح مسجد کے اندر داخل ہونے کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ نماز "تحیۃ المسجد" کہلاتی ہے۔

مصالح و مسائل

(مساجد)

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں مسجد کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے مسلمانوں کا تشخص بحیثیت قوم دین ہی کے سبب ہوتا ہے اور دین کا

شعارِ مسجد ہے اگر ایک بستی میں مسلمان آباد ہوں اور وہاں مسجد نہ ہو تو وہاں مسلمانوں کے وجود کو ثابت و ظاہر کرنے والی کوئی اور چیز نہیں ہوگی۔ ہم عرفِ عام میں مسجد کو خانۂ خدا بھی کہتے ہیں۔ مسجد کو یہ نام کعبۃ اللہ کی نسبت سے ملا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ مسلمانوں کو مسجد کے ساتھ بے حد عقیدت اور لگاؤ ہے وہ اس کی تعمیر و تزئین میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں لیکن بقول اقبال ؎

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

مسجد تعمیر کرنے کے بعد اس کو آباد رکھنے کی ضرورت ہے کوئی بستی خانۂ خدا کو غیر آباد رکھ کر خود بھی شاد و آباد نہیں رہ سکتی۔ مسجدیں نماز پڑھنے اور خدا کی عبادت کرنے کے لیے ہیں۔ انھیں ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ دنیاوی کاروبار اور ذاتی مفاد کی باتیں مسجد میں کرنے سے پرہیز کرنا ضروری ہے لیکن قومی اور دینی مفاد سے تعلق رکھنے والے کام مسجد میں انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مساجد کا ادب و احترام بھی نہایت ضروری ہے مسجدوں کے اندر غیر شائستہ اور خلافِ تہذیب حرکات کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے جس طرح لوگ اپنے گھروں کو صاف ستھرا اور پاک صاف رکھتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے گھر کو بھی صاف رکھنا چاہیئے۔ مسجدوں کے اندر مذہبی تقریبات منعقد کرنا جائز ہے۔ لیکن دنیاوی اور نفسانی اغراض کے لیے مسجدوں کو استعمال کرنا ان کی بے حرمتی کے مترادف ہے۔

اگرچہ مساجد کی زیب و زینت اور آرائش و زیبائش شرعاً فرض نہیں ہے لیکن مسلمانوں کو چاہیئے کہ خانۂ خدا کو اس کے شایانِ شان طریقہ پر آراستہ رکھیں اگر کسی ضرورت سے غیر مسلم مسجد کے اندر آنا چاہیں تو انھیں نہ روکیں۔ اگرچہ مسجدوں میں شعر وغیرہ پڑھنے کی اجازت ہے لیکن اس میں اعتدال کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ خدا کی حمد و ثنا، نعت و منقبت اور اخلاقی نظمیں پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن مسجدوں کو قوالی گھر بنانا بہر حال درست نہیں ہے۔ یہ بات آدابِ مسجد میں داخل

ہے کہ جب کوئی آدمی مسجد کے اندر آئے تو وضو کرنے کے بعد پہلے دو رکعت نفل تحیۃ المسجد، پڑھے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔ "اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ" اے اللہ میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے، اور جب باہر نکلے تو پہلے بایاں پاؤں باہر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ" اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل اور رحمت مانگتا ہوں۔

بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ

(نماز کا بیان)

نماز پڑھنے کا طریقہ

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو کامل طور پر وضو کرکے پھر قبلہ کی طرف منہ کر پھر اللہ اکبر کہہ پھر قرآن میں سے وہ حصہ پڑھ جس کا پڑھنا تیرے لیے آسان ہو پھر جھک یہاں تک کہ تو اطمینان کے ساتھ رکوع کرلے پھر اوپر اٹھ یہاں تک کہ تو سیدھا کھڑا ہو جائے پھر سر زمین پر رکھ یہاں تک کہ تو اطمینان کے ساتھ سجدہ کرلے پھر اوپر اٹھ یہاں تک کہ تو اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائے اس کے بعد پھر سر جھکا یہاں تک کہ تو اطمینان کے ساتھ سجدہ کرلے پھر اپنی پوری نماز میں تو اسی طرح کر اس

ثُمَّ افْعَلْ ذَالِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا" اَخْرَجَهُ السَّبْعَةُ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَلِابْنِ مَاجَةَ بِاِسْنَادِ مُسْلِمٍ" حَتّٰى تَطْمَئِنَّ قَائِمًا ۔"

حدیث کو سات ائمہ محدثین یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترمذی اور امام محمد نے بیان کیا۔ بخاری اور ابن ماجہ نے مسلم کی سند کے ساتھ یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں "یہاں تک کہ تو اطمینان کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔

تشریح اس حدیث میں نماز پڑھنے کا طریقہ تفصیل کے ساتھ بتا دیا گیا ہے سب سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ وضو کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی، اس کے بعد آدمی کو قبلہ رو کھڑا ہو جانا چاہیئے کیونکہ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھ لینی چاہیئے، اور قرآن کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ پھر جھک کر اطمینان کے ساتھ رکوع کرنا چاہیئے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ ادھر جھکے اور ادھر کھڑے ہوئے بلکہ جھکنے کے بعد کچھ دیر اطمینان سے جھکے رہنا ضروری ہے اس کے بعد سیدھے کھڑے ہو جانا چاہیئے اسے قومہ کہتے ہیں۔ یہاں بھی سیدھے کھڑے ہو کر کچھ دیر کھڑا رہنا ضروری ہے۔ پھر سر جھکا کر زمین پر رکھ دینا چاہیئے اور اطمینان کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیئے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ سر زمین کو لگاتے ہی اوپر اٹھا لیا جائے بلکہ اطمینان کے ساتھ کچھ دیر سر زمین پر رکھے رہنا ضروری ہے۔ اس کے بعد سر اٹھا لیا جائے اور بیٹھ جائے اس حالت کو جلسہ کہتے ہیں اس کے بعد دوسرا سجدہ کرنا چاہیئے اس طرح ایک رکعت مکمل ہو گئی۔ اس کے بعد دوسری رکعت کے لیے پھر سیدھا کھڑا ہو جانا چاہیئے اور اسی طرح اسے بھی مکمل کرنا چاہیئے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۔ وَمِثْلُهٗ فِي حَدِيْثِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ

امام احمد اور ابن حبان کے نزدیک اسی طرح کی ایک حدیث حضرت رفاعہ بن رافع

Marfat.com

عِنْدَ اَحْمَدَ وَابْنِ حِبَّانَ "حَتّٰى تَطْمَئِنَّ قَائِمًا۔"

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "یہاں تک کہ تو اطمینان سے کھڑا ہو جائے۔"

تشریح اس حدیث میں جن الفاظ کا اضافہ ہے اُن کا محل یا تو رکوع سے فارغ ہونے کے بعد قومہ میں کھڑے ہونے کے لیے ہو سکتا ہے یا پہلی یا تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے فارغ ہو کر دوسری یا چوتھی رکعت کے واسطے کھڑے ہونے کے لیے ہو سکتا ہے بہر حال جو بھی صورت ہے حدیث کے الفاظ جامعیت کے ساتھ اپنے مفہوم کی وضاحت کر رہے ہیں کہ اطمینان کے ساتھ پوری طرح کھڑے ہو جائے۔

کھڑے ہونے کی صورت میں کمر بالکل سیدھی ہو

۳۔ وَلِاَحْمَدَ "فَاَقِمْ صُلْبَكَ حَتّٰى تَرْجِعَ الْعِظَامُ۔"

امام احمد کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں "اپنی پیٹھ کو کھڑا کر یہاں تک کہ ہڈیاں (اپنی جگہ پر) واپس آ جائیں۔"

تشریح قومہ ہو یا قیام، اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ کمر بالکل سیدھی رہے اور رکوع کی حالت میں جو ہڈیاں جھک گئی تھیں وہ قومہ کے وقت کھڑا ہوتے ہوئے بالکل سیدھی ہو کر اپنی اصلی حالت میں آ جائیں۔ یہ حکم صحت مند آدمی کے لیے ہے جو آدمی بیمار یا معذور ہو یا بڑھاپے کے سبب اس کی کمر جھکی ہوئی ہو تو وہ اس کا مکلف نہیں ہے۔ بہت سے آدمی جب رکوع سے قومہ میں کھڑے ہوتے ہیں تو سیدھے بھی نہیں ہونے پاتے کہ ایک دم سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اس طرح ٹھیک نہیں ہے۔ اطمینان کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونا چاہیئے۔

نماز تکبیر و تہلیل، حمد و ثنا اور تلاوتِ قرآن کے بغیر مکمل نہیں ہوتی

وَلِلنَّسَائِیِّ وَاَبِیْ دَاوٗدَ بِنْ حَدِیْثِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ "اِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ حَتّٰى يُسْبِغَ الْوُضُوْءَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ يُكَبِّرَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَيَحْمَدَهٗ وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ" وَفِيْهَا فَاِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْاٰنٌ فَاقْرَاْ وَاِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث نسائی اور ابوداؤد نے اس طرح بیان کی ہے کہ "یقیناً تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ کامل طور پر اس طرح وضو کرے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرے (اللہ اکبر کہے) پھر اس کی حمد و ثنا بیان کرے (سبحانک اللّٰھم ..... الخ پڑھے) اور اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے۔ اگر تجھے قرآن یاد ہو تو اسے پڑھ ورنہ الحمدللہ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ ہی کہتا رہ۔

تشریح اس حدیث میں نماز پڑھنے کے طریق کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ وضو کیے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ واضح رہے کہ وضو اپنی مرضی کے مطابق نہیں بلکہ خدا کے سکھائے ہوئے طریقہ کے مطابق کرنی چاہیئے۔ وضو کے بعد اللہ اکبر کہہ کے نیت باندھنا ضروری ہے اس کے بعد سبحانک اللّٰھم ...... الخ پڑھنا چاہیئے اس کے بعد قرآن کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ لیکن اگر کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یاد نہ ہو تو اسے اجازت ہے کہ وہ الحمدللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہتا رہے لیکن یہ اسی صورت میں درست ہے جب کہ ایک شخص نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور اسے قرآن پاک سیکھنے اور یاد کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔ اسے اولین فرصت میں قرآن پاک

Marfat.com

پڑھنا چاہیے اور کم سے کم چند سورتیں نماز پڑھنے کے لیے ضرور یاد کرلینی چاہئیں
قرآن پاک یاد نہ ہونے کو ایک مستقل عذر نہیں بنانا چاہیے۔

سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم

۵۔ وَلِاَبِیْ دَاوُدَ ثُمَّ اقْرَأْ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَبِمَا شَاءَ اللّٰهُ۔

ابوداؤد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں "پھر سورۂ فاتحہ پڑھ اور جو خدا کو منظور ہو۔"

تشریح یعنی سبحانك اللھم پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ (الحمد للہ رب العالمین ... الخ) پڑھنی چاہیے اور اس کے بعد اور سورت جو بھی یاد ہو پڑھنی چاہیے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۶۔ وَلِابْنِ حِبَّانَ "ثُمَّ بِمَا شِئْتَ"۔

ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ "پھر جو چاہے پڑھ۔"

تشریح اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو کچھ تیرا دل چاہے وہی پڑھنا شروع کر دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد قرآن کی جس سورت یا آیت پڑھنے کو تیرا دل چاہے وہی پڑھ۔

نماز میں نیّت، رکوع وسجود اور جلسہ وقعدہ کا طریقہ

وَعَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں تکبیر فرماتے اللہ اکبر

وسلم إذا كبر جعل
يديه حذو منكبيه
وإذا ركع أمكن يديه
من ركبتيه ثم هصر
ظهره فإذا رفع رأسه
استوى حتى يعود كل
فقار مكانه فإذا سجد
وضع يديه غير
مفترش ولا قابضهما
واستقبل بأطراف أصابع
رجليه القبلة وإذا
جلس في ركعتين جلس
على رجله اليسرى
ونصب اليمنى وإذا جلس
في الركعة الآخرة
قدم رجله اليسرى
ونصب الأخرى وقعد
على مقعدته أخرجه
البخاري۔

کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں مونڈھوں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے تھام لیتے تھے۔ پھر اپنی پشت مبارک جھکا دیتے۔ پھر جب اپنا سر اٹھاتے، تو سیدھے ہو جاتے یہاں تک کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ جاتا۔ پھر جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس طرح زمین پر رکھتے کہ نہ تو وہ بچھے ہوئے ہوتے اور نہ زیادہ سمٹے اور سکڑے ہوئے ہوتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف کر لیتے اور جب آخری رکعت کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں پہ بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے اور جب آخری رکعت کے بعد بیٹھتے تو اپنا دایاں پاؤں بچھا لیتے اور دوسرے دائیں، پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور اپنے دونوں سرینوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس حدیث کو بخاری نے بیان کیا۔

تشریح اس حدیث میں نماز کے وقت رکوع و سجود اور جلسہ و قعدہ وغیرہ کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس سے ہر مسلمان اچھی طرح واقف ہے اس لیے مزید کسی تشریح و وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ البتہ تکبیر اللہ اکبر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھانے کا جو تذکرہ ہے

Marfat.com

اس میں ائمہ کے اندر اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ یہاں صرف تکبیر تحریمہ یعنی نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنے کا ذکر ہے یعنی شروع میں نیت باندھتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں، لیکن اہل حدیث حضرات دوران نماز جب بھی "اللہ اکبر" کہا جائے تو مونڈھوں تک ہاتھ اٹھانا ضروری سمجھتے ہیں اور اسے "رفع یدین" (ہاتھوں کو بلند کرنا) کہتے ہیں۔ قعدہ میں بیٹھتے وقت بہت سے لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں۔ بعض دونوں پاؤں بچھا لیتے ہیں بعض دونوں کھڑے رکھتے ہیں لیکن حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر سرین ٹیک کر بیٹھنا چاہیئے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھنا چاہیئے۔

دعا جو نماز شروع کرتے وقت پڑھنی چاہیئے

(تکبیر تحریمہ سے پہلے)

۸ - وَعَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ "اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اِلٰى قَوْلِهٖ : مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ - اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ اِلٰى اٰخِرِهٖ	حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ..... مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ تک اور اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ .... آخر تک" (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا اور انہی کی ایک روایت

رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ — میں یہ الفاظ ہیں "آپ کا یہ عمل رات
اِنَّ ذٰلِکَ فِیْ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ — کی نماز میں تھا)۔

تشریح یعنی دو دعائیں پڑھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہا کرتے تھے۔ دُعا کا یہ پہلا حصہ قرآن کی آیت ہے جو مکمل درج ذیل ہے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ - اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ -

ترجمہ:-
میں نے یک سوئی کے ساتھ دین کا اتباع کرکے اپنا رخ اس ذات کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں یقیناً میری نماز اور میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی (دین کے اتباع) کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کی فرماں برداری کرنے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

دعا کا آخری حصہ مکمل یہ ہے:-
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا
عَبْدُکَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ
ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
وَاھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا
اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا
اِلَّا اَنْتَ - لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ
یَدَیْکَ وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ اَنَا بِکَ وَاِلَیْکَ تَبَارَکْتَ
وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

ترجمہ: - اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا۔ پس تو میرے تمام گناہ معاف فرما دے یقیناً تیرے سوا گناہ کوئی نہیں بخشے گا اور بہترین اخلاق کی طرف کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا اور مجھ سے اس (اخلاق) کی بُرائیاں دُور فرما دے، کیونکہ تیرے سوا انہیں مجھ سے کوئی دُور نہیں کر سکے گا۔ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور بار بار حاضر ہوں اور خیر کلی طور پر تیرے ہی ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف منسوب نہیں ہے۔ میں تیرا ہوں اور تیرے ہی اختیار میں ہوں (اے اللہ! تو بڑا ہی با برکت اور بلند مرتبہ ہے۔ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت کی دُعا کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں (صدق دل سے توبہ کرتا ہوں)۔

اگر اتنی لمبی دعا یاد نہ ہو سکے تو صرف اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ پڑھ کر نیت باندھ لینی چاہیئے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم یہ طویل دُعا رات یعنی عشاء کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ یعنی پنجگانہ نماز میں پڑھنے کا معمول نہ تھا۔

تکبیر تحریمہ کے بعد کی دُعا

۹ - وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَبَّرَ لِلصَّلٰوۃِ سَکَتَ هُنَیْهَةً قَبْلَ اَنْ یَّقْرَاَ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ "اَقُوْلُ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیّت باندھ لیتے تھے تو قرات شروع کرنے سے پہلے تھوڑی دیر خاموش رہتے تھے میں نے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا میں یہ دُعا پڑھتا ہوں

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ
خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ
نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى
الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ
اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ
بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ
خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ
نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى
الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ
اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ
بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تشریح یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ کی قرأت شروع فرماتے تھے۔

اس دعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے:۔

"اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال دے جتنی کہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک صاف فرما دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔

تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء
(سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ...) پڑھنا

۱۰ - وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر تحریمہ

Marfat.com

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ ۝ رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِسَنَدٍ مُنْقَطِعٍ وَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مَوْصُولًا وَمَوْقُوفًا۔

کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ ۝ اس حدیث کو مسلم نے منقطع سند کے ساتھ اور دارقطنی نے موصول اور موقوف سند کے ساتھ روایت کیا۔

تشریح یہ دعا اصطلاح میں "ثنا" کہلاتی ہے اور ہماری نماز کا جزو ہے۔ اکثر ائمہ نے اس دعا کو اختیار فرمایا ہے۔ یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ...... الخ پڑھتے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے

"اے اللہ! تو پاک ہے۔ تمام تعریف تیرے لیے ہے۔ تیرا نام بڑا بابرکت ہے، تیرا مرتبہ بے حد بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود (الٰہ) نہیں ہے۔"

سابقہ حدیث کی تائید

وَنَحْوُهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا عِنْدَ الْخَمْسَةِ وَفِيهِ: وَكَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ "أَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ

اسی مضمون کی ایک حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو ائمہ خمسہ محدثین کے نزدیک مرفوع ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد (مذکورہ دعا کے علاوہ) یہ بھی کہا کرتے تھے۔ اَعُوذُ بِاللهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ

هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ ۔ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ

تشریح یعنی جو دُعا حدیث نمبر۱۱ میں بیان کی گئی ہے اس کے بعد یہ دُعا مزید پڑھا کرتے تھے۔ اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے "میں شیطان مردود سے اس کی وسوسہ اندازی جھاڑ پھونک اور جادو ٹونے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں"۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز کس طرح پڑھتے تھے

۱۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَأَةِ: بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهٗ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرِشُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ اور الحمد للہ رب العالمین ..... (سورۂ فاتحہ) کی قرأت سے فرماتے تھے اور جب رکوع فرماتے تھے تو نہ سر مبارک کو نہ اونچا رکھتے تھے نہ نیچا کرتے تھے بلکہ اس کے درمیان درمیان رکھتے تھے اور جب رکوع سے کھڑے ہوتے تھے تو جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے سجدہ نہیں کرتے تھے اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تھے، تو جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہیں فرماتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد "التحیات" پڑھا کرتے تھے اور اپنا بایاں پاؤں بچھا لیتے تھے اور دایاں کو کھڑا کر لیتے تھے۔ اور شیطان کی پیروی

Marfat.com

رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهٰى اَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيْمِ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَلَهُ عِلَّةٌ

سے منع فرماتے تھے اور اس بات سے بھی منع فرماتے تھے کہ ایک آدمی اپنے بازوؤں کو اس طرح پھیلا لے جس طرح جانور پھیلا لیتے ہیں اور سلام پر اپنی نماز کو ختم فرما دیتے تھے (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا اور اس میں علت ہے)۔

تشریح اس حدیث میں نماز کے آغاز سے آخر تک تمام حالتوں کی وضاحت کر دی گئی ہے، نماز کا افتتاح تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ رکوع کے بعد قومہ میں سیدھا کھڑا ہونا ضروری ہے اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کی حالت میں بھی سیدھا بیٹھنا ضروری ہے۔ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا چاہیئے۔ التحیات مکمل یہ ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ترجمہ:۔

(تمام درود و سلام اور اچھائیاں اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبیؐ! آپ پر سلامتی، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ (معبود) نہیں ہے اور اس امر کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔

"التحیات" پڑھنے کے لیے بیٹھنے کی حالت کو قعدہ کہتے ہیں۔ بیٹھنے میں شیطان کی پیروی کرنے سے مراد پاؤں پھیلا کر بیٹھنا ہے جس سے نبی کریمؐ نے منع فرمایا ہے۔ جانوروں کی طرح ہاتھ پسارنے سے بھی منع فرمایا ہے لیکن اگر کسی بیماری یا مجبوری کے سبب پاؤں یا ہاتھ پھیلائے بغیر بیٹھنا ممکن نہ ہو تو پھر اجازت ہے۔ آخر میں دائیں بائیں منہ پھیر کر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر نماز ختم کردی جاتی ہے۔

رفع یدین کا بیان

۱۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہتے تھے اور رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے مونڈھوں تک بلند کیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

تشریح اہل حدیث حضرات اسی مسلک پر عمل پیرا ہیں وہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ صرف نماز شروع کرتے وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے ہاتھ مونڈھوں تک اٹھانے کے قائل ہیں۔

ہاتھ مونڈھوں تک لیجانے کے بعد اللہ اکبر کہنا چاہئیے

۱۴۔ وَفِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ حُمَیْدٍ

ابوداؤد کے نزدیک حضرت ابوحمیدؓ

عِنْدَ اَبِیْ دَاوُدَ : یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا مَنْکِبَیْہِ ثُمَّ یُکَبِّرُ۔

کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو بلند کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اُن کے مونڈھوں کے بالمقابل ہو جاتے تھے اور پھر وہ اللہ اکبر کہتے تھے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے ہاتھ اُٹھانے چاہئیں اور اس کے بعد اللہ اکبر کہنا چاہیئے۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اُٹھانا درست نہیں ہے۔

ہاتھ اتنے بلند کیے جائیں کہ کانوں کی لَو سے چھو جائیں

۱۵۔ وَلِمُسْلِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ نَحْوُ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ لٰکِنْ قَالَ: حَتّٰی یُحَاذِیَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْهِ۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مانند ایک حدیث حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے لیکن اس میں یوں ہے "یہاں تک کہ ہاتھ دونوں کانوں کی لَو کے بالمقابل آجائیں"

تشریح یعنی جب تکبیر کہنے کے لیے نمازی ہاتھ اُٹھائے تو اُس کے ہاتھ کانوں کی لَو کے بالمقابل آجائیں تب اللہ اکبر کہے۔

ہاتھ کہاں اور کس طرح رکھے جائیں

۱۶۔ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی یَدِهِ الْیُسْرٰی عَلٰی صَدْرِهٖ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس آپ نے اپنے سینہ مبارک پہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اُوپر رکھا۔ اس حدیث

اَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ۔ — کو ابن خزیمہ نے بیان کیا ۔

تشریح یعنی تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد جب نماز شروع کی جائے تو ہاتھ سینہ کے اوپر اس طرح رکھنے چاہئیں کہ دایاں ہاتھ اوپر اور بایاں اس کے نیچے ہو۔ اہل حدیث حضرات اسی پر عمل پیرا ہیں ۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ مردوں کو ہاتھ سینہ سے ذرا نیچے ناف کے اوپر اور عورتوں کو سینہ کے اوپر باندھنے چاہئیں ۔

سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوتی

۱۷۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی ۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھنا فرض ہے اگر کوئی یہ نہیں پڑھ سکا تو اس کی نماز درست نہیں ہوتی ۔ اس حدیث کی بنا پر اہل حدیث حضرات منفرد ہو یا مقتدی سب کے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری قرار دیتے ہیں ۔ جب ایک شخص اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اُسے منفرد کہتے ہیں اُسے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے ۔ اسی طرح امام کو بھی ضرور پڑھنی چاہیئے ۔ اب رہا مسئلہ مقتدیوں کا تو اہل حدیث حضرات کہتے ہیں کہ جب سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی تو اس لیے مقتدیوں کو بھی ضرور پڑھنی چاہیئے لیکن امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی صورت میں مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیئے ۔ انھیں امام کی قرأت کو بغور سننا چاہیئے یا خاموش کھڑے رہنا چاہیئے ۔ امام کا پڑھ لینا ہی کافی ہے ۔ بعض ائمہ کا مسلک یہ بھی ہے کہ جب

امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو تو مقتدیوں کو بغور سُننا چاہیئے لیکن جن رکعتوں میں وہ آہستہ پڑھ رہا ہو تو ان میں مقتدیوں کو بھی پڑھنی چاہیئے۔ یہی مسلک زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ ویسے ایک مسلمان ان میں سے جس مسلک کو بھی صحیح سمجھ کر اس پر عمل کرے گا۔ وہ خدا کے ہاں انشاء اللہ مقبول ہوگا بس شرط یہ ہے کہ دل میں محض اتباع سنتِ رسول کا جذبہ کارفرما ہو نہ کہ کسی خاص فرقہ اور دھڑے کی پیروی کا جوش۔ شریعت کی پیروی میں فرقہ پرستی اور دھڑا بندی کے تحت کسی خاص مسلک کو اختیار کرنا درست نہیں ہے۔ لیکن اگر ایک شخص خلوص نیت کے ساتھ ایک مسلک کو صحیح سمجھتا ہے تو اسے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۱۸۔ وَفِی رِوَایَۃٍ لِابْنِ حِبَّانَ وَالدَّارُ قُطْنِیِّ لَا تُجْزِیُٔ صَلٰوۃٌ لَا یُقْرَاُ فِیْھَا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ

ابن حبان اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ " وہ نماز کافی نہیں ہے جس میں سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) نہیں پڑھی جاتی "

تشریح اس حدیث سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز کافی اور مکمل نہیں ہوتی۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم

۱۹۔ وَفِی اُخْرٰی لِاَحْمَدَ وَاَبِیْ دَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیِّ وَابْنِ حِبَّانَ لَعَلَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ اِمَامِکُمْ " قُلْنَا: نَعَمْ قَالَ: لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے بھی پڑھتے ہو" صحابہ نے عرض کیا " جی ہاں " تو آپ نے فرمایا " سوائے

فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِهَا۔

سورہ فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا کرو۔ کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے اسے (سورۂ فاتحہ کو) نہ پڑھا ہو"

تشریح یعنی امام کے پیچھے مقتدیوں کو سورہ فاتحہ تو پڑھنی چاہیئے اس کے بعد مزید کوئی سورۃ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ حدیث ۱ کی تشریح میں واضح کیا جا چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فاتحہ خلف الامام کے قائل نہیں ہیں۔

نماز کا افتتاح سورۂ فاتحہ سے ہوتا ہے

۲۰۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نماز کا آغاز "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" سے فرمایا کرتے تھے (متفق علیہ)

تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول یہی تھا کہ وہ سورہ فاتحہ (الحمد شریف) سے نماز شروع کیا کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا حکم

۲۱۔ زَادَ مُسْلِمٌ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ اَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ آخِرِهَا۔

امام مسلمؒ نے اس روایت پر جو حدیث ۲۰ میں بیان ہوئی اتنا اور اضافہ کیا ہے۔ وہ قرأت کے اول اور آخر میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا ذکر نہیں کیا کرتے تھے۔

تشریح یہاں ذکر نہ کرنے سے مُراد یہ نہیں ہے کہ پڑھا ہی نہیں کرتے تھے، مطلب یہ ہے کہ بہ آواز بلند نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اوّل سے مراد سورۂ فاتحہ کا آغاز ہے اور آخر سے مراد اس سورۃ کا آغاز ہے جو سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۲ - وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ خُزَيْمَةَ: لَا يَجْهَرُونَ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

امام احمد، نسائی اور ابن خزیمہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" بلند آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح یہ دراصل حدیث نمبر ۲۰ ہی کا تتمہ ہے، جس میں سورۂ فاتحہ سے نماز کے افتتاح کا ذکر ہے۔ پھر حدیث نمبر ۲۱ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذکر نہ کرنے کا بیان ہے۔ اب اس حدیث میں "لَا يَذْكُرُونَ" کی وضاحت "لَا تَجْهَرُونَ" کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ یعنی قرأت کا آغاز کرتے وقت "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" آہستہ سے پڑھا کرتے تھے، بلند آواز سے نہیں۔

سابقہ حدیث کی مزید تائید

۲۳ - وَفِي أُخْرٰى لِابْنِ خُزَيْمَةَ: كَانُوْا يُسِرُّوْنَ وَعَلٰى هٰذَا يُحْمَلُ النَّفْيُ فِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ خِلَافًا لِمَنْ أَعَلَّهَا۔

ابن خزیمہ کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں "وہ خاموشی کے ساتھ (آہستہ سے) پڑھا کرتے تھے"۔ امام مسلم کی روایت میں جو نفی کا مفہوم ہے اسے اسی پر محمول کیا جائے گا بخلاف ان لوگوں کے جنھوں نے اس حدیث میں علت بیان کی ہے

تشریح امام مسلم کی حدیث میں "لَا يَذْكُرُوْنَ" (ذکر نہیں کیا کرتے تھے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن ابن خزیمہ کی روایت میں اس کی وضاحت "كَانُوْا يُسِرُّوْنَ" سے کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مسلمؒ کی حدیث میں جو نفی کا مفہوم ہے دراصل اس کا مطلب یہی ہے کہ بہ آواز بلند نہیں پڑھتے تھے، بلکہ آہستہ سے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کہہ دیا کرتے تھے۔

سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا حکم

۴۲۔ وَعَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَيَقُوْلُ كُلَّمَا سَجَدَ وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوْسِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَقُوْلُ إِذَا سَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ إِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ۔

حضرت نعیم المجمر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی پس انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا، پھر سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" پر پہنچ گئے۔ پھر آپ نے آمین کہا اور جب سجدہ کرتے تھے یا بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تھے تو اللہ اکبر کہا کرتے تھے پھر جب سلام پھیر دیا تو انھوں نے کہا کہ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان نماز ادا کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ اس حدیث کو نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کیا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت نعیمؒ تابعی تھے اور حضرت ابوہریرہ

امامت کرا رہے تھے ایک مقتدی امام کے وہی الفاظ سن سکتا ہے جو اس نے بلند آواز سے پڑھے ہوں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھی تھی پھر سورہ فاتحہ مکمل ختم کرنے کے بعد لفظ " آمین " بھی بآواز بلند کہا تھا ۔ امام ابوحنیفہ امام اور مقتدی دونوں کے آہستہ آمین کہنے کے قائل ہیں جب کہ حضرات اہل حدیث امام اور مقتدی سب بآواز بلند آمین کہتے ہیں ۔

سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کا حکم

۲۵ - وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " اِذَا قَرَأْتُمُ الْفَاتِحَةَ فَاقْرَؤُوْا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَاِنَّهَا اِحْدٰی اٰیَاتِهَا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَصَوَّبَ وَقْفَهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سورہ فاتحہ پڑھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھو کیونکہ یہ بھی اس کی ایک آیت ہے (اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا اور اس کے موقوف ہونے کی تصدیق کی) ۔

تشریح یعنی بغیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے سورہ فاتحہ مکمل نہیں ہوتی کیونکہ یہ بھی سورہ فاتحہ کا ایک جزو ہے ۔

آمین بالجہر (بہ آواز بلند) کہنے کا جواز

۲۶ - وَعَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ اُمِّ الْقُرْاٰنِ رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ " اٰمِیْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہو جاتے تھے تو اپنی آواز کو بلند فرماتے تھے اور کہتے تھے " آمین " (اس حدیث کو دارقطنی

رَوَاهُ الدَّارَ قُطْنِیُّ وَ حَسَّنَهٗ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهٗ۔

نے روایت کیا ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے)۔

تشریح اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جتنی بلند آواز کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھی جائے آمین اس کے مقابلہ میں قدرے بلند آواز سے کہی جائے تاکہ زیادہ دور کھڑے ہوئے مقتدیوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ اب سورہ فاتحہ کی قرات ختم ہو چکی ہے اور وہ بھی سن کر آمین کہہ سکیں۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۷۔ وَلِاَبِیْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیِّ مِنْ حَدِیْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ نَحْوُهٗ۔

ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر سے اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کے بعد "آمین" نسبتاً بلند آواز سے کہا کرتے تھے۔

قرآن یاد نہ ہو تو نماز میں کیا پڑھے

۲۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْئًا فَعَلِّمْنِیْ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یہ بات میرے بس میں نہیں ہے کہ قرآن پاک میں سے کچھ زبانی یاد کر سکوں اس لیے مجھے کوئی ایسی چیز

مَا يُجْزِئُنِيْ مِنْهُ فَقَالَ "قُلْ: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اَلْحَدِيْثُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ

تعلیم فرما دیجئے جو نماز کے لیے مجھے کافی ہو جایا کرے۔" آپ نے فرمایا یہ پڑھ لیا کر۔ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (اس حدیث کو احمد، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان، دارقطنی اور حاکم نے اسے حدیث صحیح قرار دیا)

تشریح یہ ایک استثنا اور مجبوری کی حالت ہے۔ ہر شخص کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ قرآن کی بجائے بس یہ دعا پڑھے بلکہ وہ شخص جو کسی وجہ سے مجبور ہو اس کا حافظہ بے حد کمزور ہو یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور ابھی اُسے قرآن کی کوئی سورت یاد نہ ہوئی ہو تو اُسے اجازت ہے کہ وہ نماز کی رکعت میں قرآن کی کوئی سورت پڑھنے کے بجائے یہ دُعا ہی پڑھ لیا کرے۔ دُعا کا ترجمہ یہ ہے "اللہ پاک ہے، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے بزرگ و برتر اور باعظمت اللہ کے سوا کسی کے اندر کسی قسم کی کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے یعنی تمام قوتوں اور طاقتوں کا سرچشمہ اللہ تعالےٰ ہی کی ذات ہے۔

فرض نماز پڑھنے کا طریقہ

۱۔ پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ ملائی جائے۔
۲۔ آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔
۳۔ امام کو چاہیئے کہ پہلی رکعت کو لمبا کرے۔

۲۹۔ وَعَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے

عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُوْلٰى وَيَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے تھے تو ظہر اور عصر کی فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں قرأت کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں بھی کوئی آیت سنائی دے جاتی تھی اور پہلی رکعت کو طول دیتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے (متفق علیہ)

تشریح اگرچہ حدیث میں صرف ظہر اور عصر کا ذکر ہے لیکن نماز عشا میں فرض نماز چار رکعت ہوتی ہے اس لیے اس پر بھی اس حکم کا اطلاق ہوگا۔ یعنی ظہر عصر اور عشاء کی فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورۃ ملائی چاہیے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ لیکن سنت نمازوں میں خواہ وہ دو رکعت ہوں یا چار رکعت ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانی چاہیے اسی طرح نوافل میں بھی کرنا چاہیے لیکن نفل نماز عام طور پر دو دو رکعت کی نیت کر کے ہی پڑھنی چاہیے۔ پہلی رکعت لمبی کرنے میں طول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سب نمازی تازہ دم ہوتے ہیں اور دوسرے یہ بھی کہ جو لوگ ابتدائی جماعت میں شامل نہیں ہو سکے اور وضو وغیرہ میں مصروف ہیں وہ بھی نماز کی پہلی رکعت میں ہی آکر شامل ہو سکتے ہیں۔

رکعتیں کتنی لمبی ہونی چاہئیں

۴۳ - وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم [illegible]

قَالَ: كُنَّا نَحْزُرُ قِيَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ: (الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ) وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَفِي الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰى قَدْرِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْأُخْرَيَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا کرتے تھے۔ پس ہم نے اندازہ لگایا کہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اُن کا قیام "الٓمّٓ تنزیل الکتاب" یعنی سورہ السجدہ کے برابر ہوتا اور آخری دو رکعتوں میں اُس کے نصف کے برابر ہوتا اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر اور آخری دو میں اس کے نصف کے برابر قیام فرماتے تھے (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا)۔

تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو اتنا لمبا کرتے تھے جتنی کہ سورہ سجدہ ہے۔ یہ سورت اکیسویں پارہ میں ہے اور اس میں اوسط درجہ کے تین رکوع ہیں۔ عصر کی پہلی دو رکعتوں کا قیام اس کے نصف کے برابر ہوتا تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی رکعتیں اتنی ہی لمبی کریں حسب ضرورت قیام کو مختصر اور طویل تر کرنے کی اجازت ہے۔

مختلف نمازوں کے لیے مختلف سورتیں اور قیام

۱۳۱- وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ كَانَ فُلَانٌ يُطِيْلُ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَيُخَفِّفُ الْعَصْرَ

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فلاں شخص ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو طویل کیا کرتے تھے اور عصر کی نماز کو مختصر کرتے تھے اور مغرب کی نماز

وَيَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الْعِشَاءِ بِوَسَطِهِ وَفِي الصُّبْحِ بِطِوَالِهِ فَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ أَشْبَهَ صَلٰوةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ۔

میں قصار مفصل (چھوٹی چھوٹی سورتیں) عشاء کی نماز میں اوساط مفصل (اوسط درجہ کی سورتیں) اور فجر کی نماز میں طوال المفصل (لمبی لمبی سورتیں) قرات کیا کرتے تھے پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھنے والی نماز کسی کے پیچھے نہیں پڑھی۔ اس حدیث کو امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

تشریح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ اس شخص کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ قصار مفصل سے قرآن پاک کی وہ چھوٹی چھوٹی سورتیں مراد ہیں جو سورۃ حجرات سے سورۃ والناس تک ہیں۔ طوال مفصل سات سورتیں ہیں یعنی سورۃ بقرہ سے سورہ انفال تک۔ اوساط مفصل باقی ان کے علاوہ ہیں یعنی سورۃ توبہ سے سورۃ فتح تک یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک رکعت میں ایک پوری سورت ہی پڑھی جائے کم سے کم تین آیتیں ضرور پڑھنی چاہئیں اور ایک لمبی آیت بھی کافی ہے جو تین چھوٹی چھوٹی آیتوں کے برابر ہو۔

رسول اللہ نماز مغرب میں سورہ طور پڑھا کرتے تھے

۳۲- وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھتے ہوئے

Marfat.com

بِالطُّوْرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔ شُنا۔ (متفق علیہ)

تشریح سورہ طور ستائیسویں پارہ میں ہے۔ اس میں اوسط درجہ کے دو رکوع ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکوع پہلی رکعت میں اور دوسرا رکوع دوسری رکعت میں پڑھا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ مغرب کی نماز میں بس سورہ طور ہی پڑھی جائے اور کوئی سورت بھی پڑھ سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مختلف اوقات میں مختلف سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

جمعہ کے دن نماز فجر میں رسول اللہؐ سورہ سجدہ اور سورہ دہر پڑھا کرتے تھے

۴۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَةِ وَ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں (الٓمّٓ تنزیل الکتاب .....) یعنی سورہ سجدہ اور (هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ ..... الخ) یعنی سورہ دہر قرأت فرمایا کرتے تھے۔

تشریح سورہ سجدہ اکیسویں پارہ میں اور سورہ دہر انتیسویں پارہ میں ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ضرور یہی سورتیں پڑھی جائیں۔ پڑھنا افضل ضرور ہے ان کے علاوہ دوسری سورتیں بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔

سابقہ حدیث کی تائید

۳۴- وَلِلطَّبْرَانِيِّ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: يُدِيْمُ ذٰلِكَ۔

طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دوام فرماتے تھے۔

تشریح یعنی اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ہمیشہ سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر ہی قرات فرمایا کرتے تھے۔

نماز پڑھتے ہوئے دعا مانگنا

۳۵- وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا مَرَّتْ بِهٖ اٰيَةُ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا يَسْاَلُ وَلَا اٰيَةُ عَذَابٍ اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْهَا اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہیں رحمت کی کوئی آیت ایسی نہیں گزری کہ وہاں حضور نے ٹھہر کر رحمت کی دعا نہ مانگی ہو اور عذاب کی کوئی آیت ایسی نہیں آئی کہ آپ نے اس سے خدا کی پناہ نہ مانگی ہو۔ اس حدیث کو پانچوں ائمہ محدثین نے بیان کیا اور ترمذی نے اسے حدیث حسن قرار دیا۔

تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے تھے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہو تو آپ کچھ دیر توقف فرماتے تھے اور اس رحمت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے۔ اور جب کبھی کسی ایسی آیت پر پہنچتے تھے کہ جس میں عذاب کی دھمکی دی گئی

ہو تو وہاں رُک کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے تھے اور عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ اہل حدیث حضرات اب بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انفرادی اور استثنائی عمل تھا۔ عام مسلمانوں کو یہ روا نہیں ہے کہ نماز میں غیر قرآن کچھ اور کلمات ادا کریں کیونکہ اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

رکوع و سجود کی حالت میں قرآن پڑھنا منع ہے

۲۳۶۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا وَاِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَقْرَاَ الْقُرْاٰنَ رَاكِعًا اَوْ سَاجِدًا فَاَمَّا الرُّكُوْعُ فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بغور سُن لو! مجھے اس امر سے منع کر دیا گیا ہے کہ میں رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن کی آیتیں پڑھوں۔ پس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں پوری طرح دعا کی بھی کوشش کرو۔ عین مناسب ہے کہ اسے تمہارے لیے قبول کر لیا جائے گا۔ (اسے مسلم نے روایت کیا)

تشریح رکوع اور سجود کی حالت میں قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہیے بلکہ رکوع کی حالت میں سبحان ربی العظیم کہہ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرنی چاہیے اور سجود کی حالت میں دُعا مانگنی چاہیے۔ بیشتر ائمہ اس کے قائل ہیں کہ سجدہ کی حالت میں "سبحان ربی الاعلیٰ" کہنا چاہیے۔ خدا کے آگے عجز و انکسار کے ساتھ سر بسجود ہونے کی حالت میں جو دُعا مانگی جائے اُس کے قبول ہونے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ اس وقت اللہ کی رحمت جوش پر ہوگی۔

حضورؐ رکوع و سجود میں کیا پڑھا کرتے تھے

۷۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهٖ وَسُجُودِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

تشریح اس دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! اے ہمارے رب! تو پاک ہے۔ تمام تعریف تیرے لیے ہے۔ اے اللہ تو میری مغفرت فرما" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود دونوں میں یہی دُعا کیا کرتے تھے۔

نماز میں ایک حالت سے دوسری حالت میں جاتے وقت کیا کہنا چاہیئے

۷۴۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حِيْنَ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا ارادہ فرماتے تو جب کھڑے ہوتے اللہ اکبر کہتے پھر جب رکوع میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب رکوع سے اپنی پشت اوپر اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے اور

يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ اثْنَتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔	اور کھڑے کھڑے فرماتے "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" پھر جب سجدہ کرنے کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب اپنا سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب دوسرا سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب اوپر اٹھتے تو پوری نماز میں اسی طرح عمل فرماتے اور جب دو رکعتوں کے بعد قعدہ سے کھڑے ہوتے تو پھر تکبیر کہتے۔ (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے عمل متواتر کے سبب ہر مسلمان اسے بخوبی جانتا ہے اس لیے مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔
رکوع سے کھڑے ہوتے وقت" سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ " پڑھا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے "جس نے اللہ کی حمد بیان کی اللہ نے اسے سن لیا" رکوع کے بعد کھڑے" رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " کہا جاتا ہے اس کا مطلب ہے۔ " اے ہمارے رب تمام حمد و ثنا تیرے ہی لیے ہے"۔

ایک اور دعا جو حضورؐ رکوع سے سر اُٹھاتے وقت پڑھا کرتے تھے

۳۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنا سر اٹھایا کرتے تھے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

تشریح اس دعا کا اردو ترجمہ یہ ہے: "اے اللہ تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ زمین اور آسمان کے برابر اور اس چیز کے برابر جو تو بعد میں بنانا چاہے۔ حمد وثنا اور بزرگی کے اہل تو ہی ہے۔ بندہ جو کچھ تیری تعریف میں کہے گا تو اس سے کہیں زیادہ کا حق دار ہے۔ ہم سب کے سب تیرے بندے ہیں اے اللہ جو کچھ تو بخشے اسے روکنے والا کوئی نہیں ہے اور جس چیز کو تو روکے اسے بخشنے والا کوئی نہیں ہے وہ کسی نصیبہ والے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ تمام بزرگی اور نصیبہ تیری ہی طرف سے ہے۔"

سجدہ کرنے کا طریقہ

سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم

۴۰۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ: عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں (اعضاء) پر سجدہ کروں پیشانی پر، اور پھر اپنے ہاتھ سے آپ نے اپنی ناک دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں کے کناروں کی طرف اشارہ فرمایا (متفق علیہ)

تشریح یعنی جب انسان سجدہ کرے تو پیشانی زمین پر رکھ دے اور اس کے علاوہ یہ سات اعضاء بھی زمین سے لگا دینے چاہئیں یعنی ناک دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کی انگلیاں۔

سجدہ کرتے وقت ہاتھ کھلے رکھنے کا حکم

۱۴۱۔ وَعَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ اِذَا صَلّٰى وَسَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کھلا رکھتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

تشریح اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرتے وقت کہنیوں کو جسم سے لگائے رکھنا درست نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھ جسم سے الگ رہنے چاہئیں، لیکن عورتوں کو کہنیاں جسم سے ملا کر رکھنی چاہئیں۔

سجدہ کرتے وقت ہتھیلیاں زمین پر اور کہنیاں اُوپر رکھنے کا حکم

۴۲۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھ اور اپنی کہنیاں اُوپر اُٹھائے رکھ۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کہنیاں زمین پر بچھا کر سجدہ کرنا یا انہیں زانوں پر ٹیک لینا درست نہیں ہے۔

رکوع اور سجدہ میں انگلیوں کی پوزیشن

۴۳۔ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا رَكَعَ فَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَإِذَا سَجَدَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ رَوَاهُ الْحَاكِمُ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تھے تو اپنی انگلیاں کو کھلی رکھتے تھے اور سجدہ کرتے تھے تو انہیں ملا لیتے تھے۔ اسے حاکم نے روایت کیا۔

تشریح یعنی جب رکوع میں گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے تو انگلیاں کشادہ رہنی چاہئیں اور اُن کا رُخ نیچے کی طرف ہو اور جب سجدہ کرے تو

انگلیاں آپس میں ملی ہوئی چاہئیں اور ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔

نماز میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا

۴۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مُتَرَبِّعًا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار زانو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (اسے نسائی نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے اسے حدیث صحیح قرار دیا)۔

تشریح چار زانو یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا کسی مجبوری اور عذر کی بنا پر تو درست ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کسی عذر کی بنا پر ہی کیا تھا۔ عام اور تندرستی کی حالت میں جائز نہیں ہے۔

دونوں سجدوں کے درمیان کی دعا

۴۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ اِلَّا النَّسَائِيَّ وَاللَّفْظُ لِاَبِي دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي (نسائی کے سوا ائمہ اربعہ نے اسے روایت کیا الفاظ ابو داؤد کے ہیں اور حاکم نے اسے حدیث صحیح قرار دیا)۔

تشریح دعا کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ مجھے بخش دے۔ میرے اوپر رحم

فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے رزق عطا فرما" دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو "جلسہ" کہتے ہیں۔ جلسہ میں یہ دُعا پڑھنا ضروری نہیں ہے اگر پڑھ لی جائے تو بہتر ہے اور اگر نہ پڑھے تو پھر بھی نماز ہو جائے گی۔

جلسۂ استراحت کا بیان

٤٧ ۔ وَعَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّهٗ رَاٰى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَاِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِنْ صَلٰوتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب وہ اپنی نماز میں طاق رکعت (پہلی یا تیسری) پر ہوتے تھے تو کچھ دیر بیٹھے بغیر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا۔

تشریح یعنی پہلی یا تیسری رکعت کے بعد جب دوسری یا چوتھی رکعت کے واسطے کھڑے ہوتے تھے تو سجدہ سے اٹھ کر کچھ دیر بیٹھ جاتے تھے اور پھر کھڑے ہوتے تھے۔ اس نشست کو جلسہ استراحت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محض آرام کرنے اور سہارا لینے کے لیے بیٹھ جاتے تھے۔ دراصل آپ نے یہ عمل اس زمانہ میں شروع فرمایا تھا جب آپ کی عمر شریف زیادہ ہو گئی تھی جسم بھاری ہو گیا تھا اور نقاہت بڑھ گئی تھی اس لیے جلسہ استراحت کو ضرورتاً ہی اختیار کرنا چاہیے۔ جوانوں اور طاقتور انسانوں کو اسے معمول نہیں بنانا چاہیے۔ امام شافعی اس جلسہ کے قائل ہیں لیکن دوسرے ائمہ مثلاً امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل اسے جائز نہیں رکھتے۔

رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنا

۷۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْا عَلٰى اَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روا[یت] ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رک[وع] کے بعد ایک ماہ تک مسلسل دُعائے قنوت پڑھی جس میں عرب کے بعض ق[بائل] کے خلاف دُعا مانگی جاتی تھی پھر آپ [نے] اسے ترک کر دیا (متفق علیہ)

تشریح دعائے قنوت دو ہیں ایک تو وہ ہے جو وتر نماز میں پڑھی جاتی [ہے] اور تیسری رکعت میں قرأت ختم کرنے کے بعد پڑھتے ہیں دوسر[ی]

دُعائے قنوت، قنوت نازلہ کہلاتی ہے جو عام طور پر فجر کی نماز میں دوسری رکعت کے رک[وع] کے بعد پڑھتے ہیں۔ یہ دعا اس وقت پڑھی جاتی ہے جب مسلمانوں پر کسی خا[ص] مصیبت تباہی بربادی یا بیماری کا غلبہ ہو یا دشمن کا ہر وقت خطرہ ہو۔

اہل حدیث حضرات وتر نماز میں بھی قنوت نازلہ ہی پڑھتے ہیں اور تیسری رک[عت] میں رکوع کے بعد ہی پڑھتے ہیں یہ دعا آگے حدیث ۱۰۵ میں بیان ہوگی۔ ہم یہا[ں] دعائے قنوت لکھتے ہیں جو احناف وتر نماز میں پڑھتے ہیں:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ ط وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ○ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ○

ترجمہ:۔ اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے مغفرت کی دُعا کرتے

ہیں۔ تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر توکل کرتے ہیں اور بھلائی کے ساتھ تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ ہم تیری نافرمانی اور ناشکری نہیں کرتے اور جو شخص تیری نافرمانی کرتا ہے ہم اُسے چھوڑتے ہیں اور اس سے قطع تعلق کیے لیتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں۔ تیرے ہی آگے سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں اور تیری ہی خدمت بجالاتے ہیں اور ہم تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں یقیناً تیرا عذاب کفار ہی کو پہنچنے والا ہے۔

دعائے قنوت فجر کی نماز میں پڑھنے کا ثبوت

۴۸۔ وَلِاَحْمَدَ وَالدَّارَقُطْنِیِّ نَحْوَهٗ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ وَزَادَ وَاَمَّا فِی الصُّبْحِ فَلَمْ يَزَلْ يَقْنُتُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا۔

امام احمد اور دارقطنی نے اس طرح کی ایک حدیث ایک دوسرے طریق سے بیان کی ہے اور اس میں اتنا اضافہ کیا ہے لیکن "صبح کی نماز میں" اور دعائے قنوت پڑھنا آپ نے کبھی ناغہ نہ کیا یہاں تک کہ آپ دنیا سے جدا ہو گئے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں دعائے قنوت آخری دم تک پابندی کے ساتھ پڑھتے رہے۔ جبکہ احناف نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ مخصوص حالات میں ہی قنوت نازلہ پڑھی جائے جبکہ اس پر دوام کی ضرورت نہیں ہے۔

دعائے قنوت کب پڑھی جائے

۴۹۔ وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا إِذَا دَعَا لِقَوْمٍ أَوْ دَعَا عَلَى قَوْمٍ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ۔

ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائے قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ مگر اس وقت جب کہ کسی قوم کے حق میں دعا یا بد دعا کرنی ہوتی تھی (ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا)

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعائے قنوت (قنوت نازلہ) ہمیشہ نہیں پڑھنی چاہیئے۔ بلکہ ہنگامی حالات میں جب مسلمان کسی خطرہ سے دوچار ہوں تو اپنے حق میں دعا اور دشمن کے حق میں بد دعا کرنے کے لیے اس دعا کو پڑھنے کا التزام کرنا چاہیئے۔

دعائے قنوت کے بارے میں ایک اور روایت

۵۰ ـ وَعَنْ سَعْدِ ابْنِ طَارِقٍ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي: يَا أَبَتِ إِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ أَفَكَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْفَجْرِ؟ قَالَ: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا أَبَا دَاوُدَ

حضرت سعد بن طارق اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب سے عرض کیا کہ "ابا جان! آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی ہے۔ کیا یہ حضرات بھی نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے؟" انھوں نے جواب دیا کہ "اے بیٹے! یہ نئی چیز ہے"۔ (ابوداؤد کے سوا پانچوں اماموں نے اسے روایت کیا ہے)۔

تشریح اس حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نماز فجر میں قنوت نازلہ پڑھنے کا رواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم

کے بعد ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت رواج زیادہ ہو گیا ہو۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ پہلے کبھی پڑھی ہی نہیں گئی تھی۔ متعدد روایات سے حضور صلی اللہ علیہ کا دعائے قنوت پڑھنا ثابت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے قنوت کی تعلیم دینا

۵۱۔ وَعَنْ حَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِیْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ رَوَاہُ الْخَمْسَةُ وَزَادَ الطَّبْرَانِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ وَزَادَ النَّسَائِیُّ مِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ فِیْ اٰخِرِهٖ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے جنھیں میں وتر نماز میں دعائے قنوت کے طور پر پڑھتا ہوں: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ

اس حدیث کو اکثر محدثین نے بیان کیا ہے۔ طبرانی اور بیہقی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ اور امام نسائی نے اس دعا کے آخر میں ایک اور طریق سے یہ الفاظ بڑھائے ہیں: وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ

Marfat.com

تشریح | اس دُعائے قنوت کو اہلِ حدیث حضرات وترنماز میں پڑھتے ہیں اگر وترنماز با جماعت پڑھی جارہی ہو تو امام بہ آواز بلند پڑھتا اور مقتدی ہر آیت (فقرہ) پہ آمین کہتے جاتے ہیں، احناف جو دُعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ اس کا ذکر حدیث ۴۷ کی تشریح میں کیا جاچکا ہے۔ اس دُعا کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:۔

"اے اللہ! جن لوگوں کو تُو نے ہدایت فرمائی اُن کے ساتھ مجھے بھی ہدایت دے اور جن لوگوں کو تُو نے عافیت عطا فرمائی مجھے اُن کے ساتھ عافیت عطا فرما، جن لوگوں کی تو نے سرپرستی فرمائی میری بھی اُن کے ساتھ سرپرستی فرما اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت دے اور جو شر تو مقدر کر چکا ہے مجھے اس سے محفوظ رکھ۔ یقیناً تمام اُمور کا فیصلہ تو ہی فرماتا ہے۔ تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور جسے تو نے معزز و سربلند کر دیا ہے وہ ذلیل نہیں ہوتا۔ اے ہمارے رب! تو بڑا ہی بابرکت اور بلند مرتبہ ہے... جسے تو مبغوض رکھے اُسے کوئی معزز نہیں کر سکتا..... اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیؐ پہ درُود ہو۔"

یہ دُعائے قنوت صبح کی نماز میں پڑھنے کے لیے ہے

۵۲۔ وَلِلْبَيْهَقِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا دُعَاءً نَدْعُوْا بِهٖ فِي الْقُنُوْتِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَفِيْ سَنَدِهٖ ضُعْفٌ۔

بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک دُعا سکھایا کرتے تھے جسے ہم نماز فجر میں دُعائے قنوت کے طور پر پڑھا کرتے تھے (اس کی سند میں ضعف ہے)۔

تشریح | اس حدیث میں جس دُعا کا ذکر ہے اس سے وہی دُعا مراد ہے جو حدیث ۵۱

میں گذر چکی ہے۔

نماز میں سجدہ کے لیے بیٹھنے کا طریقہ

(گھٹنے پہلے اور ہاتھ بعد میں زمین پر رکھے جائیں)

۵۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا یَبْرُكْ كَمَا یَبْرُكُ الْبَعِیْرُ وَلْیَضَعْ یَدَیْهِ قَبْلَ رُكْبَتَیْهِ اَخْرَجَهُ الثَّلَاثَةُ وَهُوَ اَقْوٰى مِنْ حَدِیْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے اس طرح نہیں بیٹھنا چاہئے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے کہ اپنے ہاتھ زمین پر اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھدے۔ اس حدیث کو تین محدثین یعنی ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے بیان کیا اور یہ حدیث حضرت وائل بن حجر کی حدیث سے زیادہ قوی ہے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکنے چاہئیں اور اس کے بعد ہاتھ زمین پر رکھنے چاہئیں ہاتھ پہلے اور گھٹنے بعد میں رکھنا ٹھیک نہیں۔ حضرت وائل بن حجر کی جس حدیث کا ذکر ہے وہ آگے آرہی ہے۔ (حدیث ۵۴)

سابقہ حدیث کی تائید

۵۴۔ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب سجدہ فرماتے تھے تو

وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ۔ فَإِنَّ لِلْأَوَّلِ شَاهِدًا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ مُعَلَّقًا مَوْقُوفًا۔

تو اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھا کرتے تھے (پہلی حدیث ۵۳ کی شہادت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن بخاری نے اسے معلق اور موقوف بیان کیا ہے)۔

تشریح اس حدیث سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے بعد میں ہاتھ رکھے۔

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ اور انگشتِ شہادت سے اشارہ کرنا

۵۵۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا قَعَدَ لِلتَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَالْيُمْنٰى عَلَى الْيُمْنٰى وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَخَمْسِيْنَ وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَأَشَارَ بِالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد کے لیے بیٹھتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور ۵۳ کے ہندسہ کا حلقہ بنا کر اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے (اسے مسلمؒ نے روایت کیا اور انھی کی ایک روایت میں ہے "اور اپنی تمام انگلیاں سکیڑ کر بند کر لیتے تھے اور انگوٹھے کے پاس والی انگلی سے اشارہ فرماتے تھے"۔

تشریح تشہد سے مراد ہے اَلتَّحِیَّاتُ ...... الخ پڑھنا یعنی دو رکعت یا چار رکعت پوری کر لینے کے بعد جب نمازی التحیات ...... الخ پڑھنے کے لیے بیٹھتا ہے تو اسے تشہد کہتے ہیں۔ اس وقت دو زانو بیٹھنا چاہیے دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھنا چاہیے۔ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو سکیڑ کر بند کر لینا چاہیے۔ انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے اس طرح حلقہ بنایا جائے جیسے (۵) کا ہندسہ ہوتا ہے اور باقی دو انگلیوں کی پشت اس کے ساتھ مل (۳) کا ہندسہ بنا دے اس طرح یہ پورا ہاتھ (۵۳) کے ہندسہ کی طرح بن جائے اور جب تشہد پڑھتے پڑھتے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ پر پہنچے تو انگوٹھے کی پاس والی انگلی "انگشت شہادت" سے اشارہ کرے یعنی اس انگلی کو اوپر اٹھائے۔ واضح رہے کہ حلقہ بنانا اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا ایسے امور میں سے نہیں ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہ ہو بلکہ ایسا کرنا مستحبات میں سے ہے اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سمجھ کر ایسا کرتا ہے تو وہ اجر و ثواب کا مستحق ہے اور اگر کوئی شخص نہیں کرتا تو اس سے اس کی نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

تشہد یعنی التحیات پڑھنے کا حکم

۵۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِلْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے التشہد ... پڑھنا چاہیے۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ والصلوات والطیبات السلام علیک

Marfat.com

اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لِیَتَخَیَّرْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهٗ اِلَیْهِ فَیَدْعُوْا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ وَلِلنَّسَائِیِّ: کُنَّا نَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یُّفْرَضَ عَلَیْنَا التَّشَهُّدُ وَلِاَحْمَدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ وَاَمَرَهٗ اَنْ یُّعَلِّمَهُ النَّاسَ۔

اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پھر دعا کے متعلق اسے اختیار ہے جو دعا اسے اچھی لگے وہی پڑھے (متفق علیہ۔ بخاری اور نسائی میں یہ الفاظ ہیں " تشہد کے فرض کیے جانے سے پہلے ہم اسی طرح پڑھا کرتے تھے " اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ " نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (حضرت مسعودؓ) کو تشہد کی تعلیم دی اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اسے لوگوں کو سکھائیں (۔

تشریح اس حدیث میں التحیات کے فوراً بعد دعا پڑھنے کا حکم ہے لیکن ہمارا معمول یہ ہے کہ تشہد کے بعد درود پڑھتے ہیں اور اس کے بعد دعا پڑھتے ہیں، درود پڑھنے کا حکم آگے حدیث ۵۸ میں آرہا ہے۔ التحیات کا ترجمہ پیچھے حدیث ۱۲ کی تشریح میں گذر چکا ہے۔

تعلیم تشہد کے متعلق ایک اور حدیث

۵۰۔ وَلِمُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ إِلَى آخِرِهِ۔

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیں تشہد کی تعلیم اس طرح دیا کرتے تھے اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ ...... آخر تک۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ التحیات کے پہلے فقرہ میں اختلاف ہے۔ باقی اسی طرح ہے جس طرح اس سے پہلی حدیث لکھی جا چکی ہے

نماز میں درود پڑھنے کا حکم

۵۸- وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ وَلَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَجِلَ هٰذَا ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ "إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْعُو بِمَا شَاءَ" رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالثَّلَاثَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنی نماز میں دعا پڑھتے ہوئے سنا۔ نہ تو اس نے اللہ کی حمد بیان کی اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجی۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے جلد بازی سے کام لیا۔ پھر آپ نے اسے بلایا اور فرمایا "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہئے اپنے رب کی حمد و ثنا سے شروع کرے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے، پھر جو دعا چاہے مانگے۔ امام احمد اور تین دوسرے محدثین نے اسے روایت کیا اور امام ترمذی ابن حبان اور حاکم نے اسے

Marfat.com

وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ۔ حدیث صحیح قرار دیا)۔

تشریح اس حدیث میں جو درود پڑھنے کا حکم ہے وہ التحیات .... الخ کے بعد پڑھنے کے متعلق ہے۔ درود کیسے پڑھی جائے اس کی تفصیل اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

درود جو نماز میں پڑھی جاتی ہے

۵۹۔ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَرَنَا اللّٰہُ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ فَسَکَتَ ثُمَّ قَالَ "قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ وَالسَّلَامُ کَمَا عَلِمْتُمْ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَزَادَ ابْنُ خُزَیْمَۃَ فِیْہِ: فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا عَلَیْکَ فِیْ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بشیر ابن سعد نے عرض کیا "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درود پڑھیں پس فرمائیے ہم کس طرح آپ پر درود پڑھا کریں" آپ خاموش ہو گئے پھر فرمایا اس طرح پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اس کے بعد سلام پھیر دینا چاہیے جیسا کہ تمھیں معلوم ہی ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا، اور ابن خزیمہ نے اس میں اتنا اور اضافہ کیا "فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا عَلَیْکَ فِیْ صَلٰوتِنَا" یعنی جب ہم نماز پڑھیں تو اپنی نمازوں کے اندر

صَلَوٰتِنَا۔ آپ پر درود کس طرح پڑھا کریں؟۔

تشریح احناف جو درود پڑھتے ہیں وہ اس سے قدرے مختلف ہے۔ وہ اس طرح ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

ترجمہ:۔ اے اللہ! محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجی یقیناً تو تعریف اور بزرگی کا مستحق ہے۔ اے اللہ محمدؐ اور محمدؐ کی آل پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ کی آل پر برکت نازل فرمائی یقیناً تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔

تشہد کے بعد کی دعا

۲۰۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تشہد پڑھے تو اسے چاہیئے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے اور یوں دعا کرے

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ وَ مِنْ

وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ"۔

فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ ۔ (متفق علیہ) اور مُسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں" جب کوئی شخص دوسرے قعدہ کے تشہد سے فارغ ہو.... تب یہ دُعا پڑھے"۔

تشریح تشہد پڑھنے سے مراد التحیات اور درود شریف ہے لہٰذا درود سے فارغ ہونے کے بعد یہ دُعا پڑھنی چاہیئے اور آخری قعدہ میں پڑھنی چاہیئے۔ پہلے قعدہ میں صرف التحیات پڑھی جاتی ہے لیکن دوسرے قعدہ میں یعنی چوتھی رکعت کے بعد بیٹھنے کی حالت میں پہلے التحیات پھر درود اور پھر دُعا پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہیئے اور اگر نماز صرف دو رکعت ہے تو اُس میں ایک ہی قعدہ ہوگا۔ اسی میں یہ چیزیں پڑھنی ضروری ہیں۔ اس حدیث میں جن چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے وہ اس دُعا میں مذکور ہیں۔ دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔

"اے اللہ میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی و موت کے فتنہ سے اور مسیح دجّال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ دجّال وہ ظالم اور مکّار شخص ہوگا جو قربِ قیامت میں ظاہر ہوگا اور مسیح کی طرح معجزے دکھا کر لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

تشہد کے بعد کی ایک اور دُعا

۶۱ ۔ وَعَنْ أَبِي بَكْرِنِ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُوْا بِهِ فِي صَلوٰتِي قَالَ قُلْ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ "مجھے کوئی ایسی دُعا سکھا دیجیئے جو میں اپنی نماز میں پڑھ لیا کروں" آپ نے فرمایا۔ پڑھو۔ " اَللّٰهُمَّ إِنِّي

كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّ وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ (متفق علیہ)

تشریح نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ کوئی ایک متعین دعا نہیں ہے بلکہ نمازی جو دعا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی دعائیں منقول ہیں۔ اس دعا کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

"اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے۔ تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ پس اپنے پاس سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما یقیناً تو مغفرت اور رحم فرمانے والا ہے۔"

نماز میں دائیں بائیں سلام پھیرنا

۶۲۔ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَعَنْ شِمَالِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اور بائیں طرف فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (ابوداؤد نے اسے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا)۔

تشریح نماز کا اختتام سلام پر ہوتا ہے یہ بھی ایک دعا ہے جس کا مطلب

یہ ہے کہ تمہارے اُوپر سلامتی اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں نازل ہوں "اگر "بَرَكَاتُهُ" نہ کہیں تو پھر بھی ٹھیک ہے۔ یعنی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ" کہنا ہی کافی ہے۔ مروّج اور معمول یہی ہے۔

فرضِ نماز کے بعد پڑھنے کی دُعاء

۶۳۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تشریح اس دعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے " اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ (معبود) نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے حکومت اس کی ہے۔ حمد و ثنا کا مستحق وہی ہے — اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ تو جو کچھ عطا فرمائے اُسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو کچھ تو روکے اُسے کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے۔ کوئی کسی نصیبہ والے کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ تمام بزرگی اور نصیبہ تیری ہی طرف سے ہے"۔ یہ دُعا سلام پھیرنے کے بعد پڑھنی چاہئے

نماز کے بعد پڑھنے کی ایک اور دُعا

۶۴۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ " اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ تعوّذ پڑھا کرتے تھے ، ان چیزوں سے خدا کی پناہ مانگا کرتے تھے ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اسے بخاری نے روایت کیا ۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ: اے اللہ میں بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے سب سے گھٹیا عمر یعنی بڑھاپے کی عمر کی طرف لوٹا یا جائے اور میں دُنیا کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۔

نماز کے بعد استغفار کرنا

۶۵۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے

عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو تین بار استغفار پڑھا کرتے تھے اور پھر یہ دعا کیا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (اسے مسلم نے روایت کیا)۔

تشریح استغفار یہ ہے "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ" یعنی میں ہر گناہ کے لیے اللہ کی مغفرت مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ (رجوع) کرتا ہوں۔ اس کے بعد جو دعا مذکور ہے بعض روایات میں وہ اس طرح ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

اے اللہ! تو سلامتی والا ہے۔ سلامتی تیری ہی طرف سے ہے اور سلامتی تیری ہی طرف رجوع کرتی ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور دار السلام (جنت) میں داخل فرمائیو۔ اے ہمارے رب تو بڑا ہی بابرکت اور اے عزت وجلال کے مالک تو بڑا ہی بلند مرتبہ ہے۔

نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھنے کی فضیلت

۶۶۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰہَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَحَمِدَ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَکَبَّرَ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَذٰلِکَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غُفِرَتْ خَطَایَاہُ وَلَوْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃِ الْاُخْرٰی: اَنَّ التَّکْبِیْرَ اَرْبَعٌ وَّثَلَاثُوْنَ۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھا تو یہ ۹۹ بار ہوا، پھر اس نے پورا سو کرنے کے لیے یہ دعا پڑھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ خواہ وہ سمندر کی جھاگ کی مانند زیادہ ہوں۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھے۔

تشریح گناہوں کی بخشش کی سبیل اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو کر اس کی حمد و ثنا بیان کرے تسبیح و تہلیل اور تحمید و تکبیر کے ذریعے رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ اگر ایک شخص ہر نماز کے بعد مسلسل یہی عمل کرتا رہے تو رحمتِ الٰہی سے عین توقع ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

نماز کے بعد کی ایک اور دعا

۶۷۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ "اُوْصِيْكَ يَا مُعَاذُ: لَا تَدَعَنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ اَنْ تَقُوْلَ: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوُدُ وَالنَّسَائِيُّ بِسَنَدٍ قَوِيٍّ۔

علیہ وسلم نے انھیں فرمایا۔ اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کا پڑھنا ہرگز ترک نہ کرنا۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔)

تشریح یہ تمام مسنون دعائیں جو بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو پڑھنا بھی فرض یا واجب کے درجہ میں نہیں ہے۔ حضورؐ نے جو تاکید فرمائی ہے وہ فضیلت ظاہر کرنے کے لیے فرمائی ہے اور دعا کرنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ "اے اللہ تو مجھے اپنا ذکر کرنے، شکر ادا کرنے اور بہترین طریقہ پر عبادت کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرما۔

نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کی فضیلت

۶۸۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوْبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا الْمَوْتُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَزَادَ فِيْهِ الطَّبْرَانِيُّ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی تو اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کسی چیز نے نہیں روکا (یعنی موت کے بعد وہ سیدھا جنت میں جائے گا) اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسے حدیث صحیح قرار دیا اور طبرانی نے اس میں قُلْ هُوَ

"وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ - اللّٰهُ اَحَدٌ ..... الخ" کا بھی اضافہ کیا ہے۔

تشریح آیت الکرسی ہر فرض نماز کے بعد پڑھنے کی فضیلت اس حدیث سے ظاہر ہے اس پر دوام کرنے والا شخص مرنے کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا۔ امام طبرانی کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت الکرسی کے ساتھ سورہ اخلاص (قُلْ هُوَاللّٰهُ .... الخ) بھی پڑھنی چاہیئے۔ آیت الکرسی تیسرے پارہ کے دوسرے رکوع میں ہے اور درج ذیل ہے:۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ:۔ اللہ کہ اس کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں ہے بذاتِ خود ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ اُسے نہ اُونگھ لاحق ہوتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اُسی کا ہے۔ ایسا کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اُس کے حکم کے بغیر سفارش کرسکے وہ سب کچھ جانتا ہے جو انسانوں کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے مگر جس قدر اس نے خود ہی انھیں دے دینا چاہا۔ اس کی کرسی اتنی تمام آسمانوں اور زمین پر پھیلی ہوئی ہے اور ان کی حفاظت سے قطعاً نہیں تھکاتی۔ وہ نہایت بلند رتبہ اور صاحبِ عظمت ہے

سورۂ اخلاص مکمل یہ ہے:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝

Marfat.com

يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ترجمہ:۔ تو کہہ دے! وہ اللہ ایک ہے وہ بالکل بے نیاز ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا نہ وہ خود کسی سے جنا گیا اور اس کا ہم مقابل بھی کوئی نہیں ہے۔

نماز اس طرح پڑھنی چاہیئے جس طرح رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے

٦٩۔ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ"۔

حضرت مالک ابن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز اس طرح پڑھا کرو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

تشریح یعنی نماز میں اپنی طرف سے کسی قسم کی کمی یا زیادتی کر لینا درست نہیں ہے بلکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اسی طرح پڑھنی چاہیئے۔

بیٹھ کر، لیٹ کر یا اشارہ سے نماز ادا کرنا

٧٠۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھ اور طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر ادا کر اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو پہلو کے بل

فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰی جَنْبٍ وَاِلَّا فَاَوْمِ ۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔

لیٹ کر پڑھ ورنہ اشارہ سے پڑھ" اسے امام بخاری نے روایت کیا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کسی حال میں بھی ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ عام تندرستی کی حالت میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنی چاہیے لیکن اگر کوئی شخص کسی مجبوری کے سبب کھڑا ہونے پر قادر نہ ہو تو اسے بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے اور اگر کوئی شخص نقاہت اور بیماری کے سبب یا کسی اور وجہ سے بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھے اور اگر ارکان نماز کو باقاعدہ ادا نہ کر سکتا ہو تو محض اشارہ کرے لیکن ترک کسی حال میں کرے نماز کا "تارک سخت گناہ گار ہے اور اگر خدانخواستہ ترک کے ساتھ ساتھ انکار بھی شامل ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرمؐ نے نماز کی اہمیت اس طرح واضح فرمائی کہ ایک مومن اور کافر میں صرف نماز کا فرق ہے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ ان احادیث کی روشنی میں ان لوگوں کو اپنے دین ایمان کا جائزہ لینا چاہیے۔ جو بدقسمتی سے نماز پڑھنے کے عادی نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مریض کے اشارہ سے نماز پڑھنے کا طریقہ

۱۷۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَرِیْضٍ صَلّٰی عَلٰی وِسَادَۃٍ فَرَمٰی بِھَا وَقَالَ صَلِّ عَلَی الْاَرْضِ اِنِ اسْتَطَعْتَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مریض آدمی کو جس نے تکیہ پر نماز ادا کی تھی اور پھر آپ نے اٹھا کر پھینک دیا فرمایا اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین پر ورنہ اشارہ ہی سے پڑھ لیا کر اور سجدہ

وَاِلَّا فَاَوْمِ اِيْمَاءً وَاجْعَلْ سُجُوْدَكَ اَخْفَضَ مِنْ رُكُوْعِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ قَوِيٍّ وَلٰكِنْ صَحَّحَ اَبُوْحَاتِمٍ وَقْفَهٗ۔

کا اشارہ رکوع کے اشارہ کی نسبت ذرا زیادہ جھکاؤ والا کیا کر۔ بیہقی نے اسے قوی سند کے ساتھ روایت کیا لیکن ابوحاتم نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا۔

تشریح اگر ایک آدمی بیمار ہو جائے تو اس کے لیے نماز معاف نہیں ہو جاتی، بلکہ یہ فرض کسی حالت میں بھی ساقط نہیں ہوتا۔ زمین پر نماز پڑھنا افضل ہے۔ اگر مریض اٹھ بیٹھ نہیں سکتا تو لیٹے لیٹے ہی پڑھ لیا کرے اور رکوع وسجود اشارہ سے کر لیا کرے اور فرق رکھنے کے لیے رکوع کی نسبت سجدہ کے وقت سر کو زیادہ جھکا دیا کرے بہر حال جس طرح بھی ممکن ہو پڑھے اور ترک ہرگز نہ کرے۔ دراصل نماز ایک ایسا فرض ہے جو بندہ کا تعلق اس کے رب کے ساتھ استوار رکھتا ہے۔ ترک نماز کا یہ مطلب ہے کہ بندہ کا تعلق اس کے رب سے ٹوٹ گیا۔ یہ قطع تعلق کسی طرح بھی قابل برداشت نہیں ہے۔ اگر ایک شخص بیمار ہے تو اس کے لیے تو اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے ساتھ اپنا تعلق اور زیادہ گہرا اور مضبوط کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے حال پر رحم فرمائے اور اسے صحت عطا فرمائے۔ اگر بیماری کو اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب اور ناراضگی کی علامت قرار دیا جائے تو یہ کتنی احمقانہ بات ہوگی کہ نماز ترک کر کے اس کے قہر و غضب کو مزید دعوت دی جائے۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی رحمت کو اپنے حال پر متوجہ کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ خضوع خشوع کے ساتھ اس کی عبادت اور بندگی کا فرض ادا کیا جائے۔

مصالح و مسائل

(نماز)

ہر مذہب نے خدا کے وجود کو تسلیم کر کے انسان کا اس کے ساتھ ایک رشتہ قائم
یا ہے۔ خدا آقا ہے اور انسان اس کا بندہ۔ اس بندگی کے اظہار و اعتراف کے
ختلف طریقے ہر مذہب نے تجویز کیے ہیں جنہیں عبادت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا
ہے۔ بت پرست اور جاہل قوموں کے ہاں عبادت کا تصور اس سے زیادہ نہیں ہے
وہ اپنے معبودوں کے سامنے نذر نیاز اور چڑھاوے چڑھا دیا کریں اور ان کے
امنے ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کر لیا کریں اور اظہار عقیدت کے لیے کچھ پوجا پاٹ کے
سم ادا کر دیا کریں۔

کچھ لوگوں نے عبادت کا مفہوم یہ سمجھا ہے کہ نفس کشی اور مجاہدہ و ریاضت کے
ریعہ اپنی قوت ارادی کو بڑھایا جائے اور اس طرح کشف و کرامات کی شعبدہ بازیوں
کمال حاصل کیا جائے اسے یہ لوگ روحانی ترقی کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی
جود ہیں جو دنیا کو اپنے لیے قید خانہ تصور کرتے ہیں اور اسی لیے وہ دنیا کے بکھیڑوں
ے آزاد ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی راہ لیتے ہیں، تاکہ وہاں گیان دھیان میں مشغول
کر خدا کی تلاش جاری رکھی جائے اور مادی دنیا سے قطعی طور پر قطع تعلق کر لیا جائے۔

لیکن اس کے مقابلے میں اسلام نے عبادت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ بالکل مختلف
۔ وہ انسان کی نجات اور معرفت الٰہی کے حصول کا جو راستہ تجویز کرتا ہے وہ اس
ی دنیا کے جھمیلوں کے عین وسط سے گزرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ دنیا میں انسان اور جن کی
ض تخلیق اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اس سے معلوم
ا کہ پوری زندگی کو عبادت بنانا مقصود ہے۔ ایک شعبہ کو اللہ کے لیے مخصوص کر

Marfat.com

دنیا کافی نہیں ہے بلکہ انسانی زندگی کے جتنے گوشے جتنے شعبے جتنے محکمے جتنے ہنگامے جتنے جھمیلے ہو سکتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کے تحت ہونے چاہئیں اور انسانی زندگی کی کوئی ساعت ایسی نہیں گذرنی چاہئے جب انسان اللہ کی عبادت نہ کر رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی ہے اس کی تخلیق کی ایک غرض وغایت ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان اس غرض وغایت کو پورا کرے اس لیے اُس نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا دیا ہے گویا وہ دنیا کے انتظام وانصرام کا وکیل ہے۔ وہ اس کا مالک نہیں بلکہ امین ہے اس لیے اس کا کام یہاں من مانی کرنا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وفاداری اور فرمانبرداری کا تقاضا اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ وہ اس دُنیا کے نظام کو بالکل انھی خطوط پہ چلائے جو اس کے پیدا کرنے والے نے اس کے واسطے متعین فرما دئے ہیں گویا ترکِ دُنیا عبادت نہیں ہے بلکہ اسے بطیب خاطر اختیار کر کے اُس کے نظام کو خدا کے آئینی قانون کے مطابق چلانا عبادت ہے۔ اور اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ترک دنیا کے مرتکب کا مقام باغیوں اور مفرور ملزموں کی صف میں نظر آئے گا۔ کیونکہ اس کائنات کے مالک خالق نے جو ذمہ داریاں اُن کے کاندھوں پہ ڈالی تھیں اور جو فرائض اُن کے سپرد کیے تھے انھوں نے قطعی طور پر اُن سے چشم پوشی اختیار کر لی اور دنیا کا میدان سرکش اور عیار لوگوں کو اپنی من مانی کارروائیاں کرنے کے لیے کھلا چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں کی خاک چھاننے میں مصروف ہو گئے تاکہ یہ سرکش لوگ خدا کی زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دیں اور یہ "روحانیین" کا گروہ جن کا فرض تھا کہ خدا کی مملکت میں صلاح وتقوٰی کی فضا پیدا کرتے۔ اسے عدل وانصاف اور امن وامان سے معمور کر دیتے۔ پہاڑ کے غاروں اور جنگل کی گپھاؤں میں بیٹھا ہوا بزعم خویش خدا سے راز ونیاز کی باتوں میں مشغول ہے اور اپنی صلاح وتقوٰی کی تمام صلاحیتوں کو لایعنی قسم کی ریاضتوں اور مجاہدوں میں صرف کرتا رہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام انسان کو اس ہمہ گیر عبادت کے لیے کس طرح تیار کرتا

ہے۔ اس کے پاس وہ کونسا پروگرام ہے جو انسان کو ہمہ وقتی عبادت کے لیے تیار
کرتا ہے۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اسلام نے جو عبادتیں فرض کی
ہیں وہی دراصل اس بڑی عبادت کی تکمیل و تعمیل کا ذریعہ ہیں اور یہ کہنا قطعاً غلط
اور بیجا نہیں ہوگا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسی عبادتیں دراصل مقصود بالذات
عبادتیں نہیں ہیں بلکہ اسلام نے انسانی کردار و اخلاق کی تعمیر کے لیے اور اس کے
صحیح معنوں میں "عبد" بنانے کے لیے جو تربیتی پروگرام وضع کیا ہے اس کے مختلف
اجزاء ہیں۔ یہ تربیتی نصاب (TRAINING COURSE) کے مختلف لازمی حصے
ہیں۔ اسی لیے انھیں ارکان اسلام کہا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر مطلوبہ اخلاق و کردار
کے حامل افراد تیار نہیں کیے جا سکتے۔

سطور ذیل میں ہم اس امر کا جائزہ لیں گے کہ اس لازمی ٹریننگ کورس میں نماز
کا کیا مقام ہے۔ مخصوص اسلامی ذہنیت اور عادات و خصائل کے افراد تیار کرنے میں
نماز کس حد تک ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ دنیا میں ہر طرف بہت سی ایسی
طاغوتی طاقتیں پر سے جمائے ہوئے ہیں جو انسان کو خدائے واحد کی بندگی سے ہٹا
کر اپنی بندگی کے لیے مجبور کرتی ہیں لیکن نماز دن رات میں کم سے کم پانچ بار بندہ
کو یہ یاد دہانی کراتی ہے کہ یاد رکھو! تو اگر بندہ ہے تو صرف خدائے واحد کا، تیرا سر
اگر کہیں جھک سکتا ہے تو صرف ایک معبود حقیقی کی بارگاہ میں۔ ؎

اک وہی آقا فقط باقی بتان آذری

باب المواقیت کے ذیل میں مصالح و مسائل کے عنوان سے جو کچھ لکھا گیا ہے اسے
ایک بار پھر پڑھ لیجیئے اس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ نماز دن رات
میں پانچ مرتبہ کس طرح انسان کو اس کا صحیح مقام یاد دلاتی ہے۔ اس کے بعد
باب الاذان کے آخر میں جو شذرہ لکھا گیا ہے وہ بھی نظر میں رہنا چاہیئے اس سے
معلوم ہوگا کہ دنیا میں اسلام کا پیغام کیا ہے اور اس کی فلاح و نجات کا صحیح راستہ
کیا ہے۔ اذان کس طرح پوری جماعت کو نظم و ضبط کے ساتھ ایک مرکز پر جمع کر کے

ان کے اندر اجتماعی طور پر خدا کی بندگی کا احساس پیدا کرتی ہے۔

دُنیا میں کوئی بھی نظام اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک اس کے چلانے والے اس پر وفادارانہ ایمان نہ رکھتے ہوں۔ دُنیا کی تمام حکومتیں اپنے اہل کاروں کے اندر وفاداری اور جان نثاری کے جذبات پیدا کرنے کے لیے بہت سے تربیتی پروگرام وضع کرتی ہیں اور پھر وقتاً فوقتاً اس کی آزمائش بھی کرتی رہتی ہیں۔ اللہ اپنے نام لیواؤں کو پانچ مرتبہ پکار کر یہی دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے وہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں اس کے وفادار ہیں۔ جو اس کی پکار پر لبیک کہنے کو تیار ہیں اس لیے نماز کو مومن و کافر کے درمیان وجہ فرق و امتیاز قرار دیا گیا ہے[۱] اور اس پکار کو سن کر سستی کرنے والوں کو منافقین کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے[۲]۔

نماز انسان کی سیرت کو خالص خدا پرستی کے سانچے میں ڈھال دینے کے لیے کافی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَر" نماز انسان کو یقیناً بے حیائی اور گناہ کے کاموں سے روکتی ہے" یہ کیسے؟ دیکھیے جب ایک شخص نماز کا دل میں ارادہ کر لیتا ہے تو اُسے سب سے پہلے اپنے جسم اور کپڑوں کی پاکی ناپاکی کا خیال آتا ہے پھر وضو کا۔ حالانکہ اگر وہ ناپاک کپڑوں کے ساتھ بے وضو ہی مسجد میں جا کر کھڑا ہو جائے تو کسی کو کیا معلوم لیکن اس کے دل میں یہ احساس

---

[۱] اَلْعَھْدُ بَیْنَنَا وَ بَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ (ہمارے اور عرب بدوؤں کے) درمیان تعلق کی بنا نماز ہے جس نے اسے ترک کر دیا وہ کافر ہو گیا۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ بین العبد و بین الکفر ترک الصَّلٰوۃ (بندہ اور کفر کے درمیان فرق ترک صلوٰۃ ہے) مسلم کتاب الصّلوٰۃ۔

[۲] اِذَا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ (یعنی وہ منافقین جب نماز کے لیے اُٹھتے ہیں تو سُستی کے ساتھ اُٹھتے ہیں) سورۃ النساء ۱۴۲ - الذین ھم عن صلاتھم ساھون (افسوس ہے ان پر جو لوگ اپنی نمازوں سے غافل ہوتے ہیں) سورۃ الماعون۔

بہر حال بشدّت موجود ہے کہ اگر کوئی انسان نہیں دیکھ رہا تو نہ سہی خدا تو دیکھ رہا ہے گویا خدا کے ہر جگہ حاضر ناظر ہونے اور اس کی نگاہ سے ہرگز ہرگز بچ کر نکل نہ سکنے کا احساس صرف نماز کا ارادہ کرتے ہی انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

اب جب نیّت باندھ کر انسان کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو نماز میں قرآن کی جو آیات اور رکوع و سجود میں جو تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہی پڑھتا ہے اور قطعاً اس کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اگر بغور دیکھا جائے تو اس کی وجہ بھی یہی احساس ہے۔ اس کے سوا اور کوئی چیز اُسے اس مقررہ ضابطہ کی پابندی کرنے کے لیے آمادہ نہیں کر سکتی۔ آخر اسے جزا و سزا پر ایمان ہے۔ اُسے خدا کے واقف اسرار ہونے کا یقین ہے۔ تب ہی تو وہ ان مقررہ چیزوں کے سوا اور کچھ پڑھ کر خانہ پُری نہیں کرتا۔ پھر نماز کے اوقات کو دیکھیے کبھی انسان کام میں مصروف ہے کبھی تفریح میں، کبھی آرام میں، لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو انسان ان سب چیزوں کو چھوڑ کر مسجد کی راہ لیتا ہے آخر کیوں؟ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُسے خدا کے علیم و خبیر ہونے کا پختہ یقین ہے۔

نماز کے اندر جو کچھ پڑھا جاتا ہے اب ہم اس پر بھی ایک نظر ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس طرح انسان کی سیرت پر اثر انداز ہوتی ہے نیّت باندھتے ہوئے ایک شخص سب سے پہلے دنیا کی تمام چیزوں سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دینے کا اعلان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

"اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ میں نے بالکل یکسو ہو کر اس ذات کی طرف اپنا رُخ کر لیا ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے میں اس کی ذات و صفات میں کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔"

اب کیا مجال جو اس کی نظر دنیا کی کسی بھی دوسری چیز کی طرف مڑ سکے؟ اس مکمل تسلیم و رضا کی حالت میں انسان اپنے رب کے سامنے عرض معروض شروع

Marfat.com

کر دیتا ہے۔ سُبحٰنَکَ اللّٰھُمَّ..... الخ پڑھتا ہے تو اُس کی حمد و ثنا بیان کرتا ہے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو اس کے رحمٰن اور رحیم ہونے کا واسطہ دے کر اُس سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی دُعا مانگتا ہے اس کے فضل و انعام کی اُمید کرتا ہے، اور قہر و غضب سے ڈرتا ہے۔

اس کے بعد قرآن پاک کی کوئی اور سورت پڑھتا ہے جو اسلام کی اخلاقی تعلیمات یا عملی احکام و ہدایات یا عقائد و اعمال کی وضاحت کرتی ہے گویا اس طرح وہ خدا کے نازل کردہ احکام و فرامین کو اپنے ذہن میں تازہ کرتا ہے پھر رکوع میں جھک جاتا ہے اور عاجزی کے ساتھ خدا کی عظمت[1] کا اقرار کرتا ہے پھر سربسجود ہو کر اور اپنی خودسری سے دست بردار ہو کر مکمل طور پر اپنے عجز و انکسار کا مظاہرہ کرتا ہے اور خدا کے بلند و برتر[2] ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔

دو رکعتیں اس طرح مکمل کرنے کے بعد بیٹھ جاتا ہے اور التحیات پڑھتا ہے۔ پھر اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔" اے رب ہماری تمام عبادتیں، نمازیں، سلامیاں سب تیرے ہی لیے ہیں۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر، ہم پر اور خدا کے نیک بندوں پر سلامتی ہو۔" اور جب پڑھتے پڑھتے اللہ کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت پر گواہی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو انگشتِ شہادت کھڑی کر کے اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر کھڑا ہو کر دو رکعت مزید پڑھتا ہے اور اگر نماز ہی دو رکعت والی ہو تو درُود پڑھتا ہے اور پھر دُعا کی باری آجاتی ہے۔ اپنے رب کو خوش کر لینے کے بعد اپنے حق میں اس سے مزید دُعا کرتا ہے اور سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دیکھا آپ نے کیسا جامع پروگرام ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص چوبیس گھنٹے کے اندر اندر پانچ نمازوں کی چوالیس رکعات میں اپنے رب سے ہم کلام ہو کر راہ راست پر چلنے کی دُعا مانگے اپنی

---

[1] سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم [2] سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ۔

بندگی اور اس کی خداوندی کا اقرار و اعتراف کرے اور عملی مظاہرہ رکوع و سجود کی صورت میں کرے اور پھر بھی فواحش و منکرات میں مبتلا رہے۔ عقلِ سلیم کا فیصلہ یہی ہے کہ ایسے شخص کا کردار اس کا اخلاق اس کی سیرت یقیناً بے داغ ہونی چاہئے۔

پھر اس پنجگانہ نماز کے پروگرام میں دن کی آخری نماز ایک ایسی بھی آتی ہے جس میں دن بھر کا محاسبہ کرنے کا ایک خاص پروگرام مہیا کر دیا گیا ہے اور وہ ہے عشاء کی نماز کے بعد نماز وتر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت کا پڑھنا۔ ذرا اسے تفصیل کے ساتھ بغور ملاحظہ کیجئے۔ نماز پڑھتے پڑھتے بندہ اچانک ایک بار پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ کی کبریائی کا اعلان اللہ اکبر کے الفاظ کے ساتھ کرتا ہے۔ گویا خصوصی طور پر اللہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے اور خود خاص طور پر اس کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اے ہمارے آقا و مولا، اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ ہم یقیناً تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں وَنَسْتَغْفِرُکَ اور تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں وَنُؤْمِنُ بِکَ اور تجھی پر ایمان رکھتے ہیں وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ اور تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ اور تیری ہی عمدہ حمد و ثنا بیان کرتے ہیں وَنَشْکُرُکَ اور ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں وَلَا نَکْفُرُکَ اور ہم تیری نافرمانی نہیں کرتے وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ بلکہ جو لوگ تیری نافرمانی کرتے ہیں ہم اُن سے علیحدگی اور قطع تعلق کیے لیتے ہیں۔ اُن سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر دل کی پوری توجہ کے ساتھ خدا کو مخاطب کرتا ہے اَللّٰھُمَّ اے ہمارے آقا و مولا اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں وَلَکَ نُصَلِّیْ اور ہم تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں وَنَسْجُدُ اور تیرے ہی آگے سربسجود ہوتے ہیں، وَاِلَیْکَ نَسْعٰی اور ہم تیری ہی طرف دوڑتے ہیں وَنَحْفِدُ اور تیری

اُمید رکھتے ہیں وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اور ہم تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ "اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ" یقیناً تیرا عذاب نافرمان لوگوں کو آپکڑے گا۔

دیکھیے یہ کتنے خلوص اور سوز کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی دُعائیں ہیں۔ انسان ان کے جادو سے خود مسحور ہوجاتا ہے بشرطیکہ پورے شعور کے ساتھ یہ کلمات زبان سے سوچ سمجھ کر ادا کیے جائیں۔ ایک وہ شخص جس کی زندگی کا روز کا معمول یہ ہو اس کے اخلاق کی بلندی اور سیرت کی پختگی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے نماز اسلامی تحریک کا جزو لازم رہی ہے۔ ہر نبی کی شریعت میں نظام صلوٰۃ کو ایک اہم مقام حاصل تھا۔ مسلمانوں میں جب بھی زوال آیا وہ اس نظام کو توڑنے ہی کے سبب آیا کیونکہ اس کے درہم برہم ہوجانے کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان اخلاق و کردار کی قوتوں اور سیرت کی ناقابل تسخیر طاقتوں سے محروم ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باطل قوتیں اُن کے اُوپر غالب آگئیں۔

مضمون طویل ہوتا جارہا ہے اور موضوع کی تشنگی بدستور قائم ہے، مختصراً یہ کہ نماز انسان کے اندر ضبطِ نفس کا مادہ پیدا کرتی ہے۔ گرمی ہو یا سردی، سفر ہو یا حضر، بیماری ہو یا تندرستی ہر جگہ، ہر موسم اور ہر حالت میں یہ اُس کے نفس کو رام رکھتی ہے اور خدا کا باغی بننے سے اُسے ہر ہر قدم پر روکتی ہے۔ وہ اُسے دُنیا میں اس کا صحیح مرتبہ ومقام بتاتی ہے کہ دیکھ تو خود مختار نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا بندہ ہے پھر اسے فرض شناس بناتی ہے اور نا فرض شناسوں کو چھانٹ کر الگ کر دیتی ہے اور اس کے ذہن میں وہ عقائد اور تصوّرات راسخ کر دیتی ہے کہ جن کے ذریعہ ایک پختہ اور قابلِ اعتماد سیرت کی تعمیر ہوسکتی ہے۔

پھر یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ یہ تعمیر سیرت کا پروگرام ہر شخص کے لیے انفرادی طور پر نہیں ہے بلکہ پوری قوم کو اس رنگ میں رنگ دینا اسلام کا مقصود ہے اسی لیے نماز باجماعت کا نظام رائج کیا گیا ہے۔ ایک ہی صف میں سب امیر وغریب

کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کا باہمی فرق و امتیاز مٹ جاتا ہے۔

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری درگاہ میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

گویا صف بندی، رنگ و نسل، وطن و قبیلہ، ذات پات، غرض ہر طرح کی عصبیتوں کی جڑیں کاٹ کر پھینک دیتی ہے۔ بڑے سے بڑے آدمی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اگر وہ مسجد میں بعد میں پہنچا ہو تو صفیں چیر کر آگے نکل جائے جہاں جگہ ملے گی اُسے وہیں کھڑا ہونا پڑے گا۔ کیا ایسی مساوات اور اجتماعی جمہوریت کا مظاہرہ کسی اور طرح بھی ممکن ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسلام ببانگ دہل کہتا ہے۔
"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" تمھارے اندر بڑا وہی ہے جو خدا کے نزدیک زیادہ پرہیزگار ہے۔

انہی حقائق کی بنا پر نماز کو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دین کا ستون قرار دیا ہے "اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ" یعنی پورے دین کی عمارت اسی ستون پر قائم ہے جس نے اس ستون کو گرا دیا گویا اس نے پورے دین کی عمارت کو گرا دیا۔

نماز پوری جماعت کو ایک امام کی اطاعت کا عملی سبق بھی دیتی ہے اور انھیں انتخاب امیر کے اُصول بھی سکھاتی ہے۔ امام سے مقرر کیا جاتا ہے۔ جو پرہیزگار، عالم اور نیک کردار و خوش اطوار ہو جماعت کی اکثریت اس سے خوش ہو پھر پوری طرح اس کی اطاعت فرض ہے۔ ہر شخص اس کے اشارات پر رکوع و سجود بجا لائے گا۔ اور اس کی نافرمانی اُس کی نماز کو فاسد کرنے کے لیے کافی ہو گی۔ لیکن یہ اطاعت اسی صورت میں فرض ہے جبکہ امام شریعت کے مقرر کردہ اُصولوں کے مطابق کام کرے۔ اگر وہ اس کی خلاف ورزی کرتا ہو تو اُسے ٹوک دینا فرض ہے۔ اگر وہ اسلام کی صریح خلاف ورزی پر

اگر ایسے تو پھر اسے امامت سے الگ کر کے دوسرے کو امام بنانا ضروری ہے۔
دیکھیئے یہی وہ اُصول ہے جو ایک قوم اپنی پوری اجتماعی زندگی میں انتخابِ امیر کے معاملہ میں اختیار کرسکتی ہے۔

مندرجہ بالا مباحث سے واضح ہوجاتا ہے کہ نماز نہ صرف انسانوں کے انفرادی کردار اور سیرت کی تعمیر کرتی ہے بلکہ اُن کے اندر اجتماعی زندگی کا شعور پیدا کر کے انھیں باقاعدہ اور منظم جمہوری اُصولوں کے مطابق سیاسی زندگی بسر کرنے کی بھی تربیّت دیتی ہے۔ افسوس کہ ہم آجکل اس سے غافل ہیں اور صرف کلمہ طیبّہ زبان سے ادا کرلینے ہی کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ سمجھتے ہیں۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

كِتَابُ الْجَامِعِ

بَابُ الْأَدَبِ

(ادب کا بیان)

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق

۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ: إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: جب تیری اس سے ملاقات ہو تو تُو اسے سلام کر، جب وہ تیری دعوت کرے تو تُو اسے قبول کرے، جب وہ تجھ سے نصیحت طلب کرے تو تُو اسے نصیحت کر، جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تُو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ جب وہ بیمار ہو تو تُو اس کی عیادت کر اور جب وہ مر جائے تو تُو اس کے جنازہ کے ساتھ چل۔ (اسے مسلم نے روایت کیا)

Marfat.com

تشریح

اسلام انسانی زندگی کے لیے ایک ایسا مکمل دستور العمل ہے کہ اس میں جہاں نہایت اہم معاملات سے بحث کی گئی ہے۔ وہاں معمولی اُمور کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس حدیث میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو استوار اور برقرار رکھنے کے لیے چند ایسی باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں کہ جنھیں ہم بادی النظر میں معمولی قرار دے سکتے ہیں لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو ایک معاشرہ کے اندر ان اوصاف کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ حضورؐ نے حقوق العباد پر بہت زور دیا ہے یہاں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق بیان کیے گئے ہیں خواہ اُن کے درمیان کوئی اور رشتہ یا تعلق ہو یا نہ ہو۔ بہر حال صرف مسلمان ہونا کافی ہے۔ وہ چھ حقوق یہ ہیں

۱۔ بوقت ملاقات مسنون طریقہ پر سلام کرنا اور اگر پہلے دوسرے نے سلام کیا ہو تو اس کا جواب دینا۔

۲۔ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی دعوت کرے خواہ کھانے کے لیے یا کسی اور ضرورت کے لیے بُلائے تو اُسے قبول کر لینا۔

۳۔ جب نصیحت چاہے یا کسی معاملہ میں صلاح مشورہ طلب کرے تو دیانت داری کے ساتھ اُسے نصیحت کرنا اور نیک مشورہ دینا۔

۴۔ جب ایک مسلمان کو چھینک آئے تو اُسے الحمد للہ کہنا چاہیئے اور جس مسلمان نے اُسے الحمد للہ کہتے سنا ہو وہ اس کے حق میں یہ دعا کرے۔ یرحمک اللہ اللہ تجھ پر رحم کرے۔

۵۔ جب ایک مسلمان بیمار ہو تو دوسرے مسلمان کو اس کی عیادت یعنی بیمار پرسی کے لیے جانا چاہیئے۔ اپنے اعزا و اقربا اور دوست واحباب کی عیادت کے لیے تو سب جاتے ہی ہیں یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس بیمار کی عیادت کے لیے فرمایا ہے جو مسلمان ہے۔

۶۔ اگر ایک مسلمان فوت ہو جائے تو دوسرے مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس کے جنازہ میں شریک ہو۔

انسان خدا کا شکر گذار کیسے بن سکتا ہے

۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْکُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَکُمْ. فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ تم سے کم درجہ کے ہیں اُن کی طرف دیکھو اور جو تم سے اُونچے ہیں اُن کی طرف مت دیکھو اس طرح عین ممکن ہے کہ اللہ نے تمھیں جو نعمت دی ہے تم اس سے نہیں پلٹو گے یعنی اس کی ناشکری نہیں کرو گے (متفق علیہ)

تشریح دل کے اندر سکون و اطمینان پیدا کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت حکیمانہ نصیحت فرمائی ہے۔ دُنیا میں انسان خواہ کتنا اُونچا درجہ و مرتبہ حاصل کرے بہرحال اس سے اُونچے درجہ کے لوگ بھی موجود ہوں گے اگر وہ اُن اُونچے لوگوں کو دیکھ دیکھ کر ہی جلتا اور کڑھتا رہے اور خدا کے آگے گلے شکوے کرتا رہے کہ ہائے مجھے فلاں نعمت حاصل نہ ہوئی جو فلاں کو حاصل ہے تو اُسے کبھی بھی سکون و اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا لیکن اگر اپنے سے نیچے کے لوگوں کو دیکھے تو اُسے یہ جان کر اطمینان نصیب ہوسکتا ہے کہ اُس کی حالت بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں اچھی ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں ایک دفعہ جوتی نہیں تھی دل میں ملال پیدا ہوا لیکن اسی وقت ایک شخص نظر آیا جو پاؤں سے ہی محروم تھا تو خدا کا شکر بجا لائے کہ جوتا نہیں تو نہ سہی پاؤں تو سلامت ہیں یہاں دراصل اپنے سے اُونچے لوگوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اگر انھیں دیکھ کر خود بھی ویسے ہی مدارج حاصل کرنے کا شوق پیدا کرے اور اُن سے حسد نہ کرے تو درست ہے۔

نیکی اور بدی (گناہ) کی حقیقت

۳۔ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ)۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور بدی (گناہ) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نیکی حسنِ اخلاق کا نام ہے اور بدی (گناہ) وہ امر ہے کہ جو تیرے دل میں جم گیا ہو اور تجھے یہ بات ناگوار گزرتی ہو کہ لوگوں کو اس کے بارے میں علم ہو جائے (اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث میں نیکی اور بدی کو پرکھنے کے لیے ایک ایسی کسوٹی مقرر فرما دی گئی ہے کہ ہر شخص بخوبی یہ شناخت کر سکتا ہے کہ اس کا کونسا کام نیکی ہے اور کونسا گناہ ہے۔ تمام وہ اُمور جو اچھے اخلاق میں شامل ہیں نیکی کہلائیں گے اور تمام ایسی باتیں جن کے متعلق ہم ڈرتے ہوں کہ اگر دوسروں کو ان کا علم ہو گیا تو وہ کیا کہیں گے سب گناہ میں شامل ہیں۔

جب تین آدمی اکٹھے ہوں تو اُن میں دو کو الگ سرگوشی نہیں کرنی چاہیئے

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم تین آدمی ہو تو ایک کو چھوڑ کر باقی دو کو آپس میں سرگوشی

اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهٗ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ۔

نہیں کرنی چاہیئے یہاں تک کہ تم اور لوگوں کے ساتھ جا ملو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے اُسے تکلیف ہوگی (متفق علیہ اور الفاظ مسلم کے ہیں)۔

تشریح ایک آدمی کو اکیلا چھوڑ کر باقی دو چپکے چپکے باتوں میں مشغول ہو جائیں تو اس سے لازماً اس شخص کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوں گے اور یہ طرزِ عمل اس کے لیے تکلیف دہ ہوگا البتہ تین سے زیادہ آدمی ہوں تو پھر اگر ان میں سے دو الگ ہو کر باتیں کرنے لگیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ باقی لوگ بھی آپس ہی باتیں کر کے اپنا وقت گزار سکتے ہیں۔

آدابِ مجلس

کسی کو اُٹھا کر اس کی جگہ مت بیٹھو

۵ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کوئی شخص کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر پھر خود وہاں نہ بیٹھے بلکہ تم اچھی طرح کھل پھیل کر بیٹھو۔ (متفق علیہ)

تشریح یہ بات شائستگی کے خلاف ہے کہ کسی آدمی کو اس کی جگہ سے ہٹایا جائے اور اس کی جگہ خود بیٹھنے کی کوشش کی جائے۔ آدابِ مجلس کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں جگہ مل جائے آرام اور خاموشی کے ساتھ وہیں بیٹھ جائے۔

Marfat.com

کھانے کے بعد ہاتھ چاٹنا

٦۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو اپنا ہاتھ صاف نہ کرے یہاں تک کہ وہ خود چاٹ لے یا کسی سے چٹوا لے۔
(متفق علیہ)

تشریح کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیئے کھانے کے بعد انگلیاں اگر کھانے میں آلودہ ہوگئی ہیں تو انھیں کسی کپڑے یا رومال یا تولیہ وغیرہ سے صاف کرنے سے پہلے اچھی طرح چاٹ لینا چاہیئے اگر خود نہ چاٹ سکتا ہو تو کسی دوسرے کو چٹوا دے تاکہ کپڑا کم سے کم آلودہ ہو اگر ہاتھ دھونے ہوں تو بھی دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹ لینا بہتر ہے۔ تاکہ رزق کے کم سے کم ریزے نیچے گریں۔ آجکل کے مہذب لوگ شاید اس پر ناک بھوں چڑھائیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اصولی بات کہی ہے اس کی افادیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔

سلام میں پہل کسے کرنی چاہیئے

٧۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُسَلِّمَ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو کرے۔ کم لوگ زیادہ

لَى الْكَثِيْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ وَالرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ۔

لوگوں کو کریں (متفق علیہ) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔

تشریح چھوٹے کو چاہیے کہ وہ بڑے کو سلام کرے ادب کا تقاضا یہی ہے حفظِ مراتب ضرور چاہیے۔ چھوٹائی بڑائی صرف عمر ہی میں نہیں ہے بلکہ رشتہ، عزت، عہدہ و مرتبہ میں بھی جو لوگ چھوٹے ہوں انھیں اپنے بڑوں کو سلام کرنا چاہیے۔ راستہ چلتے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ وہ جن کے پاس سے گزریں انھیں سلام کرکے گذریں۔ اسی طرح کم تعداد والوں کو چاہیے کہ وہ زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں اور سوار کو چاہیے کہ پیدل چلنے والے کو سلام کرکے گذرے یہ اسلامی معاشرت کے آداب ہیں اگر بڑے چھوٹوں کو بیٹھے ہوئے گذرنے والوں کو پیدل سوار کو سلام کرے تو یہ ان کی بلند اخلاقی کی دلیل ہے۔ چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حتی الامکان سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے اور بچوں کو بھی سلام کیا کرتے تھے۔

سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کے لیے جماعت میں سے ایک آدمی کافی ہے

۸۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِذَا مَرُّوْا أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمْ وَيُجْزِئُ عَنِ الْجَمَاعَةِ أَنْ يَرُدَّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک جماعت گذرے تو ان میں ایک ہی آدمی کا سلام کرلینا کافی ہے اور اسی طرح یہ بھی کافی ہے کہ جماعت میں سے ایک ہی آدمی سلام کا جواب دے

Marfat.com

اَحَدُهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ (اسے احمد اور بیہقی نے روایت کیا)۔

تشریح یعنی جب ایک جماعت اکٹھی ایک مجلس میں آئے یا کہیں سے گذر رہی ہو تو ان میں سے ہر آدمی کا فرداً فرداً سلام کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اُن میں سے اگر ایک آدمی ہی سلام کرے تو وہ سب کی طرف سے ہو جائے گا اسی طرح پوری جماعت میں سے اگر ایک آدمی ہی سلام کا جواب دے دے تو وہ بھی سب کی طرف سے سمجھا جائے گا۔

غیر مسلموں کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی چاہیئے

۹۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُمْ اِلٰى اَضْيَقِهٖ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب راستہ میں تم اُن سے ملو تو انھیں مجبور کرو کہ وہ اس کے ایک کنارہ پر چلیں (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو مسنون طریقہ پر سلام کرنا اسلام کے شعائر میں داخل ہے اس لیے ایک غیر مسلم کو اس طریقہ پر سلام کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث میں صرف یہودیوں اور نصرانیوں ہی کا تذکرہ ہے۔ لیکن ان کے علاوہ دوسری غیر مسلم اقوام کے لیے بھی یہی حکم ہے اگر غیر مسلم مسلمان کو سلام کرے تو اس کا مناسب جواب دینا چاہیئے لیکن مسلمان کو پہل کر کے غیر مسلم کو سلام نہیں کرنا چاہیئے راستہ میں انھیں کنارہ پر چلنے کے لیے مجبور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُن سے الگ ہو کر چلو تاکہ سلام کرنے کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔

چھینک پر الحمد للہ کہنا

۱۰۔ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهُ: أَخُوهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَلْيَقُلْ لَهُ يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کسی کو چھینک آئے تو اسے کہنا چاہیے "الحمد للہ" اور اس کے بھائی کو اس کے حق میں کہنا چاہیے "یرحمک اللہ" (اللہ تجھ پر رحم کرے)۔ پس جب وہ اس کے حق میں "یرحمک اللہ" کہے تو اسے اس کے حق میں کہنا چاہیے "یَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" (اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت کو بہتر بنائے)۔ اس حدیث کو بخاری نے بیان کیا۔

تشریح اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر آدمی کو معمولی سے معمولی راحت یا تکلیف بھی پہنچے تو خدا کو یاد کرے چنانچہ چھینک آنے تو الحمد للہ کہنا چاہیے اور جو مسلمان اسے الحمد للہ کہتا ہوا سن لے تو "یرحمک اللہ" کہہ کر اس کے لئے دعا کرنی چاہیے اور اس کے جواب میں اسے بھی اس کے حق میں "یَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہہ کر دعا کرنی چاہیے۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت

۱۱۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدُكُمْ قَائِمًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے ...

اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ — مسلم نے بیان کیا۔

تشریح کھڑے ہوکر پانی پینا شائستگی کے خلاف ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تعلیم دی کہ کھڑے کھڑے پانی ہرگز نہیں پینا چاہیئے۔ پانی کے علاوہ دوسری چیزیں بھی کھڑے کھڑے کھانے پینے سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ پانی پینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر اور دائیں ہاتھ سے برتن پکڑ کر پئے اور تین دفعہ رُک رُک کر پئے۔ پینے سے پہلے بِسْمِ اللہ اور بعد میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔

جوتا پہننے اور اُتارنے کا طریقہ

۱۲۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ وَلْتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو اُسے دائیں پاؤں سے شروع کرنا چاہیئے۔ اور جب نکالے تو بائیں پاؤں سے شروع کرنا چاہیئے۔ یعنی پہلے دائیں (پاؤں) میں جوتا پہنا جائے اور دوسرے (پاؤں) سے نکالا جائے (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث میں صرف جوتا پہننے اور اُتارنے کا طریقہ بیان کیا گیا۔ لیکن اُصولی طور پر ہر لباس کے پہننے اور اُتارنے کا اسلامی طریقہ بیان فرما دیا گیا ہے۔ جو کچھ پہننا ہو دائیں پاؤں یا دائیں ہاتھ سے شروع کرنا چاہیئے اور جب اُتارنا ہو تو بائیں سے شروع کرنا چاہیئے۔

صرف ایک پاؤں میں جوتا پہن کر نہیں چلنا چاہیئے

۱۳۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْشِ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَلْيُنْعِلْهُمَا جَمِيْعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک جوتی میں نہ چلے اُسے دونوں پہننی چاہئیں یا دونوں اُتار دینی چاہئیں۔ (متفق علیہ)

تشریح اسلام انسان کو شائستہ اور باسلیقہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اگر ایک شخص صرف ایک پاؤں میں جوتی پہنے اور دوسرا ننگا ہو تو وہ لوگوں کے لیے تمسخر کا باعث ہوگا اس لیے مشورہ دیا گیا ہے کہ یا تو دونوں پاؤں میں جوتا پہنا جائے یا دونوں ننگے ہوں۔ یہی بات جرابوں دستانوں پاجامے کے پائنچوں اور قمیص وغیرہ کے آستینوں کے پہننے میں بھی ملحوظ رکھنی چاہئے۔ اگر کسی وجہ سے ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کو ننگا رکھنے کی مجبوری ہو تو خیر ورنہ عام حالت میں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

فخریہ کپڑے لٹکا کر چلنا منع ہے

۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے فخریہ طور پر اپنا لباس لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

تشریح فخر و غرور کے اظہار کے لیے لباس لٹکا کر چلنے کی رسم زمانہ قدیم سے چلی آتی ہے۔ اسلام نے اسے ناپسند کیا ہے کیونکہ غرور صرف ذاتِ الٰہی کو زیب دیتا ہے۔ انسان کا کام تو عجز و انکسار ہے اس لیے ٹخنوں سے نیچا لباس پہننے سے مسلمانوں کو روک دیا گیا ہے بشرطیکہ اس کا مقصد فخر و نمائش ہو۔

دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا حکم

۱۵۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِيْنِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ - أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھائے تو اُسے اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے اور جب پیئے تو دائیں ہاتھ سے ہی پینا چاہیے۔ بیشک اپنے بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے ہی پیتا ہے (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر جو فضیلت حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ تہذیب وشائستگی کا تقاضا یہی ہے کہ کھانا پینا جیسے نظافت طلب کام دائیں ہاتھ سے کیے جائیں اور غلاظت ونجاست وغیرہ صاف کرنے کے لیے بائیں ہاتھ کو استعمال کیا جائے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اس کے برعکس کرتا ہے لہذا انسان کو شیطان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

فخر و اسراف سے پرہیز کرنے کی ہدایت

۱۶۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ "قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلْ وَاشْرَبْ وَالْبَسْ وَتَصَدَّقْ فِيْ غَيْرِ سَرَفٍ وَلَا مَخِيْلَةٍ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَأَحْمَدُ وَعَلَّقَهُ الْبُخَارِيُّ -

حضرت عمرو بن شعیب سے، اُن کے والد سے اور اُن کے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ، پیو، پہنو اور خیرات کرو لیکن فضول خرچی اور فخر کے بغیر۔

تشریح کھانا، پینا اور پہننا انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں — حسب استطاعت ہر شخص کو ان کی فراہمی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ لیکن اس میں فضول خرچی اور فخر و نمائش سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اسی طرح صدقہ و خیرات کرتے وقت بھی خلوص کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور صرف رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر خرچ کرنا چاہیے۔ اس میں نمود و نمائش اور فخر و غرور کا شائبہ نہیں ہونا چاہیے۔

مصالح و مسائل

(آداب)

اِسلام محدود معنی میں ایک مذہب نہیں ہے کہ جو محض چند مخصوص قسم کے مراسم عبادت سے بحث کرتا ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ انسان کی مکمل زندگی کے لیے ایک لائحہ عمل بھی تجویز کرتا ہے۔ وہ ایک خاص قسم کے شہری تیار کرنا چاہتا ہے وہ انھیں زندگی کے مخصوص آداب تعلیم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات زندگی کے بالکل معمولی اور غیر اہم معاملات میں بھی ہماری رہنمائی کرنے کے لیے موجود ہیں۔

راستہ کیسے چلیں، سلام کس طرح کریں۔ جوتا اور لباس کس طرح پہنیں، کھانا کس طرح کھائیں، پانی کیسے پئیں۔ یہ اور اسی قسم کے صدہا معاملات ہیں جو قدم قدم پر زندگی میں ہمیں پیش آتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی معاملہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے متعلق ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی واضح ارشاد گرامی نہ مل جائے۔

اسلام واضح طور پر مسلمانوں کو ان کے باہمی حقوق بتاتا ہے اور ان کے اندر عمدہ اور بہترین معاشرتی اخلاق و اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ

انھیں طمانیت و سکون قلب کے طریقے بتاتا ہے۔ وہ انھیں ایسی حرکات سے باز رکھتا ہے جن سے آپس میں غلط فہمیاں اور شکوک و شبہات پیدا ہونے کے امکانات ہوں۔ وہ ایک دوسرے کی عزت و احترام کی تلقین کرتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور دعا گوئی سکھاتا ہے۔ کھانے پینے پہننے وغیرہ کے معاملات میں وہ انھیں مہذّب شائستہ اور متمدن آداب و اطوار کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ انھیں فخر و غرور فضول خرچی اور متکبرانہ اطوار اختیار کرنے سے روکتا ہے۔

یہی وہ اوصاف ہیں جن کی بدولت مسلمان دنیا میں اس قدر معزز و محترم بن گئے تھے کہ مشرق سے مغرب تک ان کی تہذیب اور ان کا تمدن قابلِ تقلید سمجھا جاتا تھا۔ آج پھر ضرورت ہے کہ مسلمان مغرب کی اندھا دھند تقلید سے ہٹ کر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمودات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے دُنیا سے مسلمانو
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

(نیکی اور احسان کا بیان)

صلہ رحم کے فوائد و اثرات

۱۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ فِیْ رِزْقِهٖ وَاَنْ یُّنْسَاَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ" اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت کر دی جائے اور اس کی موت میں تاخیر کرنے کا حکم دیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

تشریح جو شخص اپنے رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرے گا اور قرابت کے تعلق کو استوار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت اور فراخی فرما دے گا اور اسے عمر دراز عطا فرمائے گا۔ تمام رشتہ دار اور اعزاء و اقارب جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ اس کی درازی عمر کے لیے دعا کرتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کے طفیل اس کی عمر میں برکت دے گا۔

قاطع رحم جنت میں نہیں جائے گا

۲۔ وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے

رَضِیَ اللّٰہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ" یَعْنِیْ قَاطِعَ رَحِمٍ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاطع یعنی رشتہ داری کے تعلّق کو قطع کرنے والا جنّت میں نہیں جائے گا۔

تشریح اگر رشتہ داروں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو اُسے دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اختلاف پیدا ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تعلّقات ہی ختم کر دیئے جائیں۔ حدیث کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ رشتہ داری کے تعلّقات کو قائم رکھنا ایمان کے تقاضوں میں سے ہے۔ اِسی لیے قاطع رحم کو یہ وعید سُنائی گئی کہ وہ جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔

چند حرام اور مکروہ اعمال

۳۔ وَعَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّھَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّھَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا، لڑکیوں کو زندہ قبروں میں دفن کر دینا، ہاتھ روک لینا اور بھیک مانگنا حرام کر دیا ہے، اور بحث مباحثہ، کثرت سوال اور مال کا ضائع کرنا مکروہ قرار دے دیا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح والدین کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے۔ خاص طور پر ماں کا دل دکھانا تو سخت گناہ ہے۔ اس لیے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیّت کے ساتھ ماؤں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔ عرب میں جاہلیّت کا اس قدر سخت دور دورہ تھا کہ لوگ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ

درگور کر دیتے تھے تاکہ انھیں کسی کا سسر بننے کی ذلّت نہ برداشت کرنی پڑے۔ کیونکہ یہ ایک جھوٹی غیرت تھی اس لیے اس کام کو بھی حرام قرار دے دیا گیا۔ حدیث میں رُک جانے یا ہاتھ روک لینے سے مراد لوگوں کے ساتھ احسان کرنے سے رُک جانا ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ نے استطاعت دی ہو تو مسلمان کا فرض ہے کہ حاجت مند لوگوں کے ساتھ احسان کے ساتھ پیش آئے لیکن ساتھ ہی ساتھ لوگوں کو اس بات سے بھی روک دیا گیا کہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور گداگری کو پیشہ بنالیں ان اُمور کو نبی کریم صلّی اللہ علیہ نے حرام قرار دے دیا ہے۔ اس کے علاوہ بحث مباحثہ کرنے، خواہ مخواہ بہت سوال کرنے اور مال فضول کاموں میں ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے تاکہ مسلمان اپنے وقت اور مال کی قدر کرسکیں۔

والدین کی رضا اور ناراضی

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ " رِضَی اللّٰہِ فِی رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَسُخْطُ اللّٰہِ فِی سُخْطِ الْوَالِدَیْنِ۔ اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہُ اِبْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ۔	حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ والدین کی خوشنودی میں اللہ کی خوشنودی ہے اور والدین کی ناراضی میں اللہ کی ناراضی ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے والدین کی خدمت کر کے اُن کی رضا حاصل کر لی اُس نے خدا کو خوش کر لیا اور جس نے والدین کو ناراض اور ناخوش رکھا خدا اُس سے کبھی خوش نہیں ہوگا۔ خواہ کتنا ہی عبادت گذار ہو۔ دُنیا میں حقوق العباد کے اندر سب سے بڑا حق ماں باپ کا ہے اس

لیے ہر طرح اُن کی خدمت اور فرمانبرداری فرض ہے البتہ اگر وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو اُس کی تعمیل سے معذرت کر دینی چاہیئے۔

ہمسایہ کا حق

۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِجَارِہٖ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایک بندہ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے پڑوسی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے (متفق علیہ)

تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ واضح فرمایا ہے کہ دو پڑوسیوں کے باہمی تعلقات کیسے ہونے چاہئیں۔ انھیں ایک دوسرے کا خیر خواہ ہونا چاہیئے بلکہ اُن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ ایک دوسرے سے جس قسم کے حسن سلوک کی توقع رکھتا ہے خود بھی اُس سے ویسا ہی سلوک کرے اور جو چیز اُسے اپنے حق میں پسند نہیں ہے وہ اُس کے لیے بھی نہ چاہے۔ حدیث کا مطلب یہ بھی ہے کہ کوئی مصیبت اپنے سر سے ٹال کر ہمسایہ کے سر پر ہرگز مسلط نہ کی جائے۔

تین بڑے بڑے گناہ

۱۔ شرک۔ ۲۔ قتلِ اولاد۔

۳۔ ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا۔

۶۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ قَالَ " اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ " قُلْتُ: ثُمَّ اَیُّ قَالَ " اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّأْكُلَ مَعَكَ " قُلْتُ: ثُمَّ اَیُّ قَالَ: اَنْ تُزَانِیَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے تو آپ نے فرمایا " یہ کہ تو خدا کا کوئی شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی نے تجھے پیدا کیا ہے " میں نے کہا " اس کے بعد کونسا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا " یہ کہ تو اپنے بچے کو اس خوف کے مارے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا " میں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا " یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا کرے "۔ (متفق علیہ)

تشریح کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو "ظلم عظیم" قرار دیا ہے۔ "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ"[1]

اس کے بعد بڑا گناہ قتل اولاد ہے جو محض اس موہوم خطرہ کی بنا پر عمل میں آئے کہ والدین کو یہ فکر و اندیشہ لاحق ہو کہ یہ بچے ان کی کمائی میں شریک ہو کر ان کے لیے مشکلات پیدا کردیں گے اور اس طرح ان کے عیش و عشرت میں خلل پڑ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے[2] " وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ط " " اپنی اولاد کو تنگ دستی کے سبب قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انھیں بھی دیں گے۔ آج کل خاندانی منصوبہ بندی کے پُرفریب پردوں میں

---

[1] سورۃ لقمان آیت ۱۳

[2] سورۃ انعام آیت ۱۵۱۔ اور پارہ ۱۵ رکوع ۴ میں ارشاد ربانی اس طرح ہے وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔ تنگدستی کے خوف سے اپنے بچوں کو ہلاک مت کرو ہم انھیں بھی دیں گے اور تمھیں بھی۔ یاد رکھو ان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۱

ضبطِ ولادت کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ اور خوفناک اعداد وشمار پیش کرکے کہا جاتا ہے کہ آبادی خوفناک حد تک بڑھتی جارہی ہے جسے روکنا ضروری ہے۔ ورنہ ملک معاشی بدحالی کا شکار ہوجائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں رزق بھی ہم ہی دیں گے۔ تمھیں بھی ہم ہی دیتے ہیں۔ ان کا رزق بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ دراصل ایک بچہ صرف پیٹ ہی لے کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ دل، دماغ، ہاتھ پاؤں اور بہت سی قوتیں اور صلاحیتیں بھی اپنے ساتھ لاتا ہے جن سے کام لے کر وہ دنیا میں اپنی شکم پُری کا انتظام کرسکتا ہے۔ لہذا اولاد کو قتل کردینا سخت گناہ ہے۔ تیسرا بڑا گناہ ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا ہے۔ زنا خواہ کسی بھی عورت کے ساتھ ہو گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے یہ اور زیادہ سنگین ہوجاتا ہے۔ ہمسایوں کو ایک دوسرے کی عزت و ناموس اور آبرو کا محافظ ہونا چاہیئے نہ کہ ڈاکو۔ جس طرح ایک چوکیدار کا چوری کرنا اس کے گناہ کو سنگین بنادیتا ہے اسی طرح ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ ناجائز مراسم پیدا کرنا بھی سنگین جرم بن جاتا ہے۔

اپنے والدین کو گالیاں دینا گناہ کبیرہ ہے

۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "مِنَ الْکَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَیْہِ" قِیْلَ: وَھَلْ یَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ قَالَ "نَعَمْ یَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ الرَّجُلُ

حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے" عرض کیا گیا "یارسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے باپ کو گالی دے سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں! وہ کسی شخص کے باپ کو گالی دے اور وہ شخص جواب میں اس کے باپ کو گالی دے اور

اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

وہ اس کی ماں کو گالی دے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دے (متفق علیہ)

تشریح گالی گلوچ کرنا شرفا کا کام نہیں ہے اسلام اس فعل کو گناہ کبیرہ قرار دیتا ہے۔ اگر ایک شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دے اور طیش میں آ کر جواباً وہ بھی اس کے ماں باپ کو گالی دے تو گویا اس شخص نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دی۔ اس لیے گالی گلوچ سے پوری طرح پرہیز کرنا ضروری ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کو گالیاں نہیں دیا کرتے بلکہ سلام و رحمت بھیجا کرتے ہیں۔

دو مسلمانوں کے لیے تین دن سے زیادہ ناراض رہنا روا نہیں ہے

٨۔ وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِیْ يَبْدَاُ بِالسَّلَامِ ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کیے رکھے۔ جب وہ ملیں تو یہ ادھر منہ پھیر لے اور وہ ادھر منہ پھیر لے۔ ان میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے (متفق علیہ)

تشریح دو آدمیوں میں اختلاف رائے پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ آپس میں تکرار بھی ہو جاتی ہے۔ ناراضی بھی کبھی کبھار واقع ہو جانا قدرتی امر ہے لیکن اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مسلمان اس رنجش کو طول دے کر باہمی تعلقات منقطع کر لے یا ختم کر دیں۔ اس قسم کے قطع تعلق کی اسلام نے ایک حد مقرر کر دی ہے اور وہ صرف تین دن ہے۔

Marfat.com

ہے۔ اس سے زیادہ روٹھے رہنا گناہ ہے۔ اسلام نے تعلقات کی بحالی کا ایک ا عمدہ طریقہ ہمیں بتا دیا ہے کہ اس کے لیے نہ کسی واسطہ کی ضرورت ہے نہ وسیلہ کی کسی ثالث اور مصالحت کنندہ کی اور وہ ہے سلام کرنے کا طریقہ۔ اب ان دونو میں سے جو سلام کرنے میں پہل کرکے ناراضگی ختم کرنے کی کوشش کرے گا یقیناً اس کا مرتبہ دوسرے سے زیادہ ہوگا۔

ہر نیکی صدقہ ہے

۹۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہر نیکی صدقہ ہے۔" (اسے بخاری نے روایت کیا)۔

تشریح انسان جو بھی اچھا اور نیک کام کرتا ہے اس سے دوسرے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے اس لیے اُسے صدقہ قرار دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی حاجت مند کو اپنی جیب یا گھر سے کچھ نکال کر دے دینا ہی صدقہ نہیں ہے بلکہ ہر اچھا کام صدقہ ہے۔ مثلاً سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔ کسی کی خیر خواہی بھی صدقہ ہے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا بولنا بھی صدقہ ہے۔

معمولی سے معمولی نیکی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے

۱۰۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نیکی کو ہرگز ہرگز حقیر مت خیال کر خواہ وہ اسی قدر ہو

شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ۔ کہ تو اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملے۔

تشریح نیکی خواہ کتنی ہی معمولی ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر ہے۔ اس لیے اسے حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے کیا معلوم کہ میزان میں نیکیوں کا پلڑا اس معمولی نیکی ہی کے سبب بھاری ہو کر جھک جائے اور اس شخص کو جنت کا پروانہ مل جائے۔ دنیا میں بھی اس امر کا امکان ہے کہ معمولی سے معمولی نیکی سے بہتر نتائج برآمد ہوں۔

کھانے میں پڑوسیوں کو شریک کرنا

۱۱۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ أَخْرَجَهُمَا مُسْلِمٌ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو شوربا پکائے تو اس میں پانی زیادہ ڈال اور اپنے پڑوسیوں سے اپنے تعلق کو تازہ کر۔ ان دونوں حدیثوں کو مسلم نے روایت کیا۔

تشریح جب ایک شخص اپنے گھر میں کوئی اچھا کھانا پکائے تو اسے اس میں سے اپنے پڑوسیوں کے گھر کچھ نہ کچھ ضرور بھیجنا چاہئیے اس طرح آپس کے تعلقات اور مراسم تازہ ہوتے رہتے ہیں مثال کے طور پر ایک شخص اگر گوشت پکاتا ہے تو اس میں اگر وہ تھوڑا سا پانی اور ڈال دے تو اس طرح سالن کی مقدار بڑھ سکتی ہے اور اس میں سے پڑوسیوں کے گھر بھیجا جا سکتا ہے۔

جب ایک بندہ کسی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے

۱۲۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الْيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کیا تو اللہ تعالےٰ اُس کی قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور فرما دے گا اور جس نے کسی تنگ دست کے لیے کوئی آسانی پیدا کی تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جب تک ایک بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرماتا رہتا ہے (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب ایک مسلمان کسی سختی اور مصیبت میں مبتلا ہو تو دوسرے مسلمان کو اُس کی تکلیف دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسی طرح ایک مسلمان تنگ دست ہو تو خوش حال مسلمانوں کو اس کی مدد کرنی چاہیئے۔ ایک شخص گناہ گار ہو تو پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ کو رسوا کرنا پسند نہیں فرماتا بلکہ مسلمانوں کو اُس کی پردہ پوشی کی تعلیم دیتا ہے۔ ان تمام نیکیوں کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے اور دُنیا و آخرت دونوں جگہ انھیں اجر عطا فرماتا ہے۔

نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کا اجر

۱۳۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَہٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِہٖ" اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نیکی کی طرف رہنمائی کی اُسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والے کو۔

تشریح نیکی کروانا بھی نیکی کرنے کے برابر ہے۔ کسی آدمی کو نیک کام کی ترغیب دینا، اُسے نیک راستہ پر چلانا، اُسے حق کی تبلیغ کرنا اسی وقت ممکن ہے۔ جبکہ وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہو۔ اگر ایک آدمی کی تبلیغ سے ایک شخص راہ راست پر آجاتا ہے تو اُس کی رہنمائی کے نتیجہ میں وہ جتنی نیکیاں کرے گا اُسے بھی اُن کا اجر ملتا رہے گا۔

اللہ کے نام پر مانگنے والے کا سوال پورا کرو

۱۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنِ اسْتَعَاذَکُمْ بِاللہِ فَاَعِیْذُوْہُ وَمَنْ سَاَلَکُمْ بِاللہِ فَاَعْطُوْہُ وَمَنْ اَتٰی اِلَیْکُمْ مَعْرُوْفًا فَکَافِئُوْہُ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا فَادْعُوْا لَہٗ" اَخْرَجَہُ الْبَیْہَقِیُّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم سے خدا کے نام پر پناہ مانگے تو پناہ دے دو اور جو شخص تم سے خدا کے نام پر کچھ مانگے تو اُسے وہ چیز عطا کر دو اور جو شخص تمہارے ساتھ کچھ احسان کرے تو تم اس کا بدلہ پورا کرو اور اگر تمہیں کچھ نہ ملے تو اُس کے حق میں دعا کرو۔ اس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا۔

تشریح جو شخص دشمن سے ڈر کر بھاگے اور خدا کے نام پر پناہ کا طالب ہو تو اُسے پناہ دے دینی چاہئیے اسی طرح خدا کے نام پر سوال کرنے والے کو بھی محروم رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بھی ارشاد

فرماتا ہے۔ " وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ " سائل کو مت جھڑکو جو کچھ توفیق ہو اُسے دے دینا چاہیئے۔ احسان فراموشی بھی مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔ اگر کسی نے احسان کیا ہو تو اُس کا بدلہ احسان ہی سے دینا چاہیئے۔ اگر دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو محسن کے حق میں دعائے خیر کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

مصالح و مسائل

نیکی اور احسان

احسان کا مرتبہ عدل و انصاف سے بڑھ کر ہے۔ کسی آدمی کو اُس کے حق سے بڑھ کر فائدہ پہنچانا احسان کہلاتا ہے۔ ایک معاشرہ عدل و انصاف کے بل پر اگر استحکام حاصل کرتا ہے تو نیکی اور احسان اس کی جڑوں کو مستحکم تر بنا دیتے ہیں جب تک ایک معاشرہ کے افراد کے دلوں میں اس قدر کشادگی اور فراخی نہ ہو کہ وہ ضرورت مندوں، محتاجوں اور بے کسوں کو ان کے کسی استحقاق کے بغیر بھی کچھ دینے میں متامل نہ ہوں — اس وقت تک اس معاشرہ کو ایک ترقی پذیر معاشرہ نہیں کہا جا سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ احسان کا بھی حکم دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ملاحظہ ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے احسان کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ ایک شخص نے جس قدر کام کیا ہو اُس کی مزدوری اور اُجرت مروجہ شرح معاوضہ سے جتنی ہوتی ہو، اسی قدر ادا کر دینا عدل ہے لیکن اس سے کچھ زیادہ

لہ سورہ ضحیٰ آیت ۱۰ (پارہ عمّ)

لہ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ - سورہ رحمٰن آیت ۶۰

دینا احسان ہے - ایک شخص نے جس قدر غلطی کی ہو اُس کے مطابق اُسے سزا دینا عدل ہے لیکن سزا میں تخفیف کر دینا یا معاف کر دینا احسان ہے - کسی شخص نے جتنی بدسلوکی کی ہو تو بدلہ میں اتنی ہی بدسلوکی کرنا عدل کا تقاضا ہے لیکن درگذر سے کام لینا احسان ہے - اللہ تعالیٰ نے جس قدر نماز فرض کی ہے اتنی ہی ادا کرنا فرض ہے لیکن اس سے زیادہ نوافل پڑھنا احسان ہے تمام ایسے نیک کام کرنا جن کو شریعت یا قانون نے ہمارے اُوپر فرض نہیں کیا، احسان میں داخل ہیں -

عدل و انصاف بڑے پیارے اور دلکش الفاظ ہیں ہر نیک و بد عمل کا اس کے مساوی اجر دینا ناگزیر ہے لیکن عملی زندگی میں ہر جگہ عدل کے تقاضے پورے کرنا سخت دشوار ہوجاتا ہے - اس لیے ایسے موقعوں پر احسان سے کام لینے کی ضرورت پڑتی ہے -

احسان کے مستحقین میں سب سے پہلا درجہ رشتہ داروں کا ہے اور رشتہ داروں میں سب سے مقدم رشتہ دار والدین ہیں - والدین کے ساتھ جس قدر نیکی اور احسان کیا جائے گا، اگرچہ وہ ان کی خدمات کا پورا پورا صلہ نہیں ہوسکتا تاہم انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرح اُن کو راحت و آرام اور آسائش پہنچانے کی کوشش کرے — اُن کی خدمت گاری کو سعادت سمجھے حتیٰ کہ انھیں اُف تک نہ کہے - ارشاد ربانی ہے -

"فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا"[1]

(انھیں اف تک نہ کہو اور انھیں مت جھڑکو)

جہاں ماں باپ کی خدمت گذاری اولاد پر فرض ہے - اسی طرح ماں باپ کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ احسان کا برتاؤ کریں اور اپنی عیش پرستی کی خاطر انھیں پیدا ہونے سے پہلے رحمِ مادر میں ہی ہلاک نہ کر دیں -

دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ بھی مروّت و احسان کا رویہ رکھنا ضروری ہے - رشتہ داروں سے روٹھ کر الگ تھلگ بیٹھ جانے والے شخص کو جنت کا مستحق نہیں سمجھا

---

[1] سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ پارہ ۱۵

گیا۔ صاحبِ استطاعت رشتہ داروں کو چاہیئے کہ وہ اپنے تنگ دست رشتہ داروں کی مالی امداد کرتے رہیں خواہ وہ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں یا نہ آئیں بہرحال یہ جو نیکی اُن کے ساتھ کر سکتے ہوں، کرتے رہیں یہی احسان ہے۔

رشتہ داروں کے بعد پڑوسیوں کا نمبر آتا ہے۔ اُن کے ہاں تحفے تحائف بھیج کر احسان کیا جا سکتا ہے۔ ہمسایہ کی چیزوں کی پاسداری اور نگہبانی اس طرح کی جائے جس طرح اپنی چیزوں کی کی جاتی ہے۔ ہمسایہ کے حقوق و مفادات اور عزت و ناموس کی حفاظت کی جائے۔ اس کے علاوہ بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے جو بھی معمولی سے معمولی کام انسان کر سکتا ہو اُس کے کرنے سے دریغ نہ کرے یہی احسان ہے۔ ایک مسلمان شہری صرف قانونی فرائض ہی کو بجا لانے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس سے بڑھ کر احسان کی منزل میں بھی قدم رکھتا ہے اور اُس کی تربیت بھی اسے دن میں پانچ وقت نماز کے اندر دی جاتی ہے جب کہ ہر فرض نماز کے ساتھ اُسے کچھ مزید نماز سنت اور نفل کی صورت میں بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔

بَابُ الزُّهْدِ وَالْوَرَعِ

زہد اور پرہیزگاری کا بیان

خیر و شر کا سرچشمہ دل ہے

١- وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاَهْوَى النُّعْمَانُ بِاِصْبَعَيْهِ اِلٰى اُذُنَيْهِ: اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور نعمان نے اپنی انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کیا، بلاشک حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ امور مشتبہ اور مشکوک ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں تو ان مشتبہ چیزوں سے جو بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو ان مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں مبتلا ہو گیا جس طرح کہ [illegible]

الحِمٰی یُوْشِكُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًی اَلَا وَاِنَّ حِمَی اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ ۔

کے اندر داخل ہو جائے ۔ یاد رکھو! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص و محفوظ چراہ گاہ ہوتی ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھو کہ اللہ کی مخصوص و محفوظ چراگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں اور دیکھو! جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جب وہ سدھر گیا تو سمجھ لو کہ سارا جسم سدھر گیا اور جب وہ بگڑ گیا تو سمجھ لو کہ سارا جسم بگڑ گیا اور یاد رکھو! وہ دل ہے (متفق علیہ)

تشریح

اس حدیث کے اندر کئی باتیں غور طلب ہیں :۔

کچھ امور ایسے ہیں جنھیں واضح طور پر قرآن پاک میں حلال قرار دے دیا گیا ہے ۔ اسی طرح کچھ امور ایسے ہیں جنھیں واضح طور پر حرام قرار دے دیا گیا ہے ، جن سے پرہیز کرنا ضروری ہے لیکن کچھ باتیں ان کے درمیان ایسی بھی واقع ہو جاتی ہیں کہ جن کی حلت و حرمت واضح نہیں ہے ۔ ایسی تمام چیزوں کو "مشتبہات" قرار دیا گیا ہے ۔ یعنی انھیں نہ قطعی طور پر حلال کہا جا سکتا ہے اور نہ وثوق کے ساتھ حرام کہا جا سکتا ہے ۔ اس لیے عزت و آبرو اور دین و ایمان کی سلامتی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی تمام چیزوں سے بچ کر رہا جائے اسی کا نام تقوٰی اور پرہیز گاری ہے ۔ جس طرح ممنوعہ چراگاہ کے پاس پاس چرنے والا مویشی کسی بھی وقت اس کے اندر داخل ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح مشتبہات پر عمل کرنے والا شخص جو ہر وقت حرام کے بالکل قریب قریب رہتا ہے کسی بھی وقت صریح حرام کے اندر مبتلا ہو سکتا ہے اس لیے احتیاط اور دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ تمام مشکوک اور مشتبہ امور سے پرہیز کیا جائے حرام و حلال کے ترک و اختیار کا معاملہ ہو یا مشتبہات سے احتراز و اجتناب کا مسئلہ بہر حال ان میں سے ہر ایک کا تعلق دل ہی سے ہے ۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کو تمام خیر و شر اور اصلاح و فساد کا سرچشمہ قرار دیا ہے ۔ سب سے

پہلے دل کے اندر ایک اچھا یا برا خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہی خیال ارادہ کا محرک بنتا ہے جس کے بعد تمام اعضائے جسمانی اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حرکت میں آجاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دل کی اصلاح حقیقتاً تمام جسم کی اصلاح کے مترادف ہے اور اسی طرح دل کا فساد تمام جسم کے فساد کے ہم معنی ہے۔

بندۂ زر کی حالتِ زار

۲- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درہم و دینار اور قیمتی لباس کا غلام (یعنی حد درجہ حریص و خواہش مند) ہلاک ہو جائے اگر اسے یہ چیزیں عطا کر دی جائیں تو وہ خوش رہتا ہے اگر عطا نہ کی جائیں تو ناخوش ہو جاتا ہے۔

اسے بخاری نے روایت کیا۔

تشریح تمول ہو یا افلاس، تنگدستی ہو یا فراخی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لیے ایک مسلمان کا شیوہ یہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جس حال میں بھی رکھے اس پر صابر و شاکر رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مال و زر اور دنیا کی نعمتیں دی ہوں تو خدا کا شکر ادا کرے اور خدا کے بتائے ہوئے راستے پر انہیں خرچ کرے اور اگر ان چیزوں سے اسے محروم رکھا ہو تو صبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ نے جس آزمائش میں اسے مبتلا کیا ہے اس میں پورا اترنے کی کوشش کرے۔ محرومی کی حالت میں ناک بھوں چڑھانا، ناراض بسورتے پڑے رہنا اور غم و غصہ کا اظہار کرنا ایک مسلمان کا طرز عمل ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

Marfat.com

دُنیا میں پردیسی اور مسافر کی طرح زندگی بسر کرو

۳۰۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِسَقَمِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ"۔ اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مونڈھے پکڑ کر فرمایا" دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گویا تو ایک پردیسی یا مسافر ہے" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جب تجھے شام ہوجائے تو صبح کا منتظر مت رہ اور جب تجھے صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کر اور اپنی تندرستی سے بیماری کے لیے تیار رہ اور اپنی زندگی سے موت کے لیے آمادہ رہ (اسے بخاری نے بیان کیا)۔

تشریح جس طرح ایک پردیسی پردیس کو اپنا اصلی وطن سمجھ کر اس میں دل نہیں لگاتا اور ہر وقت اپنے اصلی وطن کی طرف لوٹ جانے کے لیے بیقرار رہتا ہے اسی طرح انسان کو اور خاص طور پر مسلمان کو دنیا میں دل نہ لگانا چاہیئے کیونکہ اس کا اصلی وطن یہ دُنیا نہیں بلکہ آخرت ہے۔ اس دُنیا سے تو اس طرح گذر جانا چاہیئے جس طرح مسافر راستہ سے گذر جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روح انسانی نے عالم ارواح سے سفر شروع کیا تھا اور چلتے چلتے دنیا میں پہنچی ہے گویا دُنیا روح کے راستہ کا ایک مقام ہے۔ بالآخر وہ یہاں سے گذر کر پھر واپس عالم ارواح میں پہنچ جائے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق شام ہو جائے تو صبح کے منتظر نہ رہو اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور صحت سے بیماری اور زندگی سے موت کی تیاری کرو" کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے طویل ہونے کی حرص نہ کرو۔ ہر دم دُنیا سے سفر کرنے کے لیے پا بہ رکاب رہو کسی وقت بھی مستقبل پر بھروسہ مت رکھو کیا معلوم کہ اگلی صبح یا شام تمھیں نصیب بھی ہوگی یا نہیں۔ یاد رکھو تندرستی کے بعد بیماری اور زندگی کے بعد موت یقینی امر ہے جس کے لیے انسان کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے ؎

جگہ دل لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تشبّہ بالکفّار کی ممانعت

۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں شمار کیا جائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بیان کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح اس حدیث میں مسلمانوں کو کفار اور غیر مسلم اقوام کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے۔ مشابہت سے مراد اعمال و افعال، صورت، اشکال اور لباس وغیرہ کی مشابہت ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جو کفار کے ہاں مروج ہو اس چیز کو اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مجموعی طور پر ایسی ہیئت اختیار کرنا منع ہے کہ جسے دیکھ کر آدمی کے غیر مسلم ہونے کا گمان ہو اور بحیثیت مسلمان اسے شناخت کرنا دشوار ہو۔ ہر قوم کے کچھ نہ کچھ خصائص [illegible]

جو اس کے افراد کی شناخت و امتیاز کا ذریعہ بنتے ہیں مثلاً ہندو سر پہ چوٹی رکھتا ہے اور ماتھے پہ تلک لگاتا ہے۔ سکھ جسم کے کسی حصّہ سے بھی موتراشی سے کلی طور پہ اجتناب کرتا ہے کچھ کڑا کرپان اپنے پاس رکھتا ہے۔ اسی طرح عیسائی صلیب کا نشان رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو اختیار کرنے کا مطلب اُن کے ساتھ تشبّہ اختیار کرنا ہوگا مسلمان کی شناخت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہے۔ سنّت کے مطابق داڑھی اس کے چہرے کی زینت ہوتی ہے اس کا لباس ساتر ہوتا ہے اور فاخر نہیں ہوتا۔ انھی باتوں سے آج اس کی شناخت کی جاسکتی ہے لیکن ایک شخص ڈاڑھی منڈواتا ہو، نماز کبھی نہ پڑھتا ہو لباس بھی اس کا مغربی فیشن کا ہو تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اُسے مسلمان ظاہر کرنے والی کون چیز ہے۔ آجکل بعض ممالک میں مسلمان عورتوں کا لباس بھی مغربی ہوگیا ہے جو شرعی اعتبار سے ساتر بھی نہیں ہوتا۔ یہ پوری طرح تشبّہ بالکفّار کی تعریف میں آتا ہے۔ اسی طرح مسلمان کہلانے والی قوم کے اندر آجکل جو نام نہاد ثقافت پروان چڑھ رہی ہے اور قوم کی بیٹیوں کو رقص و سرود اور عریانی کی تعلیم دی جارہی ہے۔ یہ پوری طرح کفار اور مشرکین کے ساتھ تشبّہ اختیار کیا جارہا ہے جس کی اسلام نے قطعاً اجازت نہیں دی۔

ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرو

۵۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ر د ہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا۔ آپ نے فرمایا "لڑکے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت فرمائے گا تو اللہ کو یاد کر، تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور جب تو کچھ طلب کرے تو خدا ہی سے طلب کر اور جب تو مدد مانگے تو خدا ہی سے مدد مانگ اس حدیث کو

التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن اور صحیح قرار دیا۔

تشریح حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ جب یاد کرو تو اُسے یاد کرو وہ تمہیں یاد رکھے گا۔ پکارو تو اسے پکارو وہ ہر پکار کا جواب دے گا۔ کچھ مانگو تو اُس سے مانگو وہ عطا کر دے گا۔ مدد طلب کرو تو اُس سے طلب کرو وہ مدد فرمائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تمام نعمتوں کا مالک اور طاقتوں کا سرچشمہ صرف اسی کی ذات ہے اس لیے جو کچھ ملے گا اسی کی بارگاہ سے ملے گا اور مدد حاصل ہو سکتی ہے تو صرف اسی کی ذات سے ہو سکتی ہے اس لیے ہر وقت خدا کو یاد رکھنا چاہیے۔ اور زندگی میں ہر آڑے وقت پر ہر مشکل میں اور پریشانی کے وقت اسی سے استمداد کرنی چاہیے۔ اپنی ہر ضرورت کے لیے اُسی سے دعا کرنی چاہیے وہی مشکلکشا ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ظاہری اور مادی اسباب و وسائل سے قطعاً منہ موڑ لیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے بھی اسی کی ذات پر بھروسا رکھنا چاہیے اور نتائج کو اسی کے حوالے کر دینا چاہیے اور اعتماد اپنی مساعی پر نہیں بلکہ خدا کے فضل و کرم پر کرنا چاہیے۔

محبوبِ الٰہی اور محبوبِ خلائق بننے کا راز

۷۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَأَحَبَّنِيَ النَّاسُ فَقَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی

إِنْ هَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَإِنْ هَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهُ وَسَنَدُهُ حَسَنٌ۔

اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے اُس سے بے رغبتی اختیار کرتا کہ لوگ تجھے عزیز رکھیں" اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا اور اس کی سند حَسَن ہے۔

تشریح اس حدیث میں خدا کا پیارا اور خلقِ خدا کی آنکھ کا تارا بننے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ دنیا چھوڑنے سے وہ ترکِ دُنیا مراد نہیں ہے جو "رہبانیت" کے ہم معنی ہے بلکہ اسلام "دنیا" کا ایک خاص مفہوم پیش کرتا ہے بقول مولانا رُومؒ

چیست دنیا از خدا غافل بُدن!
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

خدا سے غافل ہونے کا نام دُنیا داری ہے نہ کہ بیوی بچے اور گھر کا ساز و سامان رکھنے کا۔ اگر آدمی خدا سے غافل ہو کر بیوی بچوں اور دُنیا کے مال و متاع کا حریص ہو جائے تو یہ دُنیا داری ہے جسے چھوڑ دینے کے لیے حدیث میں ارشاد ہوا ہے لیکن ایک شخص اگر احکامِ الٰہی کے مطابق بیوی بچوں اور گھر کے ساز و سامان میں مشغول ہوتا ہے اور شریعت کے مطابق اُن کے حقوق ادا کرتا ہے تو یہ عین دینداری ہے۔ اگر ایک شخص دنیا کے معاملات خدا سے غافل ہو کر انجام دینا چھوڑ دے تو گویا اس نے دُنیا چھوڑ دی اور وہ خدا کے نزدیک محبوب و محترم ہو جائے گا۔ اب رہا خلقِ خدا کی نظروں میں عزیز بننے کا گُر تو وہ یہ ہے کہ لوگوں کے مال و دولت کی طرف ہرگز رغبت نہ کرو اور ان سے کچھ لینے کی تمنا نہ رکھو تو تم سب کو پیارے رہو گے اور اگر تم نے اپنی اغراض اُن کے سامنے رکھیں اور اُن کے مال و دولت پر نظر رکھی، کبھی قرض مانگا، کبھی لوٹ کھسوٹ کی اور کبھی یونہی دستِ سوال دراز کیا تو یقیناً تم اُن کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔

اللہ کو کون سا بندہ عزیز ہے

۷۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ
اَخْرَجَہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو محبوب رکھتا ہے جو متقی و پرہیزگار ہو، دل کا غنی اور بے نیاز ہو اور چھپ چھپ کر خلوص کے ساتھ خدا کا عبادت گذار ہو۔

تشریح اس حدیث میں "محبوب الٰہی" کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ گناہوں سے بچنے والا ہو۔ تقویٰ اس کی گھٹی میں پڑا ہو۔ بھول کر بھی معصیت کا دل میں خیال نہ لاتا ہو۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ دل کا غنی ہو۔ دنیا کے مال و دولت کی طرف سے بے نیاز ہو۔ حرص و ہوس سے پاک ہو۔ تیسری خوبی اس شخص کی یہ ہے کہ وہ نمود و نمائش کا قائل نہ ہو۔ لوگوں میں اس کی نیکی کا قطعاً چرچا نہ ہو۔ وہ پورے خلوص کے ساتھ چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کرتا ہو۔ بظاہر حالات اُسے دیکھ کر کسی کو بھی یہ گمان نہ ہو کہ یہ بھی کوئی متقی و پرہیزگار اور نیک انسان ہوگا۔ جس شخص کے اندر یہ تین اوصاف ہوں اس کے ولی اللہ اور ... ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا ہے۔

غیر متعلق باتوں کو ترک کر دینا بھی اسلام کی خوبی ہے

۸۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر متعلق باتوں کو ترک

تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَسَنٌ۔

کر دیتا ہے (اسے ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا)۔

تشریح اسلام یہ سکھاتا ہے کہ انسان کی تمام جسمانی، ذہنی، رُوحانی اور دماغی صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں اُسے ان تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے ضابطہ کے مطابق اُس کے دین کی خدمت اور احکام کی اطاعت میں صرف کرنا چاہیئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو تمام غیر متعلق اور بیہودہ مشاغل سے اجتناب کرنا پڑے گا۔ ہر بات کو کہنے سے پہلے اور ہر کام کو کرنے سے پہلے اُسے یہ سوچنا پڑے گا کہ یہ دینی اور اسلامی نقطہ نظر سے مہمل اور بیہودہ تو نہیں؟ عقل سلیم کی کسوٹی پر جو بات لایعنی بے فائدہ بے کار اور بیہودہ معلوم ہو اُسے ترک کر دینا بھی اسلام کی خوبی ہے۔

شکمِ انسان بدترین برتن ہے

۹۔ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا مَلَأَ ابْنُ اٰدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنِهٖ" اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهٗ۔

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابن آدم نے اپنے پیٹ سے بدتر برتن کوئی نہیں بھرا۔" (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا)۔

تشریح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کو ایک ایسے برتن سے تشبیہ دی ہے جو تمام برتنوں میں بدترین ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر برتن بھرتے بھرتے بالآخر بھر جاتا ہے اور اس میں مزید بھرنے کی گنجائش نہیں رہتی اور انسان اُسے بھرنے کے بعد مطمئن ہو جاتا ہے بخلاف پیٹ کے کہ یہ کبھی بھرتے ہی نہیں آتا۔

انسان اسے دن رات، صبح وشام زندگی بھر بھرنے میں مصروف رہتا ہے لیکن اسے جب دیکھیے خالی کا خالی " هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ " کا نعرہ لگاتا رہتا ہے اور انسان اپنی بیشتر صلاحیتیں اس کی نذر کر دیتا ہے۔ بعض اوقات اس پیٹ کو بھرنے کی خاطر انسان دھوکا جھوٹ، فریب، دغا، چوری چکاری وغیرہ کے ارتکاب پر بھی مجبور ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ حقیقتاً ایک بدترین برتن ہے۔

بہترین گنہگار وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں

۱۰۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَسَنَدُهٗ قَوِيٌّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بنی آدم (انسان) خطا کار و گناہ گار ہے اور گناہ گاروں میں اچھے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس کی سند قوی ہے۔

تشریح مشہور مقولہ ہے: اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَ النِّسْيَانِ " انسان غلطی اور بھول چوک سے مرکب ہے " یعنی انسان سے غلطی اور گناہ کا سرزد ہو جانا فطری امر ہے۔ اس لیے خدا کے ہاں نرے خطا کار اور گناہ گار بندوں کو مستوجب سزا قرار نہیں دیا جاتا بلکہ ان میں سے ارتکابِ گناہ کے بعد جو اکڑتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں معافی و مغفرت کے طالب نہیں ہوتے انھیں ہی ان کے کیفرِ کردار تک پہنچایا جاتا ہے لیکن جو ارتکابِ گناہ کے بعد پشیمان ہوتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں رو رو کر اور گڑگڑا کر توبہ کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں انھیں اللہ کی رحمت اپنی آغوش میں جگہ دے دیتی ہے۔

خاموشی حکمت ہے

۱۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلصَّمْتُ حِکْمَۃٌ وَقَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ" اَخْرَجَہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الشُّعَبِ بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ وَصَحَّحَ اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ مِنْ قَوْلِ لُقْمَانَ الْحَکِیْمِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "خاموشی حکمت ہے لیکن بہت تھوڑے آدمی اس پر عمل پیرا ہیں۔" (اس حدیث کو امام بیہقی نے "شعب" میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ موقوف ہے اور لقمان حکیم کا قول ہے۔

تشریح خاموش رہنے میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ انسان خاموش رہ کر بہت سے فتنوں سے محفوظ رہ سکتا ہے لیکن اس کے باوجود بہت کم لوگ ہیں جو خاموشی اختیار کرتے ہیں کیونکہ زبان کو قابو میں رکھنا سخت مشکل ہے۔

مصالح و مسائل

(زہد و تقویٰ)

تقویٰ دراصل دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو ہر وقت خدا کی طرف مائل رکھتی ہے یعنی وہ جب بھی کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں یہ خلش پیدا ہوتی ہے کہ یہ کام اللہ کو پسند ہے یا ناپسند۔ اگر وہ کام خدا کو پسند ہو تو اسے اختیار کرتا ہے اور اگر ذرا بھی خدا کی ناپسندیدگی کا شائبہ ہو تو اس سے پرہیز کرتا ہے۔ تقویٰ کا دارومدار

انسان کے دل پر اور محض دل پر ہے اس لیے دل کی اصلاح کو پورے جسم کی اصلاح اور دل کے فساد کو پورے جسم کا فساد قرار دیا گیا ہے ۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت کعب احبارؒ سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا تھا ۔ تو انھوں نے کہا کہ کیا تمھیں کبھی خار دار جنگل میں سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں ! حضرت کعبؓ نے پھر پوچھا کہ تم وہاں سے کس طرح گذرے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ہر طرف سے بچتا بچاتا اور دامن کو سمیٹتا ہوا گذر رہا تھا کہ کہیں دامن کانٹوں میں نہ الجھ جائے ۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس یہی تقویٰ ہے ۔ دنیا میں مکروہات و محرمات کا ایک خار زار ہے اگر انسان یہاں پھونک پھونک کر قدم رکھے اور تمام مشتبہات سے بچ بچ کر زندگی بسر کرے تو یہی تقویٰ، پرہیزگاری اور زہد ہے ۔ جن چیزوں کو واضح طور پر حلال، حرام قرار دے دیا گیا ہے انھیں تو انسان بڑی آسانی سے اختیار اور ترک کر سکتا ہے لیکن اصل مسئلہ جو تقویٰ سے تعلق رکھتا ہے ۔ وہ مشکوک باتوں کا ترک کرنا ہے ۔ بعض لوگ تقویٰ کے جوش میں آکر بعض اوقات بہت سی مباح چیزوں کو بھی اپنے لیے حرام کر لیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ اسلام رہبانیت کی اجازت نہیں دیتا ۔

واضح رہے کہ کسی خاص وضع قطع کا لباس اختیار کر لینے سے اور ایک مخصوص قسم کی صورت بنا لینے سے انسان متقی نہیں بن جاتا یہ اس کے ظواہر تو ہو سکتے ہیں لیکن اس کی روح خوفِ خدا ہے ۔ ایک ڈھانچہ خواہ کتنا ہی خوبصورت اور دلکش کیوں نہ ہو جب تک اس میں روح نہ ہو، بالکل بیکار ہے ۔ ایک شخص کی داڑھی پورے ناپ کی ہو لباس بھی ٹخنوں تک شرع اور متقیانہ قسم کا ہو یعنی سنت کے مطابق ہو ۔ ہاتھ میں تسبیح ہزار دانہ ہو لیکن اس کا دل خوفِ خدا سے خالی ہو تو سب بیکار ہے اس کے برعکس ایک آدمی کی داڑھی [illegible] تو ناپ تول کے مطابق پورا متقی معلوم نہیں ہوتا ۔ لیکن اس کا دل خوفِ خدا سے معمور ہے تو وہ یقیناً قابلِ قدر اور خدا کا پسندیدہ بزرگ ہے زہد و تقویٰ کا تقاضا ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنا [illegible] رہے حرف [illegible]

اور مسافر کی صورت عالمِ آخرت کی طرف سدھار جانے کے لیے ہر وقت تیار رہے اپنی تمام حوائج وضروریات کے لیے خدا ہی کی طرف رجوع کرے۔ حرص وطمع اور ہوا وہوس کو پاس نہ پھٹکنے دے۔ بیہودہ اور لایعنی مشاغل کو ترک کر دے۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنی کوتاہیوں پر نادم ہو کر خدا کے سامنے توبہ کرلے اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے دُعا کرتا رہے اپنی عبادات پر بھروسا کرنے کے بجائے خدا کی رحمت پر تکیہ رکھے۔ اُمید وبیم کے بَین بَین زندگی بسر کرے یعنی خدا کے قہر وغضب سے ڈرتا رہے اور اس کے رحم وکرم کا اُمیدوار رہے۔

بَابُ التَّرْهِيْبِ

مِنْ مَسَاوِئِ الْاَخْلَاقِ

بُرے اخلاق سے پرہیز کرنے کا بیان

حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ" اَخْرَجَهُ اَبُوْ دَاؤُدَ۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو۔ اسے ابوداؤد نے بیان کیا۔

تشریح جس طرح آگ لکڑی کو جلا ڈالتی ہے اسی طرح حسد انسان کی نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ کسی کی نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر جلنے اور اس کے زوال نعمت کی خواہش رکھنے کا نام حسد ہے۔ مال و دولت، عزت، شہرت

جاہ وحشمت اور علم وحکمت سب نعمتیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔ اب کسی شخص کا دیکھ دیکھ کر جلنا اور کڑھنا گویا خدا کی عطا و بخشش پر اعتراض کرنا ہے۔ اس سے صاحب نعمت کا تو کچھ نہیں بگڑتا البتہ حاسد خود ہی حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اُسے نہ دن کو آرام ہوتا ہے نہ رات کو چین۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی تمام نیکیاں حسد کی آگ میں جل کر برباد ہو جاتی ہیں۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۔ وَلِابْنِ مَاجَهْ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ نَحْوُهُ۔

ابن ماجہ میں اس طرح کی ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے کہ حاسد کی تمام نیکیاں حسد کے سبب برباد ہو جاتی ہیں۔

غصّہ کو ضبط کرنا اصل بہادری ہے

۳۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہادر وہ شخص نہیں ہے جو کشتی میں کسی کو بچھاڑ دے، بلکہ بہادر وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

تشریح اگر ایک شخص کے جسم میں طاقت ہو۔ وہ کشتی کے داؤ پیچ سے آگاہ ہو اور اپنے حریف کو بچھاڑ دے لیکن جب اُس کا نفس اُس پر حملہ آور ہو تو اُس سے مغلوب ہو جائے اور غصّہ کی حالت میں واہی تباہی بکتا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ ایسا آدمی حقیقی بہادر نہیں ہے صحیح معنی میں بہادر وہی ہے جو اپنی ذات اور اپنے نفس پہ قابو رکھے اور اس سے مغلوب نہ ہو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے ؎

نہ مرد است آں بہ نزدیک خردمند — کہ با پیل دماں پیکار جوید

دلی مرد آں کس است از روئے تحقیق — کہ چوں خشم آیدش باطل نہ گوید

یعنی مست ہاتھی کے ساتھ بھڑ جانے والا شخص بہادر نہیں ہے بلکہ بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت بیہودہ بکواس نہ کرے۔

قیامت کے دن کی تاریکی

۴۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا۔ (متفق علیہ)

تشریح یعنی دنیا میں جس شخص نے ظلم کیا ہوگا اس کے لیے قیامت کے دن کوئی روشنی نہیں ہوگی۔ اسے ہر طرف اندھیرا نظر آئے گا اور وہ اس تاریکی میں بھٹکتا پھرے گا۔

ظلم اور بخل سے بچنے کی ہدایت

۵۔ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! ظلم سے بچو! کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث

Marfat.com

الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

ہوگا اور بخل سے بھی بچو! کیوں کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث میں دو برائیوں سے بچنے کی نصیحت فرمائی گئی ہے۔ پہل برائی ظلم ہے۔ ممکن ہے ظالم دنیا میں کیفر کردار کو نہ پہنچ سکے لیکن قیامت کے دن ضرور اسے اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ سب سے پہلی افتا جو اس پر پڑے گی وہ یہ ہوگی کہ تاریکیاں اس پر مسلط ہو جائیں گی اسے کسی طرف کوئی روشنی نظر نہیں آئے گی۔ دوسری برائی جس سے بچنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ و بخل ہے۔ مال اللہ نے دیا ہے دوسری تمام نعمتیں بھی اسی کی بخشی ہوئی ہیں اس انھیں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے آدمی کو اپنے دل میں تنگی محسوس نہیں کر چاہیے۔ ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بخیل آدمی کو جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ شیخ سعدی نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

بخیل ار بود زاہد بحر و بر
بہشتی نباشد بحکم خبر

یعنی بخیل خواہ کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو جنت میں نہیں جائے گا۔

ریاکاری شرک اصغر ہے

۶۔ وَعَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ الرِّيَاءُ أَخْرَجَهُ

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! مجھے تمھارے متعلق جن باتوں کا خوف ہے، ان میں سب سے زیادہ خوف شرک اصغر یعنی ریاکاری کا ہے" (امام احمد نے اس

اَحْمَدُ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ ۔ — حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا)۔

تشریح حدیث میں ریاکاری کو شرک اصغر یعنی معمولی درجہ کا شرک کہا گیا ہے توحید کا تقاضا ہے کہ عبادت خالص خدا کے لیے ہو لیکن اگر اس کے اندر نمود و نمائش اور ریاکاری بھی شامل ہو تو وہ خالص خدا کے لیے نہیں رہتی بلکہ انسان کا نفس بھی اس میں حصہ دار بن جاتا ہے اور عبادات وغیرہ میں خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا ہی شرک ہے چونکہ ریاکاری میں جو شرک ہے وہ بالکل واضح اور یقین قسم کا نہیں ہے اس لیے اسے شرک اصغر قرار دیا گیا ہے۔

منافق کی تین نشانیاں

۷۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی نشانیاں تین ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (متفق علیہ)

تشریح منافق وہ شخص ہوتا ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو۔ زبان سے کچھ اور کہے لیکن اس کے دل میں کچھ اور ہو ایسے شخص میں یہ تین باتیں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ وہ اکثر جھوٹ بولتا ہے۔ وعدہ کر کے پورا نہیں کرتا اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔

منافق کی چوتھی نشانی

۸۔ وَلَهُمَا مِنْ حَدِيْثِ — بخاری اور امام مسلم دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر

عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس
"وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔" یہ بھی ہے" اور جب جھگڑا کرے تو حد سے
بڑھ جائے"۔

تشریح منافق کی تین نشانیاں تو حدیث ۸ میں بیان کی گئی ہیں ۔ اب یہ چوتھی نشانی بیان کی جا رہی ہے کہ جب وہ کسی سے جھگڑتا ہے تو حد سے باہر نکل جاتا ہے یعنی جھگڑے اور اختلاف کی اصل بات سے آگے بڑھ جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بدزبانی ، بدکلامی اور گالی گلوچ پہ اُتر آتا ہے ، الزام وا اور بہتان تراشی کرنے لگتا ہے یا ہاتھا پائی اور مار پیٹ تک نوبت لے آتا ہے۔

مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کردینا کفر ہے

۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُسے قتل کر دینا کفر ہے (متفق علیہ)

تشریح ایک مسلمان کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ گالی گلوچ بکتا رہے ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی جان و مال حرمت و ناموس اور عزت و آ کا نگہبان ہوتا ہے اگر وہ گالیاں دے کر اُسے بے آبرو کرتا ہے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر وہ اُس کی جان ہی کے درپے ہو جاتا ہے اور اُسے ناحق قتل کر دیتا ہے تو یہ کفر ہے۔

بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے

۱۰۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لوگو! تم بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔" (متفق علیہ)

تشریح حدیث میں "ظن" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں "گمان" لیکن یہاں یہ لفظ "بدگمانی" کے معنی میں استعمال ہوا ہے کسی کے خلاف یونہی اپنے دل میں کوئی بات گھڑ لینا بدگمانی ہے چونکہ بدگمانی خود ساختہ ہوتی ہے اور حقیقت سے اُسے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس لیے اسے سب سے بڑا جھوٹ قرار دیا گیا ہے اور جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اس لیے اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بعض اوقات معمولی سی بدگمانی بھی بہت بڑے فتنہ و فساد کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی کے بجائے حسنِ ظن سے کام لینا چاہیے۔

ظالم حکمران پر جنّت حرام ہے

۱۱۔ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهٖ اِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ "جس بندہ کو اللہ تعالیٰ کسی رعایا پر حکمران بنا دیتا ہے۔ اور وہ پھر کسی دن اس حالت میں مر جاتا ہے کہ اس نے اپنی رعایا کے ساتھ ظلم و خیانت کی ہو تو اس کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اوپر جنّت حرام کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح کسی مملکت کے حکمران کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ سب سے مقدم فرض اس کا یہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کے درمیان عدل وانصاف حق وصداقت قائم رکھے اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور جور وستم اور ظلم وخیانت کو اپنا شعار بنالیتا ہے اور اسی حالت میں اُسے موت آدبوچ لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اُوپر جنّت حرام کر دیتا ہے۔ یعنی ایسا شخص ہرگز ہرگز جنّت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

ظالم حاکم کے لیے بددُعا

۱۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "اے اللہ! جس شخص کو میری اُمت کے بعض اُمور کا والی بنا دیا گیا ہو اور پھر اُس نے ان پر سختی کی ہو تو تو بھی اس پر سختی فرما (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح جس شخص کے قبضہ واختیار میں اُمّت کی زمام کار دے دی گئی ہو، اُسے کسی جگہ حاکم بنا دیا گیا ہو اور کچھ اختیارات اُس کے سپرد کر دیئے گئے ہوں اور اُس نے ان اختیارات سے غلط کام لے کر لوگوں پر جور وستم روا رکھا ہو انھیں تنگ کیا ہو اور خوب ستایا ہو تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے حق میں بددُعا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ذرا اُس کے اُوپر سختی کرے تاکہ اُسے اپنے ظلم وستم کا کچھ تو احساس ہو جائے۔

چہرہ پر مارنے کی ممانعت

۱۳۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لڑائی جھگڑا یا مار پیٹ کرے تو اُسے چاہیئے کہ منہ پر مارنے سے پرہیز کرے (متفق علیہ)

تشریح چہرے پر مارنے سے اس لیے روک دیا گیا ہے کہ چہرہ پر آنکھ ناک کان اور منہ جیسے نازک، نہایت قیمتی اور اہم اعضا واقع ہیں ایسا نہ ہو کہ غصّہ کی حالت میں ان میں سے کسی پر ضرب لگ جائے اور انسان بصارت وسماعت جیسی کسی نعمت سے محروم ہو جائے۔ اوّل تو ہاتھا پائی اور مار پیٹ تک نوبت ہی نہیں آنی چاہیئے۔ اگر خدانخواستہ کبھی ایسا اتفاق ہو بھی جائے تو چہرہ پر مارنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

غصّہ نہ کرنے کی نصیحت

۱۴۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِيْ قَالَ: "لَا تَغْضَبْ" فَرَدَّدَ مِرَارًا اَوْ قَالَ "لَا تَغْضَبْ" اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا "یارسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے" آپ نے کہا "غصّہ نہ کیا کر" پھر اس نے کئی بار اسی بات کو دہرایا اور آپ نے ہر بار یہی فرمایا "غصّہ نہ کیا کر" اسے بخاری نے بیان کیا۔

تشریح انسان بعض اوقات غصّہ سے مغلوب ہو کر ایسی حرکات کر گزرتا ہے جو نہایت مذموم اور قابل نفرت ہوتی ہیں گویا غصّہ بہت سی دوسری بُرائیوں کا سرچشمہ ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید فرمائی کہ غصّہ سے بچا کرو۔ غصّہ وغضب ایک فطری جذبہ ہے اور عزت وناموس کے تحفظ کے لیے اس کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے اسے بالکل ختم کر دینا تو ناممکن ہے اور نہ معقول لیکن بات بات پر بگڑنا، ناراض ہونا اور غضب ناک ہو کر ظلم کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے

Marfat.com

حدیث میں غصہ کی اسی ناروا صورت سے پرہیز کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اللہ کے مال میں تصرف بیجا کرنے کی سزا دوزخ ہے

۱۵۔ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

حضرت خولہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں۔ پس قیامت کے دن ان کے لیے دوزخ ہوگی۔ (اسے بخاری نے بیان کیا)۔

تشریح انسان کے پاس جس قدر مال ہے وہ سب اللہ کا دیا ہوا ہے یعنی یہ ایک امانت ہے اس لیے یہ کسی بھی طرح درست نہیں ہے کہ انسان اپنے من مانے طریقہ پر خرچ کرے بلکہ امین ہونے کی حیثیت سے اس کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُسے خرچ کرنے کی ہدایت کی ہے اسی طرح تصرف میں لائے۔ خرچ کی مقررہ حدود سے تجاوز کرنا تصرف بے جا ہوگا۔ اللہ کے مال سے خصوصی طور پر وہ اموال بھی مراد لیے جاسکتے ہیں جن کا شرعی طور پر اللہ کی راہ میں نکالنا واجب ہے مثلاً زکوٰۃ، عشر اور خمس وغیرہ کی رقوم۔ ان رقوم کی ادائیگی میں گڑبڑ کرنا یا جن لوگوں کو ان رقوم کے وصول کرنے اور خرچ کرنے کا ذمہ دار مقرر کیا گیا ہو ان کا اس میں بد دیانتی اور خیانت سے کام لینا بھی تصرف بے جا ہے۔ اس قسم کے تمام لوگوں کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اللہ نے ظلم حرام کر دیا ہے

۱۶۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ قَالَ "يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے میرے بندو! میں نے ظلم اپنی ذات کے لیے حرام کر لیا ہے اور اُسے تمھارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے اس لیے کہ تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔

تشریح اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نعمتیں کم دیتا ہے اور کسی کو زیادہ کسی کو راحت دیتا ہے اور کسی کو تکلیف کسی کو صحت دیتا ہے اور کسی کو بیماری۔ یہ سب بخششیں اور عنایتیں اس کے حکمت و عدالت کے نظام کے عین مطابق ہیں۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسّامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

اللہ تعالیٰ نے کسی پر ظلم کرنا اپنے لیے حرام قرار دیا ہے اور انسانوں کے لیے بھی اسے حرام کر دیا ہے۔ اس لیے انھیں ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرنا چاہیے بلکہ عدل و انصاف اور حق و صداقت کو اختیار کرنا چاہیے۔

غیبت اور بہتان کی حقیقت

۱۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ" ذِكْرُكَ أَخَاكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟" صحابہ کرام نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں" تب آپ نے فرمایا "تیرا اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ جو اسے ناگوار

بِمَا يَكْرَهُ " قِيلَ: اَفَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ قَالَ " اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔
اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

گذرے" اس پر صحابی نے عرض کیا" یا رسول اللہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر وہ بات میرے بھائی کے اندر موجود ہو تو اس پر بھی آپ نے غور فرمایا؟" آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ تو کہہ رہا ہے اگر وہ بات تیرے بھائی کے اندر موجود ہے تو یہ تُو نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر وہ بات اس کے اندر موجود نہیں ہے تو یہ تو نے اس کے اُوپر بہتان لگایا ہے" اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا۔

تشریح بعض لوگ حق گوئی کے جوش میں آکر اپنے مسلمان بھائیوں کے عیوب ان کی پیٹھ پیچھے بیان کرتے رہتے ہیں اور اگر انھیں ٹوکا جائے تو کہتے ہیں ہم جھوٹ تو نہیں بول رہے ہیں۔ حالانکہ انسان کے واقعی عیبوں کو بیان کرنا ہی غیبت ہے۔ اگر کوئی ایسا عیب بیان کیا جائے جو فی الواقع اس کے اندر نہیں ہے تو یہ افترا پردازی اور بہتان تراشی ہوگی۔ عیبوں سے پاک صرف اللہ کی ذات ہے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خامی، کوتاہی اور عیب ہوتا ہے۔ اس لیے جب سب کانے ہیں تو ایک کا دوسرے کو کانا ہونے کا طعنہ دینا زیب نہیں دیتا۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ بعض لوگوں میں عیب زیادہ اور بعض میں کم ہوتے ہیں جن لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے کہ ان میں عیب کم ہیں تو انھیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور دوسروں کو مورد طعن و تشنیع قرار دیکر اپنی نیکیاں برباد نہیں کرنی چاہئیں اور جن لوگوں میں عیب زیادہ ہیں ان سے نفرت کرنے کے بجائے اُن کے ساتھ اخلاقی ہمدردی کا ثبوت دینا چاہیئے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے جس طرح ایک جسمانی مریض ہمدردی اور علاج کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح ایک اخلاقی مریض بھی ہمدردی اور دُعائے خیر کا مستحق ہے نہ کہ نفرت و حقارت کا۔

مسلمانوں کے باہمی حقوق ومراسم

١٨ - وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
"لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا
تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا
وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا يَبِعْ
بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ
وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا
اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ
وَلَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ
وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوٰى
هَاهُنَا وَيُشِيْرُ إِلَى
صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ
الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ
أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ
الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ
حَرَامٌ: دَمُهُ وَمَالُهُ
وَعِرْضُهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ لوگو! تم آپس میں حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے
کے خلاف بڑھ چڑھ کر قیمت مت لگاؤ۔
ایک دوسرے سے بے رخی مت برتو اور تم
میں سے کوئی دوسرے کو کسی چیز کا سودا
کرتے ہوئے دیکھے تو آگے بڑھ کر خود اس
چیز کو نہ خریدے۔ اے اللہ کے بندو آپس
میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ ایک مسلمان
دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس لیے اسے
چاہئے کہ اس پر ظلم نہ کرے اسے ذلیل نہ کرے
اور اسے حقیر نہ سمجھے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے تین مرتبہ اپنے سینہ مبارک کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "تقویٰ اس جگہ
ہے" پھر فرمایا "انسان کے برا ہونے کے
لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی
کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت
دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (اس حدیث کو
مسلم نے روایت کیا)۔

تشریح

اس حدیث میں تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا گیا ہے
اور پھر اسی بنیاد پر ان کے بیچ باہمی حقوق اور تعلقات واضح کیے

گئے ہیں۔ بھائی بھائی کا محب ہمدرد اور غمخوار ہوتا ہے اس لیے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے بغض وحسد نہ رکھیں۔ ایک مسلمان کسی چیز کا سودا کر رہا ہو تو دوسرا اُس کی قیمت بڑھا کر خود لینے کی کوشش نہ کرے اور جب باہمی امداد و تعاون کی ضرورت ہو تو بے رُخی کا مظاہرہ نہ کریں۔ دراصل یہ تمام باتیں دل سے تعلق رکھتی ہیں۔ اسی لیے دل کو تقوٰی کا اصل مرکز و مقام قرار دیا گیا ہے۔ مسلمان کو اپنے بھائی مسلمان کے لیے اپنا دل کھلا رکھنا چاہیئے۔ اس کے دل میں اس کی عزت اور قدر و منزلت ہونی چاہیئے۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ذلیل کرنا اور اُسے حقیر سمجھنا کسی طرح بھی روا نہیں ہے۔ مسلمان کا مسلمان کی تحقیر کرنا بہت بڑی شرارت ہے کیونکہ اسے تو اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کا محافظ و پاسبان بنا کر بھیجا گیا ہے مسلمان پر مسلمان کی خونریزی، اس کے مال کی غارت گری اور اس کی عزت و ناموس کی پردہ دری حرام کر دی گئی ہے۔

یہاں یہ نکتہ واضح رہنا چاہیئے کہ جس طرح ایک مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مسلمان کا فرض ہے اسی طرح عام حالات میں غیر مسلموں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے۔ اگر کفّار کے ساتھ حالتِ جنگ قائم ہو تو مقابلہ پر لڑنے والوں کا جان و مال مباح ہے۔ لیکن عورتوں کی عزت و ناموس پر حملہ کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ حدیث میں مسلمانوں پر مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و ناموس کو حرام قرار دینے کا اصل مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں اس طرح برسرِ پیکار نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہانے لگیں مال لُوٹنے لگیں اور عزت و ناموس کی پاسداری سے ہاتھ اُٹھا لیں۔

منکرات سے بچنے کے لیے نبی کریمؐ کی دُعا

۱۹۔ عَنْ قُطْبَةَ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاءِ وَالْاَدْوَاءِ" اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہُ الْحَاکِمُ وَاللَّفْظُ لَہٗ۔

علیہ وسلم اللہ سے یہ دعا کیا کرتے تھے۔ "اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَھْوَاءِ وَالْاَدْوَاءِ" اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور حاکم نے صحیح قرار دیا۔ حدیث کے الفاظ بھی انھی کے ہیں۔

تشریح دعا کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ! تو مجھے ناشائستہ اخلاق سے غیر پسندیدہ اعمال سے، بُری خواہشات اور گھناؤنی بیماریوں سے دور رکھ۔"

انسان کا اخلاق و کردار، خواہشات و اعمال اور صحت و بیماری سب کچھ اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اس لیے ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرنی چاہیے اس کی توفیق و عنایت کے بغیر نہ انسان کوئی اچھا کام کر سکتا ہے اور نہ بُرے اعمال و امراض ہی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

مذاق اور وعدہ خلافی فساد کا باعث ہے

۲۰۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا تُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَازِحْہُ وَلَا تَعِدْہُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَہُ" اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے بھائی سے جھگڑا فساد نہ کر، نہ اس سے مذاق کر اور نہ اس سے ایسا وعدہ کر کہ تجھے جس کے خلاف عمل کرنا پڑے۔" اس حدیث کو ترمذی نے ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا۔

تشریح اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ جھگڑا فساد کرنے سے روکا ہے اور

فوراً بعد ہی ایسی دو باتوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے جو بالعموم جھگڑا فساد کا باعث بنتی ہیں۔ پہلی بات تو آپس میں ہنسی مذاق کرنا ہے۔ مذاق مذاق میں تلخ باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور نوبت جھگڑے فساد تک جا پہنچتی ہے اس لیے ایسے مذاق سے روک دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جھگڑے فساد کا دوسرا سبب عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ انسان ایک ایسا وعدہ کر لیتا ہے جسے وہ پورا نہیں کر سکتا یا پورا کرنے کی نیت ہی نہیں ہوتی۔ اور جب وعدہ خلافی منظر عام پر آ جاتی ہے تو آپس میں جھگڑا فساد بڑھ جاتا ہے اس لیے ایسا وعدہ کرنے سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا ہے جسے پورا کرنا ممکن نہ ہو۔

بُخل اور بد اخلاقی مومن کا کام نہیں ہے

۲۱۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا یَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ۔ اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ فِیْ سَنَدِہٖ ضُعْفٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی بخل اور بد اخلاقی۔

(اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور اس کی سند ضعیف ہے)۔

تشریح حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومن بخیل اور بد اخلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اللہ کے بخشے ہوئے مال کو امانت سمجھ کر استعمال کرتا ہے اس لیے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہوئے وہ دل میں کبھی تنگی محسوس نہیں کرتا اور ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکارم اخلاق کی تکمیل ہی کو اپنی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بداخلاقی ایمان و اسلام کے منافی ہے۔ اسی لیے

یہ قطعاً ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص مومن کامل بھی ہو اور ساتھ ہی ساتھ بخیل اور بداخلاق بھی ہو۔

گالی گلوچ کا وبال شروع کرنے والے پر پڑتا ہے

۲۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُسْتَبَّانِ مَاقَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مَالَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں گالی گلوچ کرنے والے دو شخص واقعتاً ایسے ہی ہیں جیسے کہ وہ بکواس کر رہے ہیں۔ اس گالی کا وبال جب مظلوم نے زیادتی نہیں کی شروع کرنے والے پر ہی پڑتا ہے" اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گندے آدمی ہی گندی گالیاں بکا کرتے ہیں۔ اگر ان کے اخلاق میں ذرا بھی پاکیزگی ہوتی تو بدزبانی اور بدکلامی نہ کرتے۔ اگر ایک شخص گالی سن کر برداشت کرے اور جواب میں زیادتی نہ کرے تو اس گالی کا وبال شروع کرنے والے ہی پر پڑے گا۔ اگر ایک شریف آدمی کو کبھی کسی رذیل سے سابقہ پڑ جائے تو اسے اس کی گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دینا چاہیے شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ صبر وضبط سے کام لے اور خدا کے حوالہ کر دے وہ خود ظالم سے نپٹ لے گا۔

مسلمان کا حامی خدا ہے

۲۳۔ وَعَنْ اَبِیْ صِرْمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ ضَارَّ مُسْلِمًا ضَارَّهُ

حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمان کو نقصان پہنچایا، اللہ تعالیٰ اسے نقصان

Marfat.com

اللّٰہُ وَمَنْ شَاقَّ مُسْلِمًا شَقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ" اَخْرَجَہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَہٗ۔

پہنچائے گا اور جس نے مسلمان کو مصیبت میں ڈالا اللہ تعالیٰ اُسے مصیبت میں ڈال دے گا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے حَسَنْ قرار دیا)۔

تشریح اگر ایک شخص واقعتاً اللہ کا مسلم یعنی فرمان بردار ہو تو یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اُسے دشمنوں کے ہاتھوں میں بے یارومددگار چھوڑدے جو بھی اُسے نقصان پہنچانے اور مصیبت میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اُلٹا اُسے مبتلائے عذاب کردے گا اور اپنے فرماں بردار بندے کا اس سے انتقام لے لے گا۔

فحش گو مبغوض خدا ہے

۲۴۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ" اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ بدکردار فحش بکنے والے کو مبغوض رکھتا ہے" (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح فاحش (بدکردار) کا مطلب ہے معصیت فاحشہ کا ارتکاب کرنے والا اور معصیت فاحشہ زناکاری کو کہتے ہیں۔ فحش گو سے نہ صرف گالی گلوچ بکنے والا ہی مراد ہے بلکہ فحش ناول، افسانے اور اشعار لکھنے والا ادیب و شاعر بھی فحش گو ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی سے نفرت اور دشمنی رکھتا ہے۔

مومن طعّان، لعّان، بے حیا اور فحش گو نہیں ہوتا

۲۵۔ وَلَہٗ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود

ضِيَ اللهُ عَنْهُ رَفَعَهُ
يْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا
عَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا
بَذِيِّ" وَحَسَّنَهُ وَصَحَّحَهُ
حَاكِمُ وَرَجَّحَ الدَّارَقُطْنِيُّ
قْفَهُ -

رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے یہ روایت نقل کی ہے "مومن طعان، لعان بے حیا اور فحش گو نہیں ہوتا۔" (حاکم نے اس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا اور دار قطنی نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے)

تشریح اس حدیث میں دراصل سابقہ حدیث کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ اُل
تو صرف اس قدر کہنے پر ہی اکتفا کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ فحش گو کو مبغوض
لھتا ہے لیکن یہاں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ لعن طعن اور فحاشی مومن کا کردار ہو
ں نہیں سکتا۔ مومن دوسروں پر طعن و تشنیع کرنے کی بجائے اپنی کوتاہیوں اور خامیو
ں پر نظر ڈالتا ہے۔ وہ کسی پر لعنت نہیں بھیجتا وہ تو سب کے لیے رحمت و محبت کا
یغام رکھتا ہے، بے حیائی اور فحاشی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ سب باتیں
یمان کی ضد ہیں۔

مُردوں کو بُرا بھلا مت کہو

۲۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
للهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ "لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ
فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى
مَا قَدَّمُوا" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مُردوں کو برا بھلا مت کہو کیونکہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ اس تک پہنچ چکے ہیں"۔ اس حدیث کو بخاری نے بیان کیا۔

تشریح اگر کسی زندہ شخص کو برا بھلا کہا جائے تو وہ اس کے جواب میں کچھ کہہ
سکتا ہے اور اپنی صفائی پیش کر سکتا ہے لیکن مُردہ لوگوں کو اس قسم

Marfat.com

کا کوئی موقع حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے انھیں بُرا بھلا کہنا یا گالیاں دینا حاسد
کمینہ پن ہوگا۔ جب وہ زندہ تھے تو ان کا لوگوں کے ساتھ تعلق تھا لیکن جب مرگ
تو دنیا والوں سے اُن کا رابطہ ختم ہو گیا۔ انھوں نے اچھے یا بُرے جو بھی اع
کیے اللہ تعالیٰ ان کے مطابق انھیں اجر یا سزا دے گا اس لیے دُنیا والوں کو مُ
بُرا بھلا کہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

چغل خور کو جنّت میں داخلہ نہیں ملے گا

۲۷- وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(متفق علیہ)

تشریح چغلی کھانے کا نتیجہ دو مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کی آگ لگا
کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ہرگز ہرگز پسند نہیں
ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کو پسند کرتا ہے نہ کہ فتنہ و فس
اور عناد و مخالفت کو اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید سنائی ہے
چغل خور آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ چغلی کھانے والا دنیا میں بھی ذلیل ہوت
ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کے درمیان وہ اختلاف ڈالتا ہے بالآخر وہ ایک دوسر
سے مل کر حقیقت حال معلوم کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور دونوں چغل خور
نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔

غصہ روکنے کا اجر

۲۸- وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

ن: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ کَفَّ فرمایا کہ "جس شخص نے اپنے غصّہ کو روکا
غَضَبَہٗ کَفَّ اللہُ عَنْہُ اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک
ابَہٗ" اَخْرَجَہُ الطَّبْرَانِیْ لے گا۔" اس حدیث کو طبرانی نے کتاب
الْاَوْسَطِ۔ اوسط میں بیان کیا ہے۔

تشریح غصّہ کو ضبط کرنے سے انسان بہت سی بُرائیوں سے محفوظ رہتا ہے اور بُرائیوں سے بچنا ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہونے کے لیے ی ہے۔ اس لیے جو شخص غصّہ کو روکے گا یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اپنا عذاب اس سے ل لے گا۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۔ وَلَہٗ شَاہِدٌ مِنْ حَدِیْثِ امام طبرانی کی تائید و شہادت میں
نِ عُمَرَ عِنْدَ ابْنِ اَبِی ابن الدنیا نے بھی حضرت ابن عمر رضی
دُّنْیَا۔ اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

تشریح ابن ابی الدنیا نے جو حدیث روایت کی ہے اس میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ غصّہ کو ضبط کرنے والا خدا کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

دغاباز، بخیل اور بدمعاملہ شخص جنّت میں نہیں جائے گا

۳۰۔ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خَبٌّ وَّلَا بَخِیْلٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ" اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَفَرَّقَہُ حَدِیْثَیْنِ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ ضُعْفٌ۔

علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دغا باز بخیل اور بد سرشت انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور دو حدیثوں میں تقسیم کیا اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

تشریح جنّت صالح لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے، اس لیے جس آدمی نے دُنیا میں دغا بازی کو شعار بنائے رکھا ہو اور خدا کا دیا ہوا خدا ہی کی راہ میں خرچ کرتے وقت دل میں تنگی محسوس کرتا رہا ہو اور یہ بُرائیاں اس کے دل میں راسخ ہو چکی ہوں تو وہ کس طرح جنّت میں داخلہ کا مستحق ہو سکتا ہے؟ جو شخص خلقِ خدا کو دھوکا دیتا ہے وہ گویا خدا کی بخشی ہوئی عقل اور سمجھ بوجھ کو خدا کے بندوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے استعمال کرنے کی بجائے انھیں گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ مال و دولت ہو یا کوئی دوسری صلاحیّت سب کو خلقِ خدا کی خدمت اور خدا کی اطاعت کے لیے استعمال کرنا چاہیئے نہ کہ خدا سے بغاوت و نافرمانی کے لیے، جو شخص ان کا غلط استعمال کرے گا وہ یقیناً دوزخ کا ایندھن بنے گا اور جنّت سے دُور رہے گا۔

چھُپ چھُپ کر باتیں سُننے والے کی سزا

۱۱۱۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَسَمَّعَ حَدِیْثَ قَوْمٍ وَھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ صُبَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی گروہ کی باتیں چھپ چھپ کر سُنیں اور ان لوگوں کو اس کا سُننا ناگوار ہو تو قیامت کے

فِيْ أُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِيْ: الرَّصَاصَ" أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ۔

دن اس کے دونوں کانوں میں رانگ یعنی پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (اس حدیث کو بخاری نے بیان کیا)۔

تشریح لوگوں کی باتیں چھپ چھپ کر سننے کی غرض اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُن کے راز معلوم کر کے انھیں نقصان پہنچایا جائے۔ ایک مسلمان کا یہ کردار ہرگز نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ دوسروں کے نقصان کے درپے ہو اس طرح ایک مسلمان اللہ کے بخشے ہوئے کانوں کا غلط استعمال کرتا ہے اس لیے اسے وعید سنائی گئی ہے کہ اگر اس نے ان کانوں سے بھی غلط کام لیا تو قیامت کے دن ان میں پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا جائے گا۔

اپنے عیبوں کو دیکھنے والا شخص بڑا خوش نصیب ہے

۲۲۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ" أَخْرَجَهُ الْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص کو اس کے اپنے عیب اتنے دوسرے لوگوں کے عیبوں سے غافل رکھیں وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے" (اس حدیث کو بزار نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا)

تشریح اگر انسان دوسرے کے عیبوں کو دیکھنے کے بجائے اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کی طرف نظر ڈال لیا کرے تو یہ طریقہ اس کی اصلاح کے لیے بہت مفید ہو سکتا ہے لیکن بہت کم انسان ہیں جو اپنے عیبوں کو دیکھتے ہیں۔ وہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی دیکھ لیتے ہیں لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر بھی انھیں نظر نہیں آتا۔ اس حدیث میں انسان کو نصیحت کی گئی ہے کہ دوسروں کے عیوب بیان کرنے کے بجائے اپنی کوتاہیاں دیکھے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے

متکبر کا انجام

۳۳۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ تَعَاظَمَ فِي نَفْسِهٖ وَاخْتَالَ فِي مِشْيَتِهٖ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس نے اپنے آپ کو بڑا خیال کیا اور چلنے میں غرور کیا (اترا کر چلا) تو وہ جب اللہ سے ملے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا"۔ (اس حدیث کو حاکم نے بیان کیا اور اسے روایت کرنے والے افراد ثقہ ہیں)۔

تشریح انسان اپنی تمام قدرت و اختیار اور طاقت و اعتبار کے باوجود سخت ضعیف البنیان واقع ہوا ہے۔ بیماری کا معمولی سا جھٹکا بڑے بڑے پہلوانوں کو مغلوب کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے دولت مندوں کا غرور خاک میں ملا دیتا ہے اس لیے انسان کو کسی طرح بھی فخر و غرور زیب نہیں دیتا۔ اُسے ہر وقت عجز و انکسار سے کام لینا چاہیئے۔ زمین پر چلے تو متانت و وقار کے ساتھ شریفانہ چال چلے۔ اکڑ کر اور اترا کر چلنا خدا کو سخت ناپسند ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ ایسا آدمی جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا۔ قرآن پاک میں انسان کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے۔ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا[1] "اے انسان زمین پر اکڑ کر مت چل تو زمین کو ہرگز پھاڑ نہ سکے گا اور ہرگز لمبائی میں پہاڑوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔

---

[1] سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۷ پارہ ۱۵ رکوع ۴

جلد بازی شیطان کا کام ہے

۳۴۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ" اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَسَنٌ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جلد بازی شیطانی کام ہے"

(اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا)

تشریح مومن ہر کام کو اطمینان سکون اور متانت کے ساتھ کرتا ہے اس کے برعکس شیطان کے کام میں بے قراری، سرعت اور عجلت پائی جاتی ہے اس لیے جو شخص تیزی اور جلد بازی سے کام لیتا ہے گویا وہ شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ کام کی رفتار بہت سست کر دی جائے سستی ہرگز مطلوب نہیں ہے بلکہ متانت و وقار مطلوب ہے۔ مومن جلد باز ہوتا ہے اور نہ کاہل و سست بلکہ اپنے کام میں چست (ACTIVE) ہوتا ہے اور کاہلی کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیتا۔

بد خلقی ہی نحوست ہے

۳۵۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلشُّؤْمُ سُوْءُ الْخُلُقِ" اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ وَفِي اِسْنَادِهِ ضَعْفٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بد خلقی نحوست ہے" اس حدیث کو احمد نے بیان کیا اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

تشریح انسان کے حق میں کوئی چیز بھی منحوس نہیں ہے البتہ اس کا اپنا اخلاق

ہی اس کے لیے مبارک اور منحوس ہوسکتا ہے۔ خوش اخلاق اور نیک کردار انسان کے لیے ہر چیز بابرکت اور نفع بخش ہوتی ہے اور اس کے برعکس بداخلاق، بدمزاج اور بدکردار آدمی سے ہر شخص نفرت کرتا ہے اور اسی وجہ سے اُسے بہت سی ذلتیں اور تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں گویا اس کا اخلاق ہی اس کے حق میں منحوس اور نامبارک ہوتا ہے۔

لعنت کرنے والوں کا انجام

۳۶ - وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - "إِنَّ اللَّعَّانِينَ لَا يَكُونُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ -

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لعنت کرنے والوں کو شفاعت کرنے والوں اور شہادت دینے والوں میں شامل نہیں کیا جائے گا (اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح یعنی دنیا میں جو لوگ دوسروں کے لیے رحمت و مغفرت کی دُعا کرنے کے بجائے اُن پر لعنت بھیجتے رہے ہوں انھیں قیامت کے دن یہ حق نہیں دیا جائے گا کہ وہ کسی کے حق میں کوئی سفارش کرسکیں یا کسی قسم کی گواہی دے سکیں نہ اُن کی شفاعت قبول ہوگی نہ گواہی۔

کسی کو گناہ پر رسوا کرنے کا انجام

۳۷ - وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے بھائی (مسلمان) کو کسی گناہ پر شرمندہ کیا تو وہ اُس وقت

بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ - أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ وَسَنَدُهُ مُنْقَطِعٌ

تک نہیں مرے گا جب تک خود بھی اس گناہ کا ارتکاب نہ کرلے (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا) اور اس کی سند منقطع ہے

تشریح احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں گنہگار نفرت و حقارت کا مستحق نہیں ہے بلکہ ہمدردی اور خیر خواہی کا حقدار ہے۔ گناہ کس سے نہیں ہوتا بشری کمزوری کے سبب انسان لغزش کا شکار ہو جاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں توبہ کرنے سے اس کی بخشش ہو سکتی ہے لیکن انسانوں کی طعن و تشنیع کی زبانیں دراز ہوتی رہتی ہیں ؎

به عذر و توبه توان رستن از عذاب خدای
ولیک می نتوان از دهان مردم رست (سعدی)

(معافی مانگنے اور توبہ کرنے سے انسان خدا کے عذاب سے چھٹکارا پا سکتا ہے لیکن لوگوں کے اعتراضات اور طنز و تعریض سے نجات نہیں پا سکتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو لوگوں کو اسے سب کے سامنے رسوا ذلیل اور شرمندہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ دُنیا میں ہی اسے یہ سزا دے گا کہ اس سے بھی اسی قسم کے گناہ کا ارتکاب ہوگا تاکہ اس کا غرور نفس ٹوٹ جائے اور وہ بھی لوگوں کی نگاہوں میں اسی طرح ذلیل ہو جائے۔

ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی تباہی کا موجب ہے

۳۸ - وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد اور دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کے لیے تباہی ہے کہ جو باتیں کرتے

Marfat.com

وَيْلٌ لِّلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ ثُمَّ وَيْلٌ لَهُ" اَخْرَجَهُ الثَّلَاثَةُ وَاِسْنَادُهُ قَوِيٌّ۔

ہوئے محض اس لیے جھوٹ بولے کہ اس سے لوگوں کو خوب ہنسائے اس کے لیے تباہی ہے اور پھر اس کے لیے تباہی ہے (اس حدیث کو ائمہ ثلاثہ نے روایت کیا اور اس کی سند قوی ہے)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ کسی صورت میں بھی بولنا روا نہیں ہے۔ حقائق کو چھپانے کے لیے اور دوسروں کو دھوکا دینے کے لیے جو جھوٹ بولا جاتا ہے وہ تو ہے ہی گناہ کبیرہ لیکن وہ جھوٹ جو بے ضرر ہو اس کے بولنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ دراصل جھوٹ جھوٹ ہی ہے خواہ پُرضرر ہو یا بے ضرر۔ لوگوں کو ستانے کے لیے ہو یا ہنسانے کے لیے۔ اگر آج ایک شخص بے ضرر جھوٹ بولنے کی عادت ڈال لیتا ہے تو کل کو وہ ضرور پُرضرر اور خطرناک قسم کے جھوٹ بھی بولے گا اور یہی اُس کی تباہی کا موجب ہوگا۔

غیبت کا کفّارہ

۳۹۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفَّارَةُ مَنِ اغْتَبْتَهُ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُ" رَوَاهُ الْحَارِثُ بْنُ اَبِيْ اُسَامَةَ بِاِسْنَادٍ ضَعِيْفٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "جس شخص کی تو نے غیبت کی اس کا کفّارہ یہ ہے کہ تو اُس کے لیے مغفرت کی دُعا بھی مانگے" (اس حدیث کو حارث بن ابو اسامہ نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا)۔

تشریح اس حدیث میں غیبت کا کفّارہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک مطلب تو یہ ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی تھی اُس کے حق میں مغفرت کی دُعا بھی کی جائے اور دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ جس شخص نے کسی کی غیبت کی ہو اُسے چاہیئے کہ اپنے اس گناہ پر خدا سے استغفار کرے۔

خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض شخص

۴۰۔ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ۔ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض شخص جھگڑالو دشمن ہے۔"

(اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اَلَدُّ الْخَصِمُ۔ ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ جو دشمنی کے جوش میں شرافت و انسانیت کی تمام حدود کو پھاند کر دشمن کے پیچھے پڑ جائے اور بُرے بُرے طرح چمٹ جائے اور اس کے لیے ہر وقت آفت جان بنا رہے اس کے جھگڑے کو سن کر شرافت و انسانیت اپنا منہ نوچ لیں۔ دنیا میں ایسا شخص اپنے مخالفین کو ستا سکتا ہے اور خوب ستاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا شخص حد درجہ مبغوض ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ کو بغض ہو، وہ دنیا اور آخرت میں کبھی بھی سرخرو نہیں ہو سکتا۔ تباہی و بربادی اور خسران و ہلاکت ہی اس کو نصیب ہو گی اگر اتفاق سے کبھی کسی کے ساتھ اختلاف پیدا ہو بھی جائے تو اسے انسانیت و شرافت کی حدود میں رہتے ہوئے ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مصالح و مسائل

(اخلاق ذمیمہ سے بچاؤ)

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک حدیث میں اپنی بعثت کا مقصد

اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ[1]

(یعنی مجھے اس لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے کہ میں مکارم اخلاق کو مکمل کر دوں)

آپ نے اس مقصد کو بہترین طریقہ پر پورا فرمایا اور دُنیا کے سامنے ایک ایسے کامل و اکمل انسان کا نمونہ پیش کیا کہ روئے زمین پر چشمِ فلک نے کبھی ایسا انسان نہ دیکھا تھا اور آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی ابھی تک اس کا ثانی اور مثل پیدا نہیں ہو سکا۔ یہ باتیں ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے صرف عقیدت کے جوش میں نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں اور دشمن اس بات کے شاہد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اخلاقِ حسنہ کا کامل نمونہ اور مکمل و جامع انسان ابھی تک پیدا نہیں ہو سکا۔

جب ہر طرف بد اخلاقیوں، بد معاشیوں اور بدکرداریوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ پورا معاشرہ اخلاقِ فاسدہ و خصائلِ ذمیمہ کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھا اور نیکی و تقویٰ کی کوئی کرن کسی طرف سے نظر نہیں آتی تھی ایسے ماحول میں ایک بچہ جنم لیتا ہے۔ باپ کا سایہ دنیا میں آنکھیں کھولنے سے پہلے ہی اُٹھ چکا ہے۔ ماں صرف چھ سال کا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جاتی ہے۔ مزید دو سال بعد دادا کی شفقت سے بھی محروم ہو جاتا ہے مکتبی تعلیم سے کلی طور پر محروم رہتا ہے۔ گویا بظاہر حالات ایک بچے کی اخلاقی تربیت کے جو لوازمات ہو سکتے ہیں اُن میں سے ایک بھی اُسے میسّر نہیں آتا۔ اس کے باوجود وہ اپنے ماحول کی کسی بُرائی سے متاثر نہیں ہوتا وہ گردوپیش اُگی ہوئی جھاڑیوں کے درمیان سروسہی کی طرح بڑھتا ہے اور ایسی بے داغ شخصیت کا نمونہ پیش کرتا ہے کہ اُس کے دشمنوں تک کو اُس کے خلاف معمولی سے معمولی بات کہنے کی بھی جراُت نہیں ہوتی پھر وہ زندگی کسی ایک شغل میں نہیں گذارتا بلکہ چرواہے پن سے لے کر حکمرانی تک جتنے شعبے ہو سکتے ہیں سب میں قدم رکھتا ہے اور کسی مقام پر بھی اس کے اخلاق و کردار پر انگلی رکھنے

---

[1] مسلم شریف۔

کی گنجائش نہیں نکلتی۔ وہ دنیا کا سب سے بڑا معلم اخلاق بن جاتا ہے اور اس طرح اپنی بعثت کا مقصد پورا کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق حسنہ پر خود عمل کرکے دکھایا اور خصائل ذمیمہ اخلاقِ سیئہ سے لوگوں کو باز رہنے کی تعلیم دی۔ دراصل جب تک انسان بداخلاقیوں سے پرہیز نہ کرے اُس وقت تک کسی اچھے خلق کو اختیار کیا ہی نہیں جا سکتا اور اس مقولہ کے مصداق کہ "علاج سے پرہیز بہتر ہے"۔ اگر انسان بداخلاقیوں سے پرہیز کرنا شروع کردے تو خود بخود اخلاق حسنہ کی طرف مائل ہوتا چلا جائے گا۔

ایمان واسلام اور گندے اخلاق ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان نہ حاسد ہوتا ہے نہ ظالم اور نہ ریاکار ہوتا ہے نہ منافق۔ غصہ، گالی گلوچ، بدظنی، خیانت، فحاشی، لعن طعن، غیبت وبہتان وغیرہ گھناؤنے کاموں سے اُسے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ مزاح کے طور پر بھی جھوٹ بولنے کا روادار نہیں ہوتا تمام منکرات سے پرہیز کرتا ہے۔ خدا کے دیئے ہوئے مال و دولت اور نعمتوں کو امانت سمجھ کر خرچ کرتا ہے۔ بخل ہو یا اسراف دونوں سے کامل طور پر پرہیز کرتا ہے اور میانہ روی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔

دنیا کو آج بھی ضرورت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق معاشرہ کے افراد کے اخلاق کی تربیت کی جائے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا قدم یہ اُٹھایا جا سکتا ہے وہ فواحش ومنکرات سے بے تعلقی اختیار کرنا ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے نیکی کا کوئی بیج نہ اُگ سکتا ہے اور نہ برگ وبار ہی لا سکتا ہے۔

بَابُ التَّرغِيبِ

فِي مَكَارِمِ الاَخلاَقِ

(اچھے اخلاق کا شوق دلانے کا بیان)

سچ اور جھوٹ کے نتائج

۱۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر سچ بولنا واجب ہے۔ بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا ہی ارادہ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اُسے صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ اور اے لوگو! تم اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ جھوٹ یقیناً

يَهْدِي إِلَى الْفُجُوْرِ وَ إِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

فسق و فجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور فسق و فجور دوزخ کی طرف لے جاتا ہے اور ایک شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے ہی کا ارادہ رکھتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک اسے کذاب لکھ لیا جاتا ہے (متفق علیہ)۔

تشریح سچائی اختیار کرنے سے انسان نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور جھوٹ اسے گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ بالآخر نیکی کا انجام جنت اور بدی کا نتیجہ دوزخ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ سچائی تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اگر ایک شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو اسے دوسرے بہت سے گناہوں سے خود بخود نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے اندر جھوٹ بولنے کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی عیب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صرف جھوٹ بولنے سے باز رہنے کی تلقین کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوسرے عیبوں سے بھی اس خوف کے مارے باز رہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دے گا۔ سچ بولتے بھی نہیں بنے گی اور جھوٹ نہ بولنے کا بھی عہد کرچکا ہے۔ اس طرح جھوٹ چھوڑنے سے دوسرے تمام گناہ از خود چھوٹ گئے۔

بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے

۲۔ ترجمہ و تشریح کے لیے دیکھئے حدیث ۱۰ باب الترھیب من مساوی الاخلاق۔ (سابقہ باب)

یہاں وہی حدیث دوبارہ بیان ہوئی ہے (صد ۲۴۵)

راستے کے حقوق

۳۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا۔ نَتَحَدَّثُ فِیْھَا قَالَ "فَاَمَّا اِذَا اَبَیْتُمْ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ" قَالُوْا: وَمَا حَقُّہٗ قَالَ "غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لوگو! اپنے آپ کو راستوں پر بیٹھنے سے بچاؤ" انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ہمارے لیے اپنی مجلسوں میں باتیں کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے" آپ نے فرمایا۔ "اچھا اگر تم نہیں مانتے تو راستے کا حق ادا کرو۔" اُنھوں نے عرض کیا "راستہ کا حق کیا ہے" تو آپ نے فرمایا "نگاہیں نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا۔ سلام کا جواب دینا۔ نیک کاموں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔" (متفق علیہ)

تشریح سرِ راہ مجلس آرائی سے اس حدیث میں روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسے کرنے سے راستہ چلنے والوں کو تکلیف ہوگی لیکن اگر جمع ہو کر باتیں کرنے کے لیے اور کوئی جگہ نہ ہو اور مجبوراً راستہ میں ہی بیٹھنا پڑے تو چند باتیں ملحوظ رکھنی چاہئیں۔

۱۔ راستہ کے کنارے پر اس طرح بیٹھیں کہ راستہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔
۲۔ بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور راستہ چلنے والوں کو نہ تکیں
۳۔ راستہ سے ایسی چیزیں ہٹا کر بیٹھیں جن سے راہروی میں رکاوٹ پیدا ہو۔

۴۔ راہ گیر جب سلام کریں تو اُن کے سلام کا جواب دیں۔

۵۔ حسبِ موقع لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کریں اور بُرائیوں سے روکتے رہیں۔

ان تمام اُمور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ کے حقوق قرار دیا ہے جو راستہ کے سرے پر بیٹھنے والوں کو ادا کرنے چاہئیں۔ گلیوں اور سڑکوں میں مجلس لگا کر اسی وقت بیٹھنا چاہیے جب کہ اس مقصد کے لیے اور کوئی موزوں جگہ موجود نہ ہو۔

تفقّہ فی الدّین کی حقیقت

۴۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث میں تفقہ فی الدین (دینی معاملات کی سمجھ بوجھ) کو تفقہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چونکہ دین کا تعلق پوری زندگی سے ہے اس دین کی سمجھ بوجھ کا مطلب زندگی کے معاملات و مسائل کی سمجھ بوجھ ہوگا۔ دنیا میں انسان کی سب سے بڑی بھلائی اور بہتری یہی ہو سکتی ہے کہ اسے اپنی زندگی کے معاملات و مسائل کو سمجھنے کی پوری پوری اہلیت و صلاحیت عطا کی گئی ہو یعنی اس شخص کو اس قدر عقل و بصیرت عطا کر دی گئی ہو کہ وہ دین و مذہب کے اصولوں کی روشنی میں زندگی کے مسائل کا حل دریافت کر سکے۔

اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ بھاری چیز

۵۔ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَا مِنْ شَیْئٍ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ - اَخْرَجَہُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہُ۔

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اعمال کی ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بیان کیا اور ترمذی نے صحیح قرار دیا۔

تشریح قیامت کے دن ہر شخص کے نیک و بد اعمال کو ترازو کے پلڑوں میں رکھ کر وزن کیا جائے گا جو پلڑا بھاری ہوگا۔ اُس کے مطابق اس شخص کو جزا سزا ملے گی۔ ایک پلڑے میں تمام نیکیاں ڈھیر کر دی جائیں گی اور دوسرے میں بُرائیاں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نیکیوں والے پلڑے میں حسن اخلاق کا وزن دوسری تمام نیکیوں سے زیادہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریفانہ اخلاق و کردار دوسری تمام نیکیوں سے افضل ہے۔

شرم و حیا ایمان کا حصّہ ہے

۶ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - "اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شرم و حیا ایمان کا حصہ ہے"

(متفق علیہ)

تشریح شرم و حیا انسانیت کا جوہر ہے اور ایمان و اسلام کا منتہائے مقصود اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ انسان کو انسانیت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا جائے۔ اس لیے شرم و حیا کو ایمان کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں شرم و حیا نہیں

ہے اس میں ایمان نہیں ہے۔

بے شرمی کا نتیجہ

۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّۃِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ" اَخْرَجَہُ الْبُخَارِیُّ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "پہلی نبوت کے کلام میں سے جو کچھ لوگوں کے پاس پہنچا ہے یہ ہے کہ "جب تجھ میں شرم باقی نہ رہے تو جو چاہے کر"۔ اسے بخاری نے بیان کیا۔

تشریح ہر نبی کے دین کا اصل الاصول اسلام ہی تھا اور منتہائے مقصود لوگوں کی زندگیوں کو صالح اور پاکیزہ بنانا تھا۔ انسانی زندگی کی پاکیزگی کا کوئی پروگرام شرم و حیا کو اس میں شامل کیے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ ہر نبی کے دین کی فروعات تو اب مٹ چکی ہیں لیکن شرم و حیا کے بارے میں انھوں نے جو بتایا وہی تعلیم وہ بدستور موجود ہیں مثلاً یہ کہ جب تک انسان دل میں شرم و حیا محسوس کرتا ہے تو برے کام کرنے سے ہچکچاتا ہے لیکن جب شرم اُتار پھینکے تو پھر وہ بے باک ہو جاتا ہے اور برے سے برا اور گندے سے گندہ کام کرتے ہوئے بھی اُسے کوئی احساس نہیں ہوتا۔ مثل مشہور ہے "جس نے اتار کے رکھ دی لوئی اُس کا کیا کرے گا کوئی" یعنی کسی آدمی سے نیکی و شرافت کے نام پر کسی کام کو کرنے کی اپیل اُسی وقت کی جا سکتی ہے جب تک اُس کے دل میں شرم و حیا کی کوئی رمق باقی ہو اور جب یہ احساس بالکل ختم ہو جائے تو پھر اس سے کسی خیر اور نیکی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ایک نظم ملاحظہ ہو۔

جس کو خدا کی شرم ہے وہ ہے بزرگِ دین
دنیا کی جس کو شرم ہے مردِ شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اُس کو کیا کہوں
فطرت کا وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے

٨ - وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ كُلٍّ خَیْرٌ اَحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ كَذَا كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ اللّٰهُ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاقتور مومن کمزور مومن کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے ویسے بہتری ہر ایک میں ہے۔ اس چیز کی حرص کر جو تجھے نفع دے۔ مدد اللہ سے مانگ اور عاجز و مجبور ہو کر مت بیٹھ اور اگر تجھے کوئی چیز (نقصان یا تکلیف) پہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا تو یوں اور یوں ہو جاتا بلکہ تو یہ کہہ "اللہ نے مقدر کیا اور جو کچھ اُس نے چاہا کیا" پس اگر تو خود ابتدا کرے گا تو یہ شیطانی عمل ہوگا (اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث میں ایک طاقتور مومن کو کمزور مومن کے مقابلہ میں بہتر قرار دیا گیا ہے۔ طاقت خواہ جسمانی ہو یا روحانی، علمی ہو یا عملی، مالی ہو یا اور کسی قسم کی، بہرحال اُسے اللہ کے دین کی خدمت میں استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس طرح ایک طاقتور مومن کا وجود اسلامی مفاد کے لیے کمزور مومن کے مقابلہ

ہیں زیادہ سودمند اور بہتر ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کمزور مومن بھلائی اور بہتری سے محروم ہے۔ ہرگز نہیں۔ بہتری کمزور مومن کے اندر بھی ہے، اور حسبِ استطاعت و قدرت وہ بھی اللہ کے دین کی خدمت کر سکتا ہے لیکن اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے طاقتور بھائی کی طرح وہ بھی مزید طاقت حاصل کرنے کی کوشش کرے اگر وہ اس معاملہ میں رشک سے کام لیتا ہے تو یہ جذبہ محمود ہے بشرطیکہ طاقت حاصل کر کے اُسے خدمتِ دین کے لیے استعمال کیا جائے۔ پھر حصولِ طاقت کی کوشش میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جائے اور اُسی کی ذات پر اعتماد کرنا چاہئے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا بھی غلط ہے کہ آدمی خود عاجز و مجبور ہو کر بیٹھ جائے بلکہ اسے توکل کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ پھر اگر اس جدوجہد کے دوران اُسے کچھ تکلیف، نقصان یا مصیبت پیش آئے تو اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی کچھ مقدر کیا تھا۔ اُس نے جو چاہا کیا۔ دل کی طمانیت اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے لیکن اگر اپنی عقل و تدبیر پر بھروسہ کر کے انسان یہ سوچنے لگے کہ اچھا اگر میں ایسا کرتا تو یہ نقصان نہ ہوتا اگر یوں عمل کرتا تو یہ اور یہ فائدہ ہو جاتا وغیرہ وغیرہ تو یہ توہمات قطعاً غلط ہیں جب ایک کام خراب ہو گیا تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ تقدیرِ الٰہی سے ہوا ہے اس میں اپنی دانش و تدبیر کی کوتاہی کو دخیل ٹھہرانا دراصل شیطانی عمل ہے۔ شیطان بندہ کو اللہ پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنی عقل و تدبیر پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے۔ اس سے یہ بھی نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینا بھی ممنوع ہے۔ دراصل جس چیز سے روکا جا رہا ہے وہ اپنی دانش و تدبیر پر ناروا اور ضرورت سے زیادہ اعتماد کرنا ہے۔

فخر چھوڑ کر تواضع اختیار کرو!

۹۔ وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

حضرت عیاض ابن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَوْحٰى إِلَيَّ: أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " اللہ تعا نے میری طرف وحی نازل فرمائی ہے تم آپس میں تواضع سے پیش آؤ۔ یہا تک کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے او کوئی کسی کے مقابلہ میں فخر کرے" (ا حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عجز و انکسار اور تو سے پیش آنا چاہیے۔ فخر و غرور اور ظلم و زیادتی کرنا ایمان و اسلام ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بذریعہ وحی عاجزی اختیار کرنے اور فخر و سے پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت

۱۰۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيْهِ بِالْغَيْبِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شخص نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں کی عزت و آبرو کی پاسداری کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے سامنے سے دوزخ کی آگ لوٹا دے گا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن قرار دیا)۔

تشریح لوگ ایک دوسرے کی عزت و آبرو کا سامنے تو لحاظ کرتے ہیں لیکن عدم موجودگی میں وہ ان کے حق میں بیباکی کے ساتھ ایسے نا کلمات کہہ گذرتے ہیں جن سے ان کی عزت و آبرو مجروح ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کے ساتھ انصاف کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اسی لیے اس حدیث

ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے پیچھے بھی اس کی عزت و ناموس کی حفاظت و پاسداری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں قیامت کے دن اس کے سامنے سے دوزخ کی آگ دور کر دے گا۔ یعنی اس ایک نیکی کے سبب اس کے گناہ بخش دے گا۔

سابقہ حدیث کی تائید

۱۱۔ وَلِاَحْمَدَ مِنْ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ نَحْوُهُ۔

امام احمد نے بھی حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہوئی اسی طرح کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

تشریح یعنی اس حدیث میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و آبرو کی پاسداری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اسے آتش دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

صدقہ، عفو اور تواضع

۱۲۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللهُ تَعَالٰى" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صدقہ و خیرات سے مال کم نہیں ہوتا اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی عزت بڑھاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بلند فرما دیتا ہے۔" اسے مسلم نے بیان کیا۔

تشریح جب ایک شخص صدقہ و خیرات کے طور پر اپنے مال میں سے کچھ حاجت مند

کو دیتا ہے تو بظاہر اُس کا مال کم ہو جاتا ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ اُس کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے اور اُس کی آمدنی کے لئے مزید ایسے ذرائع پیدا کر دیتا ہے جو اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا مال بڑھتا ہے۔ یہ سب کچھ اس صدقہ و خیرات ہی کی برکت ہوتی ہے۔

جو شخص اپنے کسی خطا کار بھائی کو معاف کر دیتا ہے تو بظاہر اُسے کچھ سبکی اور خفیف ہونا پڑتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس نیکی کے طفیل اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ معاف کرتے وقت انسان خود تو اپنے دل میں خفت محسوس کرتا ہے لیکن دوسرے لوگ اس کے حوصلہ کی بلندی کے معترف ہو جاتے ہیں اور ان کے دل میں اُس کا احترام بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح جس کو معاف کیا جاتا ہے وہ بھی اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اُس کی قدر و منزلت اُس کے دل میں گھر کر جاتی ہے۔

جو شخص محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے عاجزی اور تواضع اختیار کرتا ہے تو بظاہر اُسے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرتبہ سے نیچے گر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس کے اس انکسار کے طفیل لوگوں کے دلوں میں اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے اور وہ بیش از بیش اس کا اکرام و احترام کرنے لگتے ہیں۔

جنّت میں داخل ہونے کا طریقہ

۱۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَاَيُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِالَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! سلام پھیلاؤ، رشتۂ قرابت کے تعلق کو جوڑو، کھانا کھلاؤ۔ رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، نماز پڑھو تاکہ تم سلامتی کے ساتھ جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ اس حدیث کو ترمذی نے

بِسَلَامٍ ۔ "أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ۔ بیان کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح: اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں داخلہ کا استحقاق پیدا کرنے کے چند اصول اور طریقے ارشاد فرمائے ہیں جن کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے:۔

۱۔ **اشاعتِ سلام:۔** سب سے پہلا اصول "سلام" کو آپس میں پھیلانا ہے۔ یعنی ہر مسلمان جب دوسرے مسلمان کو ملے تو اسے سلام کرے۔ آپس میں سلام کرنے سے تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں۔ اختلافات ختم ہوتے ہیں اور آپس میں محبت بڑھتی ہے اور یہی باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔

۲۔ **صلۂ ارحام:۔** دوسرا اصول رشتہ داری اور قرابت کے تعلقات کو جوڑ کر رکھنا ہے۔ یوں تو ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ہمدرد و غمگسار اور خیر خواہ ہونا چاہیے لیکن رشتہ داروں کا یہ حق بہت زیادہ فائق ہے کہ وہ آپس میں گہرے تعلقات استوار رکھیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوں۔ اگر اختلافات پیدا ہو جائیں تو انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

۳۔ **اِطْعَامِ طعام:۔** تیسرا اصول کھانا کھلانا ہے اس سے صرف محتاجوں غریبوں اور مسکینوں ہی کو کھانا کھلانا مراد نہیں ہے بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے رہنا بھی شامل ہے۔ ایک دوسرے کو اپنے گھر کھانے کے لیے بلانے سے تعلقات اور زیادہ گہرے ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی دعوتیں بالکل خالص نیت کے ساتھ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہونی چاہئیں انہیں اپنی دنیاوی اور مادی اغراض کے حصول کا ذریعہ بنانا درست نہیں ہے۔

۴۔ **قیام اللیل:۔** چوتھا اصول رات کو نماز پڑھنا ہے یہاں رات کی نماز سے نمازِ تہجد مراد ہے۔ تہجد کے نوافل نصف رات گزر جانے پر پڑھے جاتے

Marfat.com

ہیں۔ ذرا تصور تو کیجیے تمام لوگ گہری نیند سوئے ہوئے ہیں اور ایک اللہ کا بندہ اپنے آقا و مولا کے حضور سر بسجود ہے۔ اللہ کے ساتھ اس بندہ کے تعلق کی کیا کیفیت ہوگی یہ خدا کا ہوگا اور خدا اس کا۔

پہلے تین اُصول انسان کو خلقِ خدا کے ساتھ اخلاص سے پیش آنا سکھاتے ہیں اور چوتھا اُصول اُس کے تعلق کو خدا کے ساتھ خصوصی طور پر جوڑ دیتا ہے گویا ان اُصولوں پر چلنے والا شخص خدا اور خلقِ خدا کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کرتا ہے تو پھر اُس کے جنّت میں جانے کے متعلق کیا شبہ رہ جاتا ہے۔ یقیناً ایسا شخص جنّت کے داخلہ کا بدرجہ اَولیٰ مستحق ہے۔

دین نصیحت ہے

۱۴۱۔ وَعَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلَاثًا" قُلْنَا: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ" اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تین مرتبہ فرمایا "کہ دین نصیحت کرنے کا نام ہے" ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ نصیحت کس کو کی جائے؟" آپ نے فرمایا "اللہ کے واسطے، اُس کی کتاب کے واسطے اس کے رسول کے واسطے اور مسلمانوں کے اماموں یعنی حاکموں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔" (اس کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کا تقاضا دراصل خود نیکی اختیار کر لینے سے پورا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ صحیح معنوں میں دین یہ ہے کہ پورا معاشرہ ایک دوسرے کو نصیحت کرتا رہے۔ اور حق و صداقت کی تبلیغ و اشاعت کا نظام قائم رہے اللہ اس کی کتاب اور اُس کے رسول پر ایمان لانے اور اُن کے احکام و فرامین پر عمل کرنے

کی نصیحت خاص طور پر مسلمانوں کے اماموں، حاکموں، امیروں اور لیڈروں کو کرتے رہنا چاہیے کیونکہ ان لوگوں کی اصلاح سے پورا معاشرہ اصلاح پذیر رہتا ہے اور ان لوگوں کے بگاڑ سے پوری قوم بگڑ جاتی ہے ان کے علاوہ عام مسلمانوں کو بھی نیکی پر عمل پیرا رہنے کی اور بدی سے پرہیز کرنے کی نصیحت کرتے رہنا ضروری ہے۔

تقویٰ اور حُسنِ اخلاق

۱۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ" أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زیادہ تر جو چیز لوگوں کو جنت میں لے جاتی ہے خوف خدا اور حسن اخلاق ہے" اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح خوفِ خدا یعنی اللہ سے تقویٰ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص حقوق اللہ کو ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا اور حسن اخلاق اس شخص کے اندر ہوتا ہے جو حقوق العباد کی پاسداری کرتا ہے اگر بغور دیکھا جائے تو سارا نظام شریعت انہی دو چیزوں کے گرد گھومتا ہے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد ہی کے مجموعہ کا نام اسلام ہے پس معلوم ہوا کہ جنت میں لے جانے والی چیزیں زیادہ تر خوفِ خدا اور حسن اخلاق ہی ہیں۔

رسائی کا ذریعہ حُسنِ اخلاق ہے نہ کہ مال

۱۶۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یقیناً لوگوں کے اندر اپنے

لَا تَسَعُوْنَ النَّاسَ بِاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ لِّيَسَعُهُمْ مِنْكُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَخْرَجَهُ اَبُوْ يَعْلٰى وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

مال و دولت کے ذریعے رسائی پیدا نہیں کر سکو گے بلکہ تمھاری کشادہ روئی اور خوش اخلاقی اُن کے اندر رسائی پیدا کرے گی۔" (اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے بیان کیا اور حاکم نے اُسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح بعض لوگوں کو اپنے مال و دولت پر بڑا ناز ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے پیسے کے زور پر لوگوں کے اندر اپنا اثر و رسوخ پیدا کر کے ان سے جس طرح چاہیں کام لے سکتے ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صرف پیسے کے ذریعے لوگوں میں رسائی پیدا کر لینا ناممکن ہے۔ لوگوں میں رسائی پیدا کرنے والی ایک چیز ہے اور وہ ہے حسنِ اخلاق، خندہ جبینی اور کشادہ روئی۔ اگر ایک شخص لوگوں سے کشادہ روئی کے ساتھ ملتا ہے تو اس کا اخلاق لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیتا ہے لیکن صرف پیسہ خرچ کر کے کام نکالنے والے کو لوگ خود غرض سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہر شخص کو مال و دولت پر مغرور ہونے کے بجائے اپنے اندر بہترین اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہر مومن اپنے دوسرے بھائی کا آئینہ ہے

۱۷۔ وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ۔ اَخْرَجَهُ اَبُوْ دَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایک مومن دوسرے مومن بھائی کا آئینہ ہے"۔ (اس حدیث کو ابو داؤد نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا)۔

تشریح اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مومن کو دوسرے

مومن کے لیے آئینہ قرار دیا ہے۔ جس طرح آئینہ کے اندر پورا چہرہ صاف نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن کو دیکھ کر دوسرے مومن کے اخلاق و کردار کا صحیح صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر مومن کا دل اپنے دوسرے بھائی مومن کے لیے بالکل آئینہ کی طرح صاف شفاف اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اس میں اپنے بھائی کے متعلق کسی قسم کا کوئی میل یا کدورت ہرگز نہیں ہوتی۔

معاشرہ میں گھل مل کر رہنا کنارہ کشی سے بہتر ہے

۱۸ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَه بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ وَهُوَ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ الصَّحَابِيَّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھتا اور ان کی ایذا رسانی پر صبر نہیں کرتا۔ ابن ماجہ نے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور ترمذی کے نزدیک بھی اس کی سند ہے لیکن انہوں نے صحابی کا نام ذکر نہیں کیا۔

تشریح | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایک ایسے معاشرہ کے اندر زندگی بسر فرمائی جو ان کا سخت مخالف بلکہ جانی دشمن تھا۔ کفار و مشرکین نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن اس کے باوجود آپ نے ان سے کنارہ کشی نہیں فرمائی۔ گوشہ نشینی دراصل زندگی سے فرار کے مترادف ہے جو آدمی لوگوں کے اندر گھل مل کر رہتا ہے اور ان کی سختیاں اور تکلیفیں برداشت کرتا ہے وہ یقیناً اس سے بہتر ہے کہ جو حالات سے گھبرا کر کنارہ کش ہو جائے کیونکہ یہ اس کی کمزوری اور بزدلی کی دلیل ہے

Marfat.com

حُسنِ اخلاق کے لیے دُعا

۱۹۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ" جس طرح تو نے میری تخلیق بہترین طریقہ پر فرمائی ہے۔ اسی طرح میرے اخلاق کو بھی بہترین بنا دے۔"

تشریح اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ (ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا)۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار طاقتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں یہی اس کی تخلیق کا حسن ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس امر کا محتاج ہے کہ ان طاقتوں اور صلاحیتوں سے بہترین طریقہ پر کس طرح کام لے۔ اگر وہ یہاں اپنی عقل کو دخل دے گا تو اُس کے گمراہ ہو جانے کے امکانات ہیں مثلاً آج کل انسان نے اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر بے شمار عجیب و غریب ایجادات کر لی ہیں لیکن انسانیت کے لیے ان کے استعمال کے مفید یا مضر ہونے کا دارومدار اب بھی انسان کے اخلاق پر ہی ہے۔ ایک جان بخش تریاق ایک ظالم طبیب کے ہاتھ میں بیکار ہے۔ اس کے نفس کی خباثت مریض کو اس سے فائدہ نہیں اُٹھانے دے گی پھر خود صلاحیتوں اور طاقتوں کا استعمال بھی انسان کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوتا ہے۔ مثلاً آج کل کا سائنسدان انسان جو حُسنِ اخلاق سے عاری ہوتا جا رہا ہے۔ اپنی صلاحیتوں کو انسانیت کی تباہی اور بربادی کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے اخلاق کو راہ راست پر رکھنے کے لیے اُسے ربانی ہدایت کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کی تعمیل و تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا تاکہ وہ انسان کو اپنی صلاحیتوں اور طاقتوں کو دنیا میں صحیح طریقہ پر استعمال کرنے کا طریقہ سکھا دیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے یہی دُعا فرمائی ہے کہ انسان کا اخلاق و کردار بھی ویسا ہی حسین و جمیل اور جامع ہونا چاہیے۔ جیسی کہ اُس کی ساخت بے نظیر واقع ہوئی ہے۔

مصالح و مسائل

(ترغیبِ حُسنِ اخلاق)

اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا اور جملہ کائنات کے اندر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اس شرف اور فضیلت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے نیک و بد اثرات کو قبول کرنے کی صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی خلافت کا منصب عطا فرمایا۔ اور اس منصب کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اس کی ہدایت و رہنمائی کے واسطے انبیاء و رسل کے وسیلہ سے ایک مکمل لائحہ عمل اور نظامِ حیات نازل فرمایا جسے "دین" کہا جاتا ہے۔ یہ دین ابتدائے آفرینش سے جاری ہے۔ چنانچہ دنیا کا سب سے پہلا انسان روئے زمین پر سب سے پہلا نبی بھی تھا۔ جیسے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد بڑھتی رہی اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلتی رہی دین کا پیغام وسعت اختیار کرتا گیا مختلف قبیلوں، قوموں، شہروں اور علاقوں کے لیے الگ الگ نبی مبعوث ہوتے رہے بالآخر ایک وقت ایسا آگیا کہ تمام روئے زمین کے لیے ایک نبی کی جامع شریعت کافی و وافی ہو سکے۔

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے آپ نے انسانی زندگی کے لیے ایک ایسا مکمل ضابطہ عطا فرمایا جو قیامت تک ہر دور اور ہر ملک کے انسانوں کے لیے قابلِ عمل ہے۔ دنیا میں جتنی بھی قومیں پائی جاتی ہیں ان میں کسی نہ کسی وقت اللہ کا

کوئی نبی ضرور آیا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کسی بھی خطۂ زمین پر انسانوں کو پیدا کرنا اور انھیں سیدھا راستہ دکھانے کے لیے کسی نبی کو نہ بھیجنا بعید از قیاس اور عقلِ سلیم کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے تمام انسانوں میں نیکی کا شعور پایا جاتا ہے اور اخلاقی محاسن کی حس موجود ہے۔ عدل و انصاف، دیانت و صداقت، تقویٰ و طہارت، ہمدردی و اخوت، فیاضی و سخاوت، رواداری و فراخدلی، صبر و تحمل، وفا شعاری و فرض شناسی وغیرہ اوصاف کو تمام قوموں میں قابلِ تعریف سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں ظلم و عدوان، کذب و خیانت، سنگ دلی و خود غرضی، بخل و حسد، بے صبری و بزدلی، بے وفائی و غداری جیسے مفاسد کو سب لوگ بُرا سمجھتے ہیں۔ اسی مضمون کو قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا[1] (اللہ تعالیٰ نے فسق و فجور اور نیکی و تقوےٰ کو انسانی طبیعت میں الہام کر دیا)۔ ہر انسان فطری طور پر نیکی و بدی سے واقف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کے لیے جو اخلاقی نظام عطا فرمایا ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں ایک پہلو منفی اور دوسرا مثبت، اخلاقی نظام کا منفی پہلو وہ ہے جس میں انسانوں کو بُرے اور گھناؤنے اخلاق سے بچنے اور پرہیز کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور مثبت پہلو وہ ہے جس میں اخلاقِ حسنہ کو اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، جس طرح کسی زمین میں بیج بونے سے پہلے اسے اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے، تمام غیر پسندیدہ اور نامطلوب عناصر زمین سے الگ کر دیئے جاتے ہیں مثلاً روڑے، کنکر جھاڑ جھنکار وغیرہ اور اُس کے بعد زمین کو نرم اور ہموار کر کے اُس میں بیج ڈال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کا دل بھی زمین کی مانند ہے۔ اس میں اخلاقِ حسنہ کا بیج بونے کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے اندر سے تمام بُرائیوں کے جھاڑ جھنکاڑ صاف کر دیئے جائیں اور پھر نیکی کا بیج بویا جائے۔ بعض اوقات یہ دونوں عمل ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ جاری رہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح

---

[1] سورۂ شمس آیت ۸ تیسواں پارہ رکوع ۱۶

یک مریض کا علاج اور پرہیز دونوں بیک وقت جاری رکھے جاتے ہیں۔

اسلام بھلائی اور نیکی کو معروف اور بُرائی کو منکر کے جامع الفاظ سے تعبیر کرتا ہے کیونکہ بھلائیاں اور نیکیاں دنیا میں جانی پہچانی چیزیں ہیں۔ اور بُرائیاں ہر جگہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ دوسری قومیں بھلائیوں کو اپنے قومی یا ذاتی مفاد کے پیش نظر اختیار کرتی ہیں اور جہاں کسی نیکی کو اختیار کرنے میں انھیں اپنا نقصان نظر آتا ہے وہ اُسے ترک کرنے میں کوئی باک اور شرم محسوس نہیں کرتیں لیکن اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کہ مسلمان ہر نیکی کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے خواہ اس میں اس کا ذاتی یا قومی نقصان ہی کیوں نہ ہو مسلمان بڑے سے بڑے فائدے کی خاطر بھی جھوٹ نہیں بولتا حق بات کہنے میں خواہ اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے وہ ہرگز پروا نہیں کرتا ؎

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی!
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

دنیا کی کافر اور مشرک اقوام کی اخلاقیات ان کے ذاتی گروہی، نسلی، وطنی اور قومی مفادات کے گرد گھومتی ہے۔ گھناؤنے سے گھناؤنا کام بھی ان کے ہاں محمود بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اُن کا کوئی مادی فائدہ موجود ہو۔ لیکن مسلمان قوم بڑی مضبوطی سے اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابند رہتی ہے۔ اگر آجکل کا مسلم معاشرہ اس معیار پر پورا نہیں اُترتا اور اسلامی اخلاقیات کا منہ چڑاتا ہوا نظر آتا ہے تو اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یا کتاب اللہ پر یا سنت رسول اللہ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر چیز بیانگِ دہل انھیں پکار پکار کر صراطِ مستقیم کی طرف بلا رہی ہے۔ دراصل دنیا میں آجکل مسلم معاشرہ پر مغربی تہذیب و تعلیم کے اثرات نے جو یلغار کر رکھی ہے اس نے اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں اور آج حالت یہ ہے کہ اگر ہم اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد و اعانت کے لیے چندہ جمع کرنا چاہیں تو وہ بھی رقص و سرود کی محفلیں منعقد کیے بغیر نہیں کر سکتے

Marfat.com

یہ ہماری ذلت و پستی کی انتہا ہے لیکن مقام شکر ہے کہ اس کا ردعمل بھی شروع ہو چکا ہے اور تقریباً ہر مسلمان ملک میں اس قسم کی تحریکیں بال و پر نکال رہی ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن اور فرنگی اخلاقیات کی اقدار کے خلاف صف آرا ہیں اور اسلامی اخلاقیات کو معاشرہ میں جاری و ساری کرنے کی خواہشمند ہیں ۔

اگر کسی زمین میں کوئی پودا اُگ آئے تو جب تک اُسے مناسب و موزوں غذا اور موافق آب و ہوا میسر نہ آئے اس کا پروان چڑھنا اور برگ و بار لانا قریب قریب ناممکن ہوتا ہے اسی طرح اسلامی اخلاقیات کی جو تحریک مختلف ممالک میں چل رہی ہے ۔ اس کے پروان چڑھنے اور برگ و بار لانے کے لیے ضروری ہے کہ اسے مناسب ماحول میسّر آئے موزوں و موافق غذا نصیب ہو اور یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ عوام کے دلوں کو جھنجھوڑ کر انھیں خواب غفلت سے بیدار نہ کر دیا جائے جب تک انھیں اپنی ذلت و پستی کا پورا پورا احساس نہیں ہوگا وہ اخلاق عالیہ کی طرف مائل نہیں ہوں گے ۔ ضرورت ہے کہ ہمارے واعظین و مبلّغین ، معلّمین و مدرّسین ، شعراء و مصنّفین ، علماء و قائدین اور اخبارات رسائل کے مدیران و محرّرین وقت کی اس پکار پر لبیک کہیں اور قوم کی اخلاقی سطح کو اسلام کے معیار مطلوب تک لانے کی سعی فرمائیں ۔

بَابُ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ

(ذکر اور دُعا کا بیان)

جب بندہ ذکرِ الٰہی کرتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے

١- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَقُولُ اللهُ تَعَالَى أَنَا مَعَ عَبْدِي مَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ" أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيقًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر میں اس کے ہونٹ ہلتے ہیں۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیان کیا۔ ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا اور بخاری نے اسے معلق کہا ہے۔

تشریح اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور علیم و خبیر ہے جب بھی کوئی بندہ کسی طریقے سے اسے یاد کرتا ہے تو وہ اس کی پکار کو سنتا ہے اور جب تک اس کے ہونٹ اللہ کا نام لیتے ہوئے ہلتے رہتے ہیں تو اللہ اس کی پکار سننے کے لیے اور اس کی مدد کرنے کے لیے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے۔ اُذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ[1] (تم مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا، میرا شکر ادا کرو اور نافرمانی و ناشکری مت کرو)۔ ایک شخص کسی کو اسی وقت یاد کرتا ہے جب کہ اُس کے دل میں اُس کی محبّت ہو۔ اللہ کو ایک بندہ اگر یاد کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اُس کے دل میں اُس کی محبت جلوہ گر ہے اور محبّت کا جواب محبّت ہی سے دیا جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو فراموش نہیں کرتا۔

ذکرِ الٰہی عذاب سے رُستگاری کا باعث ہے

۲۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ عَمَلًا اَنْجٰى لَهٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ" اَخْرَجَهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَالطَّبَرَانِيُّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ ابن آدم (انسان) نے کوئی بھی عمل ایسا نہیں کیا جو اسے اللہ کے عذاب سے نجات دلانے میں ذکرِ الٰہی سے بڑھ کر ہو (اس حدیث کو ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا)۔

تشریح بعض جگہ ذکرِ الٰہی سے نماز بھی مراد لی جاتی ہے لیکن عام طور پر ذکر سے اللہ کے نام کا ورد کرنا مراد ہوتا ہے جو مختلف وظائف اور تسبیحوں کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ یہ کسی طرح قرینِ قیاس نہیں ہے کہ ایک شخص اللہ کا نام جپتا ہو اور اُس کی محبّت اُس کے دل میں اس حد تک گھر کر چکی ہو کہ ہر دم اُس کے لب پر اللہ اللہ ہو۔ اور پھر بھی اللہ تعالیٰ اُسے عذاب میں مبتلا کر دے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنا ذکر کرنے والوں کو عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۱۵۲۔ دوسرا پارہ، رکوع ۲

مجلس ذکر پر اللہ کی رحمت چھا جاتی ہے

٣۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ فِیْهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰئِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ" اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت ایسی مجلس منعقد کرے کہ جس میں وہ اللہ کا ذکر کریں تو فرشتے اُس کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت اُسے ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ کے پاس جو فرشتے موجود ہوتے ہیں اللہ ان کے سامنے ان بندوں کا ذکر کرتا ہے۔ اسے مسلم نے بیان کیا۔

تشریح جس مجلس میں لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہوں تو اس سے زیادہ مبارک اور بابرکت مجلس اور کون سی ہو سکتی ہے لہذا فرشتے بھی اس مجلس میں شریک ہو کر ذکر الٰہی سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ فرشتے اس مجلس پر اپنے پروں کا سایہ کر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت کا نزول ہونے لگتا ہے۔ اور جس طرح یہ بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اسی طرح خود اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ "تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا" (سورہ بقرہ آیت ١٥٢)

ذکر الٰہی اور درود رسول ﷺ سے خالی محفل کا انجام

٤۔ وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت ایک مجلس منعقد کرے اور اس میں نہ وہ اللہ کا ذکر

نَبِیِّہٖ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ حَسْرَۃٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَسَنٌ۔

کریں اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو قیامت کے دن ان لوگوں کو اپنے کیے پر سخت حسرت و ندامت ہوگی (اسے ترمذی نے بیان کیا اور حسن قرار دیا)۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بھی کوئی مجلس منعقد کی جائے تو اس میں ذکر الٰہی کا پروگرام ضرور ہونا چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنے کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ اسی لیے مسلمان عام طور پر اپنی مجلسوں کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کرتے ہیں اور نعتیہ نظمیں وغیرہ بھی پڑھتے ہیں۔ اس میں ذکر الٰہی اور درود کا خاص پروگرام بھی شامل کرنا چاہیے جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے وہ قیامت کے دن کف افسوس ملیں گے کہ انھوں نے اپنی مجلسوں کو ان نیکیوں سے کیوں خالی رکھا اور ثواب سے کیوں محروم رہے۔

ایک دُعا اور اُس کے پڑھنے کا اجر

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ: لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ اَرْبَعَۃَ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دس مرتبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ، پڑھا تو اسے اتنا اجر ملے گا کہ جیسے اس نے

اَنْفُسٍ مِّنْ وَّلَدِ اِسْمَاعِیْلَ" اولادِ اسماعیل سے چار افراد کو آزاد کیا۔"
مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ (متفق علیہ)

تشریح اس حدیث میں ذکر کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے یعنی جب ایک شخص اللہ کا ذکر کرنا چاہے تو اُسے یہ دعا پڑھنی چاہیئے دُعا کا ترجمہ یہ ہے:

"اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے حکومت اُس کی ہے۔ تمام تعریف اُس کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

اس دعا کو دس بار پڑھنے والے کو چار اعلیٰ خاندان کے غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس قدر ثواب وہ چاہے عطا کرے۔ وہ مالک مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔

گناہ بخشوانے کا ایک آسان طریقہ

۶۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ مِائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ عَنْہُ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کی مانند (بے شمار) ہوں (متفق علیہ)

تشریح اس مختصر سے کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کی گئی ہے "اللہ پاک ہے اور تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے" اس حدیث میں خوشخبری سنائی گئی ہے کہ صرف ایک سو مرتبہ اس کلمہ کو پڑھ لینے سے انسان کے گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں بخش دیئے جاتے ہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے گناہ گار بندوں کو بخشنے کے لیے صرف بہانے ڈھونڈتی ہے۔ اگر ایک آدمی خلوص دل کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرے تو کوئی

وجہ نہیں ہے کہ وہ اس کو اپنی آغوش میں نہ لے لے۔

ایک نہایت اہم دُعا

۷۔ وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ "میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات ادا کیے کہ اگر انھیں تولا جائے تو وہ وزن میں اس تمام دُعا کے برابر ہوں گے جو تم سارا دن کرتی رہی ہو (وہ کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَاءَ نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ"۔ (اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح اس حدیث سے یہ اُصول واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مسنون کلمات میں ذکر و دُعا کا مرتبہ اپنے خود ساختہ الفاظ و کلمات میں دُعا کرنے سے بہت زیادہ برتر اور افضل ہے اس دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے:۔

"اللہ تعالیٰ پاک ہے میں اُس کی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں اس قدر کہ جس قدر اس کی مخلوقات کی تعداد ہے محض اُس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اُس کے عرش کے وزن اور اُس کے کلمات کی سیاہی کے برابر (یعنی بے حد و بے حساب حمد و ثنا بیان کرتا ہوں)۔

باقیات الصّالحات

۸۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدِنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ.

علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات: لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ باقیات الصالحات ہیں۔ اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح دعا کا اردو ترجمہ یہ ہے: "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریف اللہ کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کسی کے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے۔"

ویسے تو ہر نیکی باقی رہنے والی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو خاص طور پر باقیات الصالحات اس لیے قرار دیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو جامعیت کے ساتھ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

دافع ضرر کلمات

9۔ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَأْتَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ چار کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب ہیں۔ ان میں سے تم خواہ کسی کے ساتھ شروع کرو، تمہیں نقصان نہیں ہوگا: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔" اسے مسلم نے بیان کیا۔

تشریح یہی کلمات ذرا سے تغیر و تبدل کے ساتھ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکے ہیں۔ ان کا ترجمہ تو وہاں سے دیکھ لیا جائے۔ اب رہا نقصان سے محفوظ رہنے کا مسئلہ تو اس کے دو مفہوم ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کلمات میں سے جس کے ساتھ بھی کام شروع کیا جائے۔ سب کا مرتبہ برابر ہے اور کہنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ یعنی کوئی آدمی ذکر الٰہی شروع کرتے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے یا اَللّٰہُ اَکْبَرُ سب کا ثواب برابر ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جس کام کا آغاز ان کلمات کے ساتھ کیا جائے گا۔ اس میں نقصان نہیں ہوگا۔ یہ بات بھی بالکل قرین صواب ہے، کیونکہ جو آدمی کام شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی طاقت و صلاحیت پہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اعتماد کرتا ہے اور اس سے مدد کا طالب ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنّت یہ ہے کہ وہ اپنے ہر اُس بندے کی مدد فرماتا ہے جو اُس سے مدد طلب کرتا ہے اب ظاہر ہے کہ جس کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو اُس میں نقصان ہونے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہتا۔

جنّت کا ایک خزانہ

۱۰۱۔ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ قَیْسٍ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ زَادَ النَّسَائِیُّ لَا مَلْجَاءَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے فرمایا: "اے عبد اللہ بن قیس! دیکھو میں جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کی طرف تیری رہنمائی کرتا ہوں وہ یہ ہے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" (متفق علیہ) نسائی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: "لَا مَلْجَاءَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ" (اللہ کے

مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۔ سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

تشریح "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا مَلْجَاءَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ" کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ایک خزانہ قرار دیا ہے اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے جنت کے خزانہ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنت کے اندر جنتیوں کے پاس جو دولت ہوگی وہ ذکر الٰہی کا خزانہ ہوگا اور اُن میں ایک خزانہ یہ کلمات بھی ہیں دوسرا مفہوم یہ بھی قرین صواب ہے کہ جن خزانوں کے بدلے جنت حاصل کی جا سکتی ہے ان میں سے ایک خزانہ یہ ورد ہے جو شخص ان کلمات کو بطور وظیفہ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلہ میں جنت عطا فرمائے گا۔

دُعا عبادت ہے

١١ - وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ" رَوَاهُ الْاَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یقیناً دعا بھی عبادت ہے" اس حدیث کو ائمہ اربعہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا۔

تشریح عام طور پر نماز روزے وغیرہ کو عبادت سمجھا جاتا ہے لیکن اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ دعا بھی عبادت ہی ہے۔ اگرچہ دعا میں انسان اپنی اغراض اللہ تعالیٰ کے سامنے بیان کرتا ہے اور اُن کی بجا آوری کی التجا کرتا ہے اور اس لحاظ سے اُسے انسان کی ذاتی غرض سمجھا جا سکتا ہے لیکن اُسے نبی رحمۃ اللعالمین نے عبادت میں شامل فرما دیا۔ دراصل بات یہ ہے عبادت نام ہے بندگی کا، بندگی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کامل طور پر خدا کے حوالے کر دے اور دعا کرتے وقت انسان یہی کرتا ہے

کر اپنی خود رائی، خود سری اور خود اعتمادی سے دست بردار ہو کر اپنے ہر کام کے لیے خدا ہی سے التجا کرتا ہے اور اسی کے فضل و کرم پر اعتماد کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دعا بھی حقیقتاً عبادت (بندگی) کا عملی مظاہرہ ہے۔

دُعا عبادت کا مغز ہے

۱۲۔ وَلَہٗ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ"

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ "دُعا عبادت کا مغز ہے"۔

تشریح کسی پھل کے اندر کارآمد چیز اُس کا گودا اور مغز ہی ہوتا ہے چھلکا وغیرہ سب اس مغز اور گودے کی حفاظت کے لیے ہوتا ہے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کو عبادت کا مغز قرار دے کر واضح فرما دیا ہے کہ عبادت کا اصل مقصود دُعا ہی ہے۔ نماز میں قیام و جلوس اور رکوع و سجود اگرچہ ضروری ہیں اور اُن کے بغیر نماز، نماز نہیں ہوتی لیکن ان تمام اعمال و ارکان سے مقصود یہ ہے کہ انسان اللہ کے آگے عجز و انکسار کے ساتھ دُعا کرے اگر عبادت میں یہ عنصر نہیں ہے تو عبادت کامل نہیں ہوگی۔ پھر نماز میں دُعا اپنے من مانے طریقے پر نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالتوں میں پڑھنے کے لیے جو جو دُعائیہ کلمات سکھائے ہیں انھیں ہی پڑھنا چاہیے اور پورے شعور و احساس اور عجز و انکسار کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اپنی مرضی اور ضرورت کی دُعائیں نماز کے بعد مانگنی چاہئیں۔

دُعا سب سے زیادہ مکرّم چیز ہے

۱۳۔ وَلَہٗ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَفَعَہٗ "لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ"

ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث روایت کی ہے "اللہ کے نزدیک دُعا سے زیادہ مکرّم چیز کوئی نہیں ہے۔

وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ۔ (ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔)

تشریح اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنی عبادت[1] کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور عبادت کا مغز[2] دُعا ہے یعنی دُعا تخلیق انسان کے مقصد کا مغز ہے جس طرح ایک منصوبہ میں سب سے زیادہ اہم اور مکرم چیز اس کا مقصد ہوا کرتا ہے تو اسی طرح تخلیق انسان کے منصوبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و محترم چیز اس منصوبہ کا مقصد ہی ہونا چاہیے اور اس مقصد کا مغز اور گودا بدرجہ اولیٰ مکرم و محترم اور بزرگ تر ہونا چاہیے۔

دُعا کی قبولیت کا خاص وقت

۱۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ لَا يُرَدُّ" اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَغَيْرُهُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ وَغَيْرُهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دُعا جو اذان اور اقامت کے درمیان مانگی جائے رد نہیں کی جاتی یعنی اللہ تعالیٰ اس دُعا کو ضرور قبول فرما لیتا ہے۔" (اس حدیث کو نسائی وغیرہ نے بیان کیا اور ابن حبان وغیرہ نے صحیح قرار دیا۔)

تشریح الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ یہی حدیث کتاب الصلوٰۃ باب الاذان میں بیان ہو چکی ہے۔

تشریحی نوٹ ملاحظہ فرمایئے باب الاذان حدیث ۲۹

---

[1] وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (نہیں پیدا کیا میں نے جن کو اور انسان کو سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔ سورۃ الذاریات آیت ۵٦ پارہ ۲۷)

[2] سابقہ حدیث یعنی اسی باب کی حدیث ۱۳ ملاحظہ فرمایئے۔

اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے

۱۵۔ وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا" أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تمھارا رب شرم والا اور کرم والا ہے جب بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف اُٹھاتا ہے تو وہ اپنے بندہ کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرم کرتا ہے۔ (ماسوائے نسائی ائمہ اربعہ نے اسے روایت کیا اور حاکم نے اسے حدیث صحیح قرار دیا)۔

تشریح اگر کسی بڑے آدمی سے کوئی شخص کوئی معمولی سی چیز مانگے تو وہ اُسے بلا تامل دے دیتا ہے اور اُسے سائل کو محروم اور خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے جب دنیا کے لوگوں کا یہ حال ہے جو حقیقتاً کسی چیز کے بھی اصلی مالک نہیں ہیں، تو وہ ذات مالک الملک جو دنیا جہاں کے تمام خزانوں کی حقیقی مالک ہے کس طرح گوارا کرسکتی ہے کہ کوئی سائل اُس کے سامنے دست سوال دراز کرے اور وہ اُسے خالی ہاتھ واپس کردے بندہ اللہ تعالیٰ سے بڑی سے بڑی نعمت بھی اگر طلب کرے تو وہ اس مالک الملک کے نزدیک نہایت حقیر اور معمولی ہی سی چیز ہوگی۔ پھر اُس کے خزانے بے انتہا ہیں وہ دن رات لُٹا رہا ہے، دوست ہو یا دشمن، مومن ہو یا مشرک، شاکر ہو یا کافر سب اُس کے در دولت سے فیض یاب ہیں جب وہ ذات سب کو بے مانگے ہی دیئے جارہی ہے تو پھر اگر کوئی سائل عجز و انکسار کے ساتھ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے تو ظاہر ہے کہ وہ اُسے کبھی محروم نہیں رکھے گی۔

دُعا کے بعد ہاتھ چہرہ پہ پھیرنا

۱۶۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَهُ شَوَاهِدُ مِنْهَا۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دُعا کے لیے ہاتھ پھیلاتے تھے تو وہ انھیں اپنے چہرہ مبارک پر پھیرے بغیر نہیں لوٹاتے تھے (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور انھوں نے اس کی تائید کرنے والی اور بھی کئی حدیثیں بیان کی ہیں،

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دُعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے اسی لیے عامۃ المسلمین اس پر عمل پیرا ہیں۔

سابقہ حدیث کی تائید

۱۷۔ حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ أَبِيْ دَاوُدَ وَغَيْرِهٖ وَمَجْمُوْعُهَا يَقْضِيْ بِأَنَّهُ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابوداؤد وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے وہ مجموعی طور پر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح اس حدیث یا حدیث ۱۶ ہی کے حسن ہونے کا بیان ہے جس میں دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کا تذکرہ ہے۔

نبی کریمؐ پر بکثرت درود بھیجنے والے کا مرتبہ

۱۸۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہوگا جو ان میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا

عَلَيَّ صَلوٰۃً" اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہُ ابْنُ حِبَّانَ۔

ہوگا (اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح ایک مسلمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر زیادہ اُلفت محبت ہوگی وہ اسی قدر آنحضرتؐ پر درود زیادہ پڑھے گا خواہ بآواز بلند یا آہستہ دونوں طرح درست ہے بشرطیکہ بلند آواز سے پڑھنے میں ریا کا شائبہ نہ ہو جب قیامت کے دن محشر کے میدان میں تمام انسان جمع ہوں گے تو جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنا زیادہ درود وسلام بھیجا ہوگا۔ وہ اتنا ہی آنحضرتؐ کے نزدیک زیادہ بہتر اور قریب تر ہوگا۔ اس سے درود وسلام بھیجنے والے کے مرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو درود وسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسنون ہیں انھیں پڑھنا بہتر اور افضل ہے انھیں چھوڑ کر خود ساختہ درود وسلام اختیار کرنا۔ افضل کو چھوڑ کر غیر افضل اور بڑھیا کو چھوڑ کر گھٹیا چیز اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

سیّدالاستغفار

۱۹۔ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ یَّقُوْلَ الْعَبْدُ" اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ

حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح دُعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ

فَاغْفِرْلِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ ۔

فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اسے بخاری نے بیان کیا۔

تشریح اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت کی التجا کرنے کے لیے جو دعا پڑھی جاتی ہے اسے استغفار کہتے ہیں اس طرح کی دعائیں کئی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس استغفار کو سب سے افضل قرار دیا اسی لیے اسے سید الاستغفار (تمام استغفاروں کا سردار) کہا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا۔ میں تیرا بندہ ہوں جس قدر مجھ سے ہو سکا میں تیرے عہد اور وعدہ پہ قائم رہا۔ میں اس شر سے جو مجھ سے سرزد ہوا تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں جو تو نے مجھے عطا فرمائیں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے یقیناً تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو یہ بھی سکھا دیا کہ وہ اپنے گناہ بخشوانے کے لیے اپنے رب کے حضور کس طرح دعا کیا کریں۔ جب خدا بخشنے والا ہو اور خود خدا کا حبیب بخشش کی دعا مانگنے کا طریقہ سکھلائے تو پھر یہ بات کسی طرح بھی قرینِ قیاس نہیں ہے کہ دعا مقبول نہ ہو۔ دراصل اللہ کی رحمت بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے جو بھی عجز و انکسار اور خلوصِ نیت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ لپک کر اُسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

صبح شام پڑھنے کی دعا

۲۰- وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جب شام ہو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِيْنَ يُمْسِيْ وَحِيْنَ يُصْبِحُ
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ وَاحْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ"
اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَه وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ ۔

یا صبح ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کے ساتھ دُعا نہ کی ہو ۔ (یعنی ہمیشہ صبح و شام یہ دُعا پڑھا کرتے تھے)
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ وَاحْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ
(اس حدیث کو امام نسائی اور ابن ماجہ نے بیان کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح اس دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔" اے اللہ! میں اپنے دین میں، دنیا میں، گھر بار میں اور مال میں تیری عافیت طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ تو میری پردہ کے لائق چیزوں کی پردہ پوشی فرما۔ اور ہر قسم کے خوف سے مجھے امن میں رکھ اور مجھے آگے پیچھے دائیں بائیں اور اُوپر یعنی ہر طرف سے اپنی حفاظت میں رکھ اور میں اس بات سے بھی تیری عظمت کی پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے میرے نیچے سے دھوکا دیا جائے۔"

تمام نظام کائنات اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ امن و عافیت وہی عطا فرماتا ہے خطا کاروں کی پردہ پوشی وہی کرتا ہے۔ ہر قسم کے فتنوں اور شر و فساد سے وہی نجات دے سکتا ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معمول رکھا کہ ہر صبح و شام یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔ ہمیں بھی شر و فساد سے مامون رہنے کے لیے اسی دُعا کو معمول بنانا چاہیئے۔

ایک اور دُعا

۲۱ - وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِعْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِعْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

تشریح دُعا کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ! میں تیری عطا کردہ نعمت کے زوال سے اور تیری عنایت فرمودہ عافیت کے اٹھ جانے سے اور تیرے عذاب کے اچانک نازل ہونے سے اور تیرے ہر قسم کے غصہ و غضب سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

یہ دُعا ان دعاؤں میں سے ہے جو کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اکثر کیا کرتے تھے۔ اس دُعا میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور عافیتوں کے احساس او شکر کا سبق دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غصے سے ڈرتے رہنے کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں اور عذاب و غصہ بہت سخت ہے۔ تمام نعمتیں اور عافیتیں اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمائی ہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ چاہے اُن کو ہم سے واپس لے سکتا ہے۔ اس لیے اُس کے غصہ و غضب سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور اُس کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

ایک اور دُعا

(قرض اور دشمن سے بچنے کے لیے)

۲۲ - وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ" رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَصَحَّحَہُ الْحَاکِمُ۔

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دُعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الْعَدُوِّ وَ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ (اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! میں قرضہ کے غلبہ سے، دشمن کے غلبہ سے اور اس بات سے کہ دشمن میری مصیبت پر خوش ہوں، تیری پناہ مانگتا ہوں"

قرض کی مصیبت ہو یا دشمن کا ضرر۔ ہر تکلیف سے حفظ و امان میں رکھنے والا خدا اور صرف خدا ہے۔ اس لیے ان تمام مصائب سے بچنے کے لیے خدا ہی کی پناہ مانگنی چاہیے اور حضور کے بتائے ہوئے مسنون الفاظ میں مانگنی چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پسندیدہ دُعا

۲۳۔ وَعَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلاً یَقُوْلُ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس طرح دُعا کرتے ہوئے سُنا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ

كُفُوًا اَحَدٌ - فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَ اللّٰهَ بِاِسْمِهِ الَّذِي اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰى وَاِذَا دُعِيَ بِهٖ اَجَابَ ۔ اَخْرَجَهُ الْاَرْبَعَةُ وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ۔

كُفُوًا اَحَدٌ - تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس شخص نے اللہ سے اس کا وہ نام لے کر سوال کیا کہ جب اس کے ذریعے مانگا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے عطا فرما دیتا ہے اور جب اُس کا یہ نام لے کر دُعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرما لیتا ہے ۔ اس حدیث کو ائمہ اربعہ محدثین نے بیان کیا اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے ۔ "اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لیے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تو ہی ہے اور تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو اکیلا ہے اور بے نیاز ہے جس سے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور اُس کا ہمسر بھی کوئی نہیں ہے ۔"

اللہ کے صفاتی نام بہت سے ہیں ۔ ان میں سے ایک نام " اَحَدٌ " اور ایک " صَمَدٌ " ہے یعنی اکیلا اور بے نیاز ۔ یہ دو نام ایسے ہیں جو اس کی توحید خالص کو بیان کرتے ہیں ۔ اللہ کو واحد اور بے نیاز ماننا سب سے بڑی نیکی اور صداقت ہے اس کے مقابلہ میں شرک ہے جو ایک ناقابل معافی گناہ ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے [1] "اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ " نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس دُعا کو پسند فرمایا ۔ اور قبولیت کی وجہ بیان فرمائی کہ اس میں اللہ کے خاص صفاتی ناموں (اَحَدٌ اور صَمَدٌ) کا واسطہ دے کر دُعا کی گئی ہے ۔ اس دُعا میں پوری سورہ اخلاص آگئی ہے جس میں توحید کے مسئلہ کو پوری طرح واضح کر دیا گیا ہے ۔

---

[1] سورہ لقمان آیت ۱۳ پارہ ۲۱ رکوع ۱۱

صبح شام پڑھنے کی ایک اور دُعا

۲۴۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصْبَحَ یَقُوْلُ "اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰ وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ" وَاِذَا اَمْسٰی قَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ اِلَّا اَنَّہٗ قَالَ "وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ" اَخْرَجَہُ الْاَرْبَعَۃُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صبح ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا وَبِکَ اَمْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰ وَبِکَ نَمُوْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ۔ اور جب شام ہو جاتی تو پھر یہی دُعا پڑھتے مگر اس وقت اتنا اور زیادہ کہتے۔ وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ۔ (اسے ائمہ اربعہ محدثین نے بیان کیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے: "اے اللہ تیرے ذریعے ہم نے صبح کی تیرے ہی ذریعہ ہم نے شام کی۔ تیرے ہی ذریعہ ہم جیتے ہیں اور تیرے ہی ذریعہ ہم مریں گے اور تیری ہی طرف ہم دوبارہ (قبروں سے) اُٹھیں گے۔"

انسان کی زندگی اور موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ صبح و شام جو کچھ وجود میں آرہا ہے سب اسی کے فضل و کرم کا کرشمہ ہے۔ زندگی میں قدم قدم پر انسان اللہ کے لطف و کرم کا محتاج ہے اور مرنے کے بعد روزِ قیامت بھی حشر کے میدان میں اس کی رحمت ہی انسان کی مددگار ہو گی۔

دُنیا اور آخرت کے لیے جامع دُعا

۲۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ: کَانَ اَکْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا
عَذَابَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

علیہ وسلم اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔
رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا
عَذَابَ النَّارِ (متفق علیہ)

تشریح یہ دعا قرآن پاک میں سورہ بقرہ آیت ۲۰۱ دوسرا پارہ رکوع ۹ میں مذکور ہے۔ اس سے زیادہ مختصر اور جامع دعا شاید ہی کوئی او ہو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی کے لیے اس میں دعا کی گئی ہے اور کوئی بھی نعمت ایسی نہیں ہوسکتی جو دنیا اور آخرت کی بھلائی سے باہر ہو گویا اس مختصر سی دعا میں ہر چیز اور ہر نعمت اللہ تعالیٰ سے مانگ لی گئی ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

دعا کا اردو ترجمہ یہ ہے:- "اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا"۔ اللہ تعالیٰ سے ہر ضرورت اور ہر غرض کے لیے الگ الگ دعا کرنے کے بجائے یہ بہتر ہے کہ جامع طور پر "حَسَنَةً" (بھلائی) کی دعا کی جائے۔

ایک اور دعائے استغفار

۲۶- وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ
النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَدْعُوْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ
خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ
فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ
بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا
کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ
خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ
فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ
بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ

جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَئِيْ
وَعَمَدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ
وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ
بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ
وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَئِيْ
وَعَمَدِيْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ
وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ
بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ
وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

تشریح

دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے: "اے اللہ! تو میری خطا کو، میری جہالت کو، میرے کام میں میری زیادتی کو، اور جو کچھ تو میرے متعلق مجھ سے بہتر جانتا ہے معاف فرما دے۔" اے اللہ! میرے تمام گناہوں کو معاف فرما خواہ وہ میری سنجیدہ کوشش کا نتیجہ ہوں یا بیہودگی کے سبب واقع ہوئے ہوں۔ خواہ وہ بھول چوک میں صادر ہوئے ہوں یا دیدہ و دانستہ ہوئے ہوں۔ ان سب کا میں ہی ذمہ دار ہوں۔ اے اللہ! جو کچھ میں پہلے کر چکا ہوں یا آئندہ کے لیے اٹھا رکھ چکا ہوں۔ جو کچھ میں نے چھپا لیا ہے اور جو علی الاعلان کر چکا ہوں اور جو کچھ تو میرے متعلق بہتر جانتا ہے۔ سب مجھے معاف فرما دے۔ پہلے بھی تو ہی ہے اور بعد میں بھی تو ہی ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

گناہوں کی معافی کے لیے انسان اپنی زبان میں بھی اللہ تعالیٰ سے دُعا کر سکتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ تعلیم فرمائے ہیں ان میں اگر دُعا مانگی جائے تو قبولیت کا امکان بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کو یوں سمجھنا چاہیے کہ ایک شخص سادہ کاغذ پر اپنی خود ساختہ عبارت میں درخواست لکھ کر پیش کرتا ہے اور ایک دوسرا شخص محکمہ کے مجوزہ فارم (PRESCRIBED FORM) پر درخواست دیتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ دوسرے شخص کی درخواست کی منظوری کا امکان

زیادہ ہے اسی طرح مختلف دعاؤں، دُرودوں اور سلاموں کے متعلق بھی یہی بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ ان تمام کاموں کے لیے جو مخصوص الفاظ و کلمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں وہ افضل اور اَولیٰ ہیں۔ لیکن اس سے یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان کے علاوہ دوسرے الفاظ میں دُعا کرنا، دُرود بھیجنا یا سلام بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ سوال صحیح یا غلط کا نہیں ہے بلکہ صرف افضل اور غیر افضل کا ہے کوئی دانشمند بھی افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کو اختیار نہیں کرے گا۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے سہ

راہ تو بہر قدم کہ پویند خوش است
وصل تو بہر نمط کہ جویند خوش است
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکو است
نام تو بہر زباں کہ گویند خوش است

(جن قدموں سے بھی تیری راہ پر دوڑیں اچھا ہے۔ جس طریقے سے بھی تیرا وصل طلب کریں بہتر ہے جس آنکھ سے بھی تیرا روئے مبارک دیکھیں اچھا ہے اور جس زبان میں بھی تیرا نام لیں بہتر ہے)۔

معاش و معاد کی بہتری کے لیے دُعا

۲۷۔ وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ”اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیٰوةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْهَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ اٰخِرَتِیَ الَّتِیْ اِلَیْهَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیٰوةَ

زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ - أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ - (اسے مسلم نے بیان کیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے: "اے اللہ! میرے دین کو جو میری عزت و عصمت ہے درست رکھ اور میری دنیا کو بھی درست رکھ جس میں مجھے زندگی بسر کرنی ہے اور میری آخرت کی بھی اصلاح فرما جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے اور میری زندگی کو عمل خیر میں زیادتی کا باعث بنا اور میری موت کو ہر شر سے بچا کر میرے لیے راحت بنا دے۔"

اس حدیث میں دین اور دنیا کی بھلائی کے لیے دعا کی گئی ہے اور زندگی اور آخرت کی کامیابی کے لیے بھی دُعا کی گئی ہے اور موت کو ہر قسم کے شر سے بچا کر اُسے راحت بنا دینے کی دُعا مانگی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دُعائیں منقول ہیں ان میں بڑی جامعیت پائی جاتی ہے۔

علم کی نفع رسانی کے لیے دُعا

۲۸۔ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَارْزُقْنِي عِلْمًا يَنْفَعُنِي" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْحَاكِمُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَعَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَارْزُقْنِي عِلْمًا يَنْفَعُنِي۔ (اس حدیث کو نسائی اور حاکم نے روایت کیا)۔

تشریح دُعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! جو کچھ تو نے مجھے سکھایا اُسے میرے لیے مفید بنا دے اور مجھے وہ علم سکھا جو مجھے فائدہ پہنچائے

اور مجھے ایسا علم عطا فرما جو مجھے نفع دے "۔

دنیا میں علم ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ جہاں اس سے انسانیت کو فائدہ پہنچتا ہے نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی ہے مثلاً آجکل جہاں سائنس نے انسانیت کی خدمت کی ہے۔ وہاں اُس کی تباہی و بربادی کا بھی بہت کچھ سامان کر دیا ہے۔ دراصل علم ایک مجرد طاقت ہے اس کا مفید اور مضر ہونا انسان کے اخلاق و کردار پر منحصر ہے۔ اسی لیے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفع بخش علم کے لیے دُعا فرمائی ہے۔

سابقہ حدیث کی تائید

۲۹ ۔ وَلِلتِّرْمِذِیِّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نَحْوُهٗ وَقَالَ فِیْ اٰخِرِهٖ "وَزِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ" وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ۔

ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اسی طرح کی حدیث منقول ہے لیکن اس کے آخر میں یہ الفاظ اور بیان کیے گئے ہیں "وَزِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ" اس کی سند حسن ہے۔

تشریح دُعا میں اضافہ کیے ہوئے کلمات کا ترجمہ یہ ہے: اے اللہ! میرے علم میں زیادتی فرما ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔ میں اہل دوزخ کی حالت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

انسان کو دنیا میں جو شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ علم ہی کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اس لیے اس حدیث میں علم کی ترقی کے لیے دُعا کی گئی ہے۔ پھر جس حالت میں خدا رکھے اس پر اس کا شکر ادا کیا گیا ہے۔ کیونکہ تسلیم و رضا کا تقاضا یہی ہے کہ اہل دوزخ کی جو حالت ہو گی اس سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس حالت سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اس کے علاوہ اور جس حال میں بھی رکھے بہتر ہے۔

ایک دُعا جو حضورؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کو تعلیم فرمائی

٣٠ - وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهَا
هٰذَا الدُّعَاءَ - اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ
اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ
وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا
لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِكَ
مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ
مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْرِ
مَا سَاَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ
مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ
وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ
اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ
النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ
قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْاَلُكَ اَنْ
تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهٗ
لِيْ خَيْرًا - اَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَه
وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ
وَالْحَاكِمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں
یہ دُعا سکھائی - اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ عَاجِلِ
وَاٰجِلِهٖ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا
لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِكَ
مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَاٰجِلِ
مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ اَعْلَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ خَيْ
مَا سَاَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَا
مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّ
وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ
اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ
النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ
قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْاَلُكَ اَنْ
تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَ
لِيْ خَيْرًا - (اس حدیث کو
ابن ماجہ نے بیان کیا اور ابن حبان
اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا)-

تشریح دعا کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ! میں تجھ سے ہر اس بھلائی کو طلب کرتا ہوں جو جلد واقع ہونے والی یا دیر سے عمل میں آنے والی ہو۔ وہ مجھے معلوم ہو یا نہ ہو اور ہر اس شر سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں جو جلد پہنچنے والا یا دیر سے واقع ہونے والا ہو۔ وہ مجھے معلوم ہو یا نہ ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے وہ خیر طلب کرتا ہوں جو تجھ سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے طلب کی تھی۔ اور میں اس شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور تیرے نبی نے پناہ مانگی تھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں اور ایسے اقوال و اعمال چاہتا ہوں جو اس (جنت) کے قریب کر دیں اور دوزخ کی آگ سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور ایسے اقوال و اعمال سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو اس (دوزخ) کے قریب کر دیں اور تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ جو بھی فیصلہ تو میرے حق میں فرمائے اسے بہتر فرما۔

نوٹ:۔ عربی میں واحد متکلم کے لیے مذکر اور مؤنث کے صیغے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں ترجمہ مذکر کے صیغہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مؤنث کے صیغے کے ساتھ بھی ترجمہ ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں کرتا ہوں، مانگتا ہوں وغیرہ کی جگہ کرتی ہوں، مانگتی ہوں، وغیرہ ہوگا۔

اس حدیث میں بھلائی نیکی اور خیر کی دعا کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور بُرائی سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے کیونکہ یہ دوزخ میں لے جاتی ہے۔

دو کلمے جو خدا کو بے حد محبوب ہیں

۳۱۔ وَاَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے اللہ کو بے حد محبوب ہیں جو زبان پر بہت ہلکے آسان ہیں لیکن

خَفِیفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیلَتَانِ فِی الْمِیزَانِ - سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیمِ۔"

اعمال کی ترازو میں بہت بھاری ہیں وہ یہ ہیں،، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیمِ۔"

تشریح دراصل اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان ہر وقت خدا کو یاد رکھے کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہو۔ یاد رکھنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دل میں یاد رکھے۔ دوسری یہ کہ زبان پر ورد رکھے اور کلمات بار بار زبان سے ادا کیے جائیں، اُن کا براہِ راست دل پر اثر پڑتا ہے۔ اس لیے عبادات میں لسانی اور قولی ذکر کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ زبان سے ذکر کرتے وقت سب سے اہم چیز جو پیش نظر رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ جو کچھ کہا جائے۔ سوچ سمجھ کر پورے شعور کے ساتھ کہا جائے۔ قائل اپنے قول اور ذاکر اپنے ذکر کا مفہوم پوری طرح سمجھتا ہو۔ اب ان دو کلموں کو لیجیئے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ و سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیمِ۔ ان کا یاد رکھنا بے حد آسان ہے — زبان سے ادا کرنا بے حد سہل ہے۔ مطلب ومفہوم بالکل سیدھا سادہ ہے — یعنی اللہ تعالیٰ بالکل پاک ہے۔ تمام حمد و ثنا کا مستحق ہے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور عظمت والا انسان اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے جب چاہے۔ نہایت آسانی کے ساتھ ان کلمات کو ورد زبان رکھ سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے خوشخبری دی ہے۔ کہ یہ دونوں کلمے جس قدر آسان سہل ہیں روز قیامت جب انھیں نیکیوں کی میزان میں رکھا جائے گا تو یہ اسی قدر بھاری ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو وردِ زبان رکھنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ سے بے حساب ثواب بخشتا ہے اور اپنے بندوں کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرنے کے لیے محض بہانے تلاش کرتا ہے۔ انسان ذرا راہ راست نیکی کی طرف آئے تو سہی پھر دیکھیے اللہ کی رحمت کس طرح لپک کر اس کا استقبال کرتی ہے۔

باسمہٖ تعالیٰ

شاہراہِ اسلام

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی شہرہ آفاق کتاب "بلوغ المرام" کے ابواب "کتاب الصلوٰۃ" اور "کتاب الجامع" کا اردو ترجمہ اور تشریح

ترتیب و تہذیب
مختار حسین ناظر القاسمی

ناشر
مکتبہ عالیہ — ایبک روڈ (انارکلی) — لاہور